مدتوں یاد رہنے والا اِک خوبصورت ناول
شہتیر
ایم اے راحت

شہتیر

میں نہ ناصح ہوں نہ مبلغ۔ نہ داستان گو ہوں نہ ادیب یا افسانہ نگار۔ ہر انسان کے گرد اتنی کہانیاں بکھری ہوتی ہیں کہ اگر اسے کہنے کا ڈھنگ آئے تو کتنی ہی کتابیں بن جائیں۔ کسی صاحب دانش کا کہنا ہے کہ ہر انسان ایک داستان ضرور لکھ سکتا ہے اور وہ اس کی اپنی زندگی کی کہانی ہوتی ہے۔ میں اپنی کہانی کا آغاز کروں تو بے شمار واقعات دماغ میں کلبلانے لگتے ہیں، لیکن طوالت کی بناء پر انھیں نظر انداز کر کے طارق جمال سے آغاز کرتا ہوں۔

طارق جمال، ایک نوجوان سرمایہ دار جس سے قدرت بھی نہ جانے کیوں سب کچھ نہیں چھین لیتی۔ وہ جس طرح انسانیت کی تذلیل کرتا ہے اس پر تو عرش کے فرشتے بھی کانپ اُٹھتے ہوں گے۔ میں اس کی فرم میں مینجر تھا اور ایک طویل عرصہ سے وہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا جو نہیں چاہتا تھا۔ لیکن پندرہ ہزار روپے ماہوار تنخواہ والی نوکری اب پندرہ سال تک نہیں مل سکتی تھی اس لیے ضمیر سے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ پیارے ضمیر سو جا، گہری نیند سو جا تاکہ جتنی بھی زندگی عطا کی گئی ہے اسے انسانوں کی طرح گزار لوں۔

طارق جمال ایک حسن پرست شخص تھا، اسے خوبصورت سیکریٹریاں رکھنے کا شوق تھا، حالات کی بے رحمی کو جانتا تھا، اسے معلوم تھا کہ مسائل سے دوچار یہ معصوم معصوم لڑکیاں، اپنی مجبوریاں نہیں ٹال سکتیں۔ چنانچہ وہ کسی سے لگی لپٹی نہیں رکھتا تھا اور دوٹوک بات کرتا تھا۔ کہتا تھا۔

''دیکھو بی بی، تنخواہ تمھاری پسند کی، نوکری ہماری پسند کی۔ نہیں سمجھیں، سمجھو، تمھیں

سیکریٹری کی نہیں، دوست کی نوکری کرنی پڑے گی اور دوستی میں سب کچھ چلتا ہے۔ دن میں جب دل چاہے آ جاؤ، لیکن رات میں میرے ساتھ ڈنر کرنا ہوگا، واپسی میں تمھیں تمھارے گھر چھوڑنے کی ذمے داری میری، فیصلہ کر کے کل آ جانا۔ گیارہ بجے تک نہیں آئیں تو سمجھو میری پیشکش ختم۔ اوکے۔'' عموماً لڑکیاں نہیں آتی تھیں، میرے وطن کی بیٹیاں اب اتنی بے ضمیر بھی نہیں تھیں بلکہ کبھی کبھی کسی معصوم چہرے کو دیکھ کر میں دعائیں مانگتا تھا کہ خدا کرے وہ نہ آئے۔ اس ذلیل انسان کی معیت کے بجائے فاقہ کشی زیادہ بہتر ہے اور جب وہ نہ آتی تو مجھے بڑی خوشی ہوتی تھی۔ بارہا میں نے دعا مانگی تھی کہ خدارا ایک ایسی آ جائے جو اس بے غیرت شخص کی اچھی طرح پٹائی کر دے۔ سارا اسٹاف اس کے جوتے کھانے کا تماشہ دیکھے، ابھی تک یہ حسرت پوری نہیں ہوئی تھی۔ میں بھی مجبور تھا، فرم کا منیجر تھا اور طارق جمال کے ہر حکم کا پابند۔ چنانچہ جب نئی سیکریٹری کے لیے اشتہار دیا جاتا تھا تو طارق جمال کا حکم ہوتا۔

''یار کل ذرا ٹیپ ٹاپ سے آنا، انٹرویو کرنے ہیں۔ ہر انٹرویو میں میرا ہونا ضروری ہوتا تھا۔ یہ کھیل ہر چار چھ ماہ کے بعد ہوتا تھا۔ رکھی جانے والی سیکریٹری اتنے عرصہ ہی قابل قبول ہوتی، پھر اسے جواب دے دیا جاتا تھا، اس دوران اس کی صلاحیت ہوتی تھی کہ طارق جمال سے کیا وصول کر لے۔ شاہ خرچ تھا اور خوب لٹاتا تھا۔

آج بھی انٹرویو تھا۔ طارق جمال اچھا خوش شکل آدمی تھا۔ لیکن انٹرویو کی صبح وہ پارلر ضرور جاتا تھا اور پارلر کے اسٹاف کو رات کو ہی الرٹ کر دیا جاتا تھا ورنہ اتنی صبح کون آتا ہے۔ خیر آج بھی انٹرویو تھا۔ میں حسب پروگرام ساڑھے آٹھ بجے پہنچ گیا۔ ساڑھے نو بجے طارق جمال آ گیا۔ دروازے، پھر ہال اور اس کے بعد آفس میں اتنی خوشبو پھیل گئی کہ سانس بوجھل ہو جائے۔ حالانکہ باہر تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی لیکن طارق جمال نیلے رنگ کے حسین سوٹ میں ملبوس تھا۔ میں نے اس کا استقبال کیا اور اس نے ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

''گڈ۔۔۔۔ اچھے لگ رہے ہو، یار یہ ہاف آستین بشرٹ تم پر بڑی جچتی ہے، میرا دل بھی چاہتا ہے مگر میرے بازو بہت پتلے ہیں کھلے ہوئے برے لگتے ہیں۔ چپراسی کو بلا کر اے سی تیز کرا دو گرمی آج زیادہ ہی ہے۔''

''یس سر۔'' میں نے کہا اور اس کی ہدایت پر عمل درآمد کرا دیا۔

''کیا بات ہے۔ ابھی تک کوئی آئی نہیں؟''

''ہم نے دس بجے کا وقت دیا تھا۔''

''پھر بھی ضرورت مند تو آٹھ بجے سے لائن لگا دیتی ہیں، ویسے ایک بات بتاؤں، آئندہ اشتہار میں فرم کا نام مت دینا۔''

''جی سر۔''

''یہ لڑکیاں بڑی چغل خور ہوتی ہیں جو یہاں سے جا چکی ہیں وہ دوسروں کو بہکا دیتی ہیں۔''

''جی سر۔''

''کیسا لگ رہا ہے یہ سوٹ مجھ پر؟''

''آپ بہت جامہ زیب ہیں سر۔'' میں نے پچاس نمبر کمائے کیونکہ طارق جمال کے چہرے پر ایک شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی تھی، کہنے لگا۔

''درزی نے بھی بڑی محنت کی ہے۔''

''درزی کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے، پہننے والا بدن بھی تو چاہیے۔ میں نے کہا۔

لڑکیاں آنا شروع ہو گئیں۔ اور اردلی نے انھیں اندر بھیجنا شروع کر دیا۔ ایک طریق کار تھا، جو لڑکی طارق جمال کے معیار پر پوری نہ اُترتی ہو اس سے مجھے سوالات کرنے ہوتے تھے اور ظاہر ہے میں اس سے قاعدے کے سوالات کرتا تھا اور اُسے شرافت کے ساتھ رخصت کر دیا جاتا تھا، اور جو لڑکی طارق کو پسند آتی اس کی درخواست کی فائل وہ اپنے سامنے سرکا لیا کرتا تھا۔ اس بار جو لڑکی اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر میرا دل دھڑک اٹھا۔ یہی ہے جس کا انٹرویو اب طارق جمال خود لے گا۔ وہی ہوا اس نے اوپر والی فائل اپنے سامنے سرکا لی اور پھر اس کے نام کو ٹافی کی طرح چوستا ہوا بولا۔

''نشیمن تشریف رکھیے۔''

''شکریہ سر۔ وہ بیٹھ گئی۔ طارق جمال نے درخواست پر نگاہ ڈال کر کہا۔

''نشیمن، یعنی آشیانہ۔ کیا ہمیں اس آشیانے میں جگہ مل سکتی ہے۔

''جی ____ وہ حیرانی سے بولی۔

''گریجویٹ۔کوئی تجربہ نہیں ۔ لیجئے ، تجربہ کوئی آسمان سے اترتا ہے ۔ تجربہ تو آپ ہمارے ساتھ رہ کر کریں گی۔

''سر میں بہت محنتی ہوں، جو کام میرے سپرد کیا جائے گا میں پوری محنت سے کروں گی، میں ہر کام چٹکی بجاتے سیکھ لیتی ہوں سر مجھے نوکری کی سخت ضرورت ہے، سر پلیز ____ یہ نوکری مجھے دیجئے۔

''دے دی ____ دے دی بالکل دے دی ۔کل گیارہ بجے آ جایئے گا آپ کے پاس پی کاک بلیو کلر کی ساڑھی ہے۔

''جی ____ ؟ وہ ایک بار پھر حیران ہو گئی۔طارق جمال نے کہا۔

''آپ کے کھلتے ہوئے رنگ پر بہت اچھی لگے گی۔گھر والے اگر پہننے کی اجازت نہ دیں یا اعتراض کریں تو پیک کر کے لے آیئے ۔ یہاں تبدیل کر لیجئے۔

''سر آپ کیا کہہ رہے ہیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔وہ پریشانی سے بولی۔

''مس نشیمن ، آپ مجھے پسند آ گئی ہیں ۔ یہ نوکری ، سیکریٹری کی نہیں دوستی کی ہے۔ آپ میری گرل فرینڈ ہوں گی اور بے فکر ہو جایئے یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے سارے مسائل بھی چٹکی بجاتے حل ہو جائیں گے، جو مانگیں گی وہ پائیں گی۔

''جی ____ !اس نے بے بسی کی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میری گردن شرمندگی سے جھک گئی ۔ یوں لگا جیسے اُسے میری طرف سے بھی مایوسی ہوئی ہو۔ادھر طارق جمال بدستور آگے بڑھ رہا تھا۔

''اور مس نشیمن،'' اس دور کے کامیاب لوگوں کی فہرست اٹھا کر دیکھ لیں ۔سب وہ ہیں جو وقت اور حالات سے سمجھوتہ کر کے منزل تک پہنچے ہیں ۔آپ بھی ایسا ہی کریں اور مجھے استاد سمجھیں، سمجھ گئیں، نہیں سمجھیں۔

''سمجھ گئی سر ____ مگر میرے پاس پی کاک بلیو ساڑھی نہیں ہے۔اچانک لڑکی کا لہجہ بدل گیا اب اس میں نوکری مانگنے والی لڑکیوں جیسی کیفیت نہیں تھی بلکہ میں نے اس کے لہجے میں ہلکی سی شوخی محسوس کی تھی، دھت تیرے کی، میں نے دل میں سوچا۔خوب صورت لیکن

عام لڑکی ____ طارق جمال نے مسکرا کر کہا۔

کوئی بات نہیں، کل شاپنگ کر لیں گے۔تم پرسوں سے جوائن کر لینا۔

''شکریہ سر، لیکن میرے جوتے بھی پرانے ہیں ، یہ دیکھئے پلیز ۔اس نے جھک کر پاؤں سے سینڈل اتار لیا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی دوسرے لمحے جوتا اس کے ہاتھ سے نکل کر طارق جمال کے منہ پر پڑا۔اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔

''سر میں آپ کی گرل فرینڈ ہوں نا ، امید ہے آپ نے میری بات کا برا نہیں منایا ہوگا۔آیئے استادی شاگردی کریں ، اس نے جوتا دوبارہ اٹھا لیا جو طارق جمال کے منہ پر لگ کر دوبارہ میز پر آ پڑا تھا۔

میرا دل خوشی سے اچھل پڑا،''آ گیا پہاڑ تلے''، میرے دماغ میں ایک آواز گونجی۔ ہائے بڑی پرانی آرزو پوری ہوئی ہے، لیکن میرا باس پٹ رہا تھا مجھے کچھ تو کرنا تھا، لڑکی اس دوران میز پر چڑھ گئی تھی اور طارق جمال پر بڑی برق رفتاری سے جوتے برسا رہی تھی ۔ میں ارے ارے کرتا ہوا دونوں کی طرف بڑھنے کے بجائے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور میں نے دروازے کو پورا کھول دیا تا کہ باقی اسٹاف بھی اس دلکش منظر سے لطف اندوز ہو سکے۔ یہی ہوا، سب لوگ دوڑ پڑے، چپراسی بھی آنکھیں پھاڑ رہا تھا ____ پُر لطف بات یہ تھی کہ کچھ باہر کی لڑکیاں جو انٹرویو دینے آئی تھیں ۔اور اپنی باری کی منتظر تھیں وہ بھی دروازے پر آ گئی تھیں، میں نے اس وقت جو کارنامہ سرانجام دیا وہ یہ تھا کہ کسی کو اندر نہ گھسنے دیا تا کہ لڑکی سکون سے اپنا کام کرے اور وہ واقعی کام کر رہی تھی ، طارق جمال صاحب کی کرسی الٹ چکی تھی دونوں ٹانگیں میز پر رکھی ہوئی تھیں اور لڑکی بڑی خوش دلی سے ان پر جوتے برسا رہی تھی ۔میں زبانی فرائض بڑی خوبی سے سرانجام دے رہا تھا، لیکن مجھے فوراً احساس ہو گیا کہ اب لڑکی خطرے میں پڑنے والی ہے ۔ کچھ غمخوار اندر داخل ہونے پر تلے ہوئے تھے ۔ میں نے ایک کڑک دار آواز نکالی۔

''دفع ہو جایئے آپ لوگ، کیا یہاں تماشہ ہو رہا ہے ۔ جایئے اپنا کام کیجئے ۔اور تم تمھیں تو میں پولیس کے حوالے کر کے چھوڑوں گا۔'' میں نے لڑکی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''دوسرا اتاروں'' وہ بدستور شوخ انداز میں بولی۔

''چلی جایئے آپ کیوں اپنے لیے مشکلیں پیدا کر رہی ہیں ۔ جایئے ۔'' میں نے کہا۔

باہر اسٹاف کے لوگ منتشر ہو گئے تھے ، چپراسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے ، انٹرویو دینے کے لیے آنے والی لڑکیاں ہنس رہی تھیں ، وہ لڑکی جس کا نام نشیمن تھا ، اطمینان سے جوتا پہن رہی تھی ، پھر اس نے اس کے بند باندھے اور حقارت آمیز نگاہوں سے طارق جمال کو دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی۔

''سر ، میں پولیس کو اطلاع دوں ۔'' میں نے سوال کیا اور طارق جمال مختلف چیزوں کا سہارا لیتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا ، لیکن میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور ٹیلی فون کی جانب ہاتھ بڑھائے۔

''میں پولیس کو فون کرتا ہوں ۔''

''دھیرج ، دھیرج ، دھیرج ۔'' طارق جمال نے بائیں ہاتھ اوپر اٹھا کر پنجہ پھیلاتے ہوئے کہا۔

''پپ...... پولیس ۔'' میں نے پھر اداکاری کی۔

''نہیں رکو ، میں ابھی آتا ہوں ۔'' طارق جمال نے کہا اور لنگڑا لنگڑا کر چلتا ہوا آفس کے ملحق واش روم کی جانب چل پڑا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا ، اس وقت میرا رواں رواں خوشی سے سرشار تھا۔ لڑکی اپنا کام کر کے صاف نکل گئی تھی ۔ خدا ہر ایک کی سنتا ہے ، نجانے کب سے اس آرزو میں آنکھیں جل رہی تھیں ، ایسی ہی کسی شخصیت کا منتظر تھا جو مجھے یہ جلوہ دکھا دے ۔ آج دل کو وہ ٹھنڈک ملی کہ اس کا کوئی نعم البدل نہیں تھا ۔ میں نے ایک نگاہ واش روم کے دروازے پر ڈالی ، طارق جمال نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا ، میں پھرتی سے دروازے کی جانب پلٹا ، دروازہ کھول کر باہر دیکھا ، اسٹاف کے سارے لوگ کھڑے ہوئے آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے ، مجھے دیکھ کر سب نے اپنی اپنی سیٹیں سنبھال لیں میں نے اس طرف نگاہیں ڈالیں جہاں انٹرویو دینے کے لیے آنے والی لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں ، اب وہاں ایک بھی لڑکی نہیں تھی ، اسٹاف کے لوگ جلدی جلدی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تھے اور اس طرح انہوں نے گردنیں جھکا کر کام شروع کر دیا تھا جیسے کچھ دیکھا ہی نہ ہو ۔ میں نے ہونٹوں پر آ جانے والی مسکراہٹ کو روکا ، سب ہی مزے لے رہے تھے ۔ بات ہی مزے کی تھی

بہر حال میں واپس آ گیا اور کرسی لے کر بیٹھ گیا ، طارق جمال صاحب بہت دیر کے بعد واش روم سے نکلے تھے ۔ ایک دو جگہوں پر ورم آیا تھا ۔ اپنی سیٹ سنبھالی اور بولے ۔

''کولڈ ڈرنک منگوالو ۔''

''جی سر ۔'' میں نے جلدی سے کہا اور اٹھ کر باہر نکل آیا ، چپراسی سے میں نے کولڈ ڈرنک لانے کے لیے کہا اور واپس آ گیا۔

''سر انتہائی بدتمیز لڑکی تھی ، میں تو اسے سزا دینا چاہتا تھا ، لیکن آپ ضرورت سے زیادہ ہی رحم دلی کا مظاہرہ کر بیٹھے۔

''دھیرج دھیرج دھیرج ، بیوقوفی کی باتیں مت کرو ، کیا سزا دیتے تم اسے ، اگر تم اسے کوئی سزا دینے کی کوشش کرتے یا عام پولیس کو اطلاع دے دیتے تو کیا اس کے بعد دوبارہ یہاں کسی لڑکی کو انٹرویو کے لیے کال کر سکتے تھے ، ارے بھائی یہ سب کچھ تو چلتا رہتا ہے ، میں باقیوں سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا اور پھر سچ بتاؤں میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ، ہاں آفس میں پہلی بار یہ کھیل ہوا ہے ، ورنہ یہ سرپھری لڑکیاں ہوتی ہی ایسی ہیں ، کم از کم یورپ میں یہ نہیں ہے ، چلو چھوڑو کن فضولیات میں پڑ گئے ، باہر موجود لڑکیوں کو بلاؤ اور بھی ہیں نا؟''

''سر سب چلی گئیں ۔'' میں نے جواب دیا اتنی دیر میں چپراسی کولڈ ڈرنک لے آیا ، اس نے ادب سے کولڈ ڈرنک کو گلاس میں بھرا اور گلاس طارق جمال صاحب کے سامنے رکھ دیا ، طارق جمال نے کولڈ ڈرنک کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''دھتی اچھی ، اب ایسا کرو سیکریٹری تو بہر حال رکھنی ہے ، چار چھ دن رک جاؤ ، ذرا یہ تھوبڑا ٹھیک ہو جائے اس کے بعد اشتہار دینا ۔''

''جی سر ۔'' میں نے اس عظیم آدمی کی عظمت کو سلام کرتے ہوئے کہا جس نے اتنے جوتے کھانے کے باوجود پیشانی کو شکن آلود نہیں ہونے دیا تھا ، لیکن وہ لڑکی ، وہ لڑکی میرے دل کو بھا گئی تھی شاید اس لیے کہ اس نے اپنے کردار کا ایک نمونہ پیش کیا تھا ۔ ورنہ اس مختصر سی ملازمت کے دوران غالباً یہ چوتھا انٹرویو تھا میرے سامنے اور ہر انٹرویو میں کوئی نہ کوئی لڑکی طارق جمال کا شکار ہو ہی جاتی تھی اور میں دل ہی دل میں تلملاتا رہ جاتا تھا کہ کاش اتنے بڑے آدمی کے ساتھ کوئی برا سلوک ہو جائے ، گھر واپس آ گیا ، تنہا کمرہ جہاں میں تھا اور

میری تنہائیاں، لیکن آج ان تنہائیوں میں ایک آبادی ہوگئی تھی اور یہ تھا اس لڑکی کا تصور، نشیمن، ایک حسین وجود جس پر اب ان تنہائیوں میں غور کیا تو احساس ہوا کہ واقعی وہ بہت دلکش تھی، طارق جمال ایسے ہی کسی معمولی لڑکی پر ہاتھ نہیں رکھتا تھا، لیکن اس کے الفاظ، سر مجھے ملازمت کی سخت ضرورت ہے، میں بہت محنتی ہوں ہر کام آسانی سے سیکھ لیتی ہوں، کیسی معصوم درخواست تھی، کیا ایسی کسی لڑکی کی مدد کی جاسکتی ہے، میں نے دل ہی دل میں سوچا، دل نے کہا کہ وہ کوئی بھی ہے کچھ بھی ہے اس کی مدد کرنی چاہیے۔ طارق جمال کی فرم سے وہ چلی گئی اب طارق جمال کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کہاں نوکری کرتی ہے یا کس نے اسے نوکری دلائی ہے، جو کچھ اس نے طارق جمال کے ساتھ کیا ہے، وہ بڑے کمال کی بات ہے۔ لیکن کرنا کیا ہے۔ اسے کہاں نوکری دلائی جائے۔ کہاں؟ ایک مشکل سوال تھا، خیر اس سے ملا تو جائے۔ اسے اس کی جرأت کی داد تو دی جائے۔ ایک لمحے کے لیے مجھے یاد آیا کہ جب طارق جمال اس سے بدتمیزی کر رہا تھا تو اس نے مدد طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا، بہرحال مین نے مدد تو اس کی تھی، اب یہ الگ بات ہے کہ اس نے اپنی معصومیت میں محسوس نہ کیا ہو ورنہ بہرحال وہ طارق جمال کا آفس تھا سارے کے سارے اس کے نمک خوار، ایسے حالات میں کوئی بھی حق نمک ادا کر سکتا تھا، میں نے اسے صاف بچالیا، دل یہی کہہ رہا تھا کہ ایک بار اسے تلاش ضرور کرنا چاہیے اور اسے تلاش کرنا مشکل کام نہیں تھا۔ میرے پاس اس کا ذریعہ موجود تھا، چنانچہ دوسرے دن صبح میں وقت سے پہلے ہی آفس پہنچ گیا، مجھے علم تھا کہ وہ درخواستیں فوراً ہی ضائع نہیں کر دی جاتیں، پھر کئی لڑکیوں کے انٹرویو تو رہ بھی گئے تھے، کیونکہ وہ طارق جمال کی مرمت کا تماشہ دیکھ کر صورت حال کو سمجھ گئی تھیں اور وہاں سے چلی گئی تھیں، مگر کمال کی شخصیت تھی طارق جمال کی بھی، ایسا پہلی بار ہوا تھا، سارے آفس نے تماشہ دیکھا تھا، انٹرویو دینے والی لڑکیوں نے بھی خوب قہقہے لگائے تھے، مگر طارق جمال جب واش روم سے برآمد ہوئے تھے تو ان کی پیشانی پر ایک شکن بھی نہیں تھی بلکہ بڑی صاف گوئی سے انہوں نے کہا تھا کہ یہ سب کچھ ان کے لیے نیا نہیں ہے، کمال کی بات تھی یہ تو کوئی بیماری تھی، یعنی باہر بھی وہ اس طرح کی حرکتیں کر ڈالتے ہوں گے اور نتیجے میں، بہرحال مَیں نے جلدی سے وہ فائل تلاش کر لی جو درخواستوں کی فائل تھی، انہی میں

نشیمن کی درخواست بھی موجود تھی، رہائش ایک سو چودہ پارک اسٹریٹ۔ ایک سو چودہ پارک اسٹریٹ تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا، پارک اسٹریٹ میں چھوٹے چھوٹے گھر بنے ہوئے تھے، درمیانے درجے کا ذرا نواحی علاقہ تھا، لیکن بہرحال وہاں تک جانا کوئی مشکل کام نہیں تھا، میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج ہی شام آفس سے نکلنے کے بعد وہاں پہنچوں گا، بس ایک عجیب سی کشش تھی جو مجھے اس طرف لیے جا رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی تنہا زندگی میں اس شدت کے ساتھ میں نے کبھی کسی کی یاد نہیں کی تھی، طارق جمال صاحب بھی آفس آ گئے، دو تین جگہ ٹیپ لگے ہوئے تھے، آفس کے لوگوں نے اپنی مسکراہٹوں کو بحالت مجبوری قابو میں کیا تھا کیونکہ بہرحال انھیں نوکری کرنی تھی، طارق جمال اس بڑے مسئلے کو بے شک ٹال گیا تھا لیکن اسٹاف کا مذاق اڑانا وہ ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہ کرتا، شام کو میں اپنی چھوٹی سی کار میں پارک اسٹریٹ چل پڑا۔ کسی کنسٹرکشن کمپنی کے بنائے ہوئے چھوٹے چھوٹے گھر تھے، ایک سو چودہ نمبر کے سامنے میں نے گاڑی روک دی۔ مجھے اس بات کا خوف بھی تھا کہ میرا یہاں تک پہنچ جانا کہیں اس کے لیے ناخوشگوار نہ ہو۔ بات سینڈل تک تو خیر نہیں پہنچے گی، لیکن وہ مجھے دیکھتے ہی بُرا بھلا بھی کہہ سکتی ہے، تاہم ہر طرح کا خطرہ مول لینے کا فیصلہ کیا اور کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی، اندر کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تھی، پھر چند منٹ کے بعد دروازہ کھل گیا، دروازہ کھولنے والی ایک نوجوان خاتون تھیں، چھبیس ستائیس سال کی عمر ہوگی، چہرے پر بڑی ملاحت اور نقوش میں بڑی جاذبیت تھی، اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

''فرمایئے۔'' مجھ پر سے ہٹ کر اس کی نگاہ میری کار پر پڑی تھی۔

''معافی چاہتا ہوں، مس نشیمن سے ملاقات ہوسکتی ہے؟''

''آپ کون ہیں؟'' میں نے اس کے انداز میں کسی قدر حیرانی محسوس کی تھی۔

''میرا نام فیصل حیات ہے، نہ آپ نہ مس نشیمن مجھے نام سے پہچانیں گی، البتہ میری نکل دیکھ کر وہ مجھے ضرور پہچان لیں گی، براہِ کرم مجھے صرف چند منٹ کے لیے ان سے ملنا ہے۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں، آیئے اندر آیئے۔'' اس نے بڑے سلیقے اور اعتماد سے کہا، پھر

وہ مجھے ایک چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں لے گئی جو بے شک چھوٹا تھا لیکن عمدہ فرنیچر اور
سب سے بڑی بات یہ کہ سلیقہ اور نفاست نظر آ رہی تھی۔
بیٹھیے پلیز، مَیں بلاتی ہوں اسے۔'' وہ بولی اور اندر چلی گئی، کچھ ہی لمحوں کے بعد نشیمن
اس کے ساتھ اندر داخل ہوئی، اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے، ایک لمحے تک اس
نے دروازے میں رک کر مجھے دیکھا اور پھر بے اختیار ہنس پڑی، ساتھی خاتون اسے تعجب
سے دیکھ رہی تھیں، اس ہنسی سے میں سمجھ گیا کہ اسے گزرے ہوئے دن کا واقعہ یاد آ گیا ہے،
اس کا مطلب ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا۔

''یہی تو ہیں طاہرہ، یہی تو وہ صاحب ہیں جنھوں نے اس وقت صحیح معنوں میں میری
مدد کی تھی۔'' وہ پھر ہنس پڑی، طاہرہ نام لیا گیا تھا اس دوسری لڑکی کا، اس کی سمجھ میں شاید بات
نہیں آئی تھی لیکن بہرحال اس نے کچھ نہ کہا، نشیمن آگے بڑھ آئی۔

''سر مجھے آپ کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن آپ یقین کریں، آپ نے کمال کر دیا تھا
اس وقت ورنہ میری تو حجامت بننے والی تھی، سر آپ بتائیے میرا خیال غلط تو نہیں ہے، آپ
نے مجھے بچایا تھا نا'' مجھے اندر ہی اندر بڑی خوشی ہو رہی تھی، کم از کم اس نے میری کاوش کو
محسوس کر لیا تھا، وہ بدستور ہنس رہی تھی، پھر اچانک اس کی ہنسی کو بریک لگ گیا، وہ آگے بڑھی
اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی، اس کے برابر وہ دوسری لڑکی بھی بیٹھ گئی تھی۔

''جی فرمائیے سر، کیا مجھے ملازمت پر رکھ لیا گیا ہے؟''

''آپ وہاں ملازمت کریں گی مس نشیمن؟''

''آپ بتائیے کر لوں؟'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں، ظاہر ہے جو کچھ وہاں ہو گیا ہے۔''

''سر آپ کا نام کیا ہے؟''

''فیصل حیات۔'' میں نے جواب دیا۔

''فیصل صاحب آپ بتائیے میں نے غلط کیا یا ٹھیک کیا؟ دیکھیے سچ بولیں گے آپ۔''

''مس نشیمن! آپ نے وہ کیا ہے جو میری بہت عرصے کی آرزو تھی۔ میں بھی وہاں
ملازمت کرتا ہوں اور بدنصیبی میری یہ ہے کہ وہ بد باطن شخص مجھے اپنا دوست سمجھتا ہے،

نشیمن۔''

''نشیمن نشیمن عجیب لگتا ہے، طاہرہ مجھے نوشی کہتی ہے آپ بھی پلیز مجھے نوشی کہہ کر
مخاطب کریں۔''

''مس نوشی! ظاہر ہے اس قدر بے ضمیر کوئی بھی نہیں ہوتا کہ معصوم اور ضرورت مند
لڑکیوں کو اس طرح اس شخص کے مذاق یا پھر اس کی بدفطرتی کا نشانہ بنتے ہوئے خوشی سے
دیکھے، میں اپنے باس کی بُرائی کر رہا ہوں، یہ اس کے مزاج کا ایک حصہ ہے اور آپ اس
بات کا یقین کیجیے کہ ہمیشہ اس کے ساتھ ایک سیکریٹری ہوتی ہے، وہ لوگ اس کی برائیوں کو
قبول کر لیتی ہیں، میرا دل چاہتا تھا کہ جس انداز میں وہ گفتگو کرتا ہے اس کا اسے صحیح صلہ اور
جواب ملے۔ آپ نے میری وہ خوشی پوری کر دی ہے، جہاں تک آپ کی مدد کا تعلق ہے تو
بہرحال اتنا تو مجھے کرنا ہی چاہیے تھا، یہی حالات کی خرابی ہے کہ میں اس بُرے شخص کے ہاں
ملازمت کر رہا ہوں، لیکن میں ہی کیا مس نوشی، آپ دیکھیے، اچھا خاصا اسٹاف ہے وہاں،
سب ہنس رہے تھے سب خوش ہو رہے تھے۔''

''ایک بات بتائیے فیصل صاحب، کیا وہ شخص جوابی کارروائی کرے گا؟''

''نہیں، مجھے خدشہ تھا کہ شاید وہ کچھ کرنے کی کوشش کرے، لیکن ایسے لوگ بزدل بھی
ہوتے ہیں، کچھ نہیں کرے گا وہ، بات ختم ہو گئی، اپنے چہرے کے نشانات دور کرنے کی کوشش
کر رہا ہے، اس کے بعد آپ دیکھ لیجیے اخبار میں دوبارہ اشتہار آ جائے گا۔''

''کمال ہے، ویسے کیا آپ کسی بھی شکل میں اسے جائز سمجھتے ہیں فیصل صاحب؟''
طاہرہ نے سوال کیا۔

''نہیں مس طاہرہ آپ خود سوچیے۔۔۔''

''ایک منٹ ایک منٹ یہ مس نہیں ہیں مسز ہیں، ان کے شوہر ندیم احمد صاحب شارجہ
کی ایک فرم میں ملازمت کرتے ہیں، میری دوست ہیں یہ، میں انہی کے ساتھ رہتی ہوں،
سمجھ رہے ہیں نا آپ۔''

''جی جی، خیر آپ نے ایک بات بڑی دلسوزی سے کہی تھی نوشی صاحبہ، وہ یہ کہ آپ کو
ملازمت کی سخت ضرورت ہے، اس چیز نے مجھے متاثر کیا اور میں بڑی ہمت کر کے یہاں

آ گیا، میں اس سلسلے میں آپ کی مدد کرسکتا ہوں، کسی بھی فرم کسی بھی جگہ آپ کی ملازمت کا بندوبست میں کردوں گا، آپ اطمینان سے گھر بیٹھیۓ گا، کسی ایسی بہتر جگہ جہاں آپ کو ایسے کسی باس سے واسطہ نہ پڑے، میں آپ کی ملازمت کا انتظام کردوں گا، لیکن تھوڑا سا وقت دیں گی آپ مجھے، آپ یہ سوچیں گی کہ میں ایسا کیوں کررہا ہوں یا کس لالچ کے تحت آپ کے گھر پہنچ گیا تو آپ یقین کیجیۓ کوئی لالچ نہیں ہے، بس آپ کے اس عمل سے مجھے خوشی ہوئی تھی جو آپ نے وہاں کیا۔"

"آپ بہت اچھے انسان ہیں فیصل صاحب۔" طاہرہ نے کہا، پھر بولی۔ "اور یہ انتہائی احمق لڑکی، آپ یقین کریں ندیم کہہ رہے تھے کہ میں انھیں اپنے ساتھ شارجہ لے آؤں، یہ وہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہے اور جہاں تک نوکری کا سوال ہے تو یہ بےچاری کیا جانے کہ نوکری کیا ہوتی ہے، کوئی تجربہ نہیں ہے اسے، بس سرپھری ہے، کہتی ہے میرے سر بیٹھ کر نہیں کھاۓ گی، ارے بابا میری دوست ہے تو، مجھے کیا نقصان ہوگا، ندیم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس سے کہو کہ خاموشی سے بیٹھے اور اس کے بعد میرے ساتھ شارجہ چلی آۓ، نہیں مانتی۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو تم، نوکری کرنی ہے مجھے، چار چھ بندوں کی پٹائی کروں گی، ایک آدھ تو ایسا مل جاۓ گا جو بغیر پٹے مجھے نوکری دے دے۔" نوشی نے کہا اور پھر خود ہی ہنس پڑی۔ میرا دل چاہا کہ میں طاہرہ سے سوال کروں کہ اگر وہ صرف طاہرہ کی دوست ہے تو اس کے اپنے کہاں ہیں، والدین بہن بھائی یا اور کوئی، لیکن یہ کچھ زیادہ ہوجاتا، میں نے گردن ہلاتے ہوۓ کہا۔

"بہرحال آپ لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے، اچھا ہوا مجھے مزید تفصیلات معلوم ہوگئیں، میں آپ کے لیے کہیں نہ کہیں کوئی ایسا بندوبست ضرور کردوں گا مس نوشی جہاں آپ کو ایک معقول تنخواہ ملے، بہت بہت شکریہ اس اچھے انداز میں گفتگو کرنے کا ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ شاید آپ لوگ مجھ سے اچھے انداز میں نہ ملیں اجازت۔"

"کمال کرتے ہیں آپ، اتنا برا سمجھ رہے ہیں آپ ہمیں کہ ہم آپ کو چاۓ بھی نہ پلائیں، تم بیٹھو طاہرہ میں چاۓ بناتی ہوں۔"

"نہیں تم بیٹھو میں بناتی ہوں۔" طاہرہ نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے تمہی بنالاؤ۔" نوشی نے شرارت سے کہا اور طاہرہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چلی گئی، نوشی ایک لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک دم ہنس پڑی پھر بولی۔

"ویسے آپ نے بڑی چالاکی کا مظاہرہ کیا تھا، اب میں سب کچھ سمجھ رہی ہوں، جب آپ نے مجھ سے یہ کہا کہ آپ یہ تماشہ دیکھنا چاہتے تھے آپ نے دروازہ کھول دیا تھا تاکہ اسٹاف بھی اس شخص کی مرمت کا منظر دیکھ لے۔" مجھے بھی ہنسی آگئی میں نے کہا۔

"ہاں ایسی ہی بات ہے، باقی لڑکیاں تو انٹرویو دیۓ بغیر ہی چلی گئی تھیں۔"

"پوچھ رہی تھیں مجھ سے سب کہ ہوا کیا، میں نے بھی مزے لے لے کر پورا واقعہ سنا دیا، بیچاریاں انٹرویو دیۓ بغیر ہی بھاگ گئیں، اب ظاہر ہے ہوگا وہ اپنی فرم کا مالک، ہم لوگ اس کے ملازم تو نہیں تھے اور بہرحال نجانے وہ کون لڑکیاں ہوتی ہیں جو اس طرح اپنی انا کو مجروح کرکے ایسے لوگوں سے تعاون کرلیتی ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہرحال مجبوریاں۔" ہم لوگ اسی موضوع پر بات کرتے رہے اور طاہرہ چاۓ کی ٹرے سجاۓ ہوۓ اندر آگئی بڑے اچھے بسکٹ وغیرہ بھی ساتھ تھے، میں نے کہا۔

"چلیے، مجھے میری نیکی کا صلہ آپ لوگوں کی اچھی باتوں اور چاۓ کی شکل میں ملا ہے۔"

"سنیے، اس کی نوکری کے لیے آپ کوئی چکر نہ چلائیں۔ بالکل نہ چلائیں، میں اسے اپنے ساتھ شارجہ لے جاؤں گی، ندیم اس کا ویزہ بھی بھیجنے والے ہیں، اس دوران آپ ہم سے ملتے رہیے، آپ اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں، اور ہر اچھے آدمی کی پذیرائی یقینی طور پر ہوتی ہے پلیز۔"

چاۓ کے بعد میں وہاں سے چلا آیا لیکن اب میری تنہائیاں تنہائیاں نہیں رہی تھیں، نوشی اس دن بھی اور اس رات بھی میرے تصور میں رہی، دوسرا دن معمول کے مطابق تھا لیکن شام کو کوئی ساڑھے چار بجے میرے لیے ایک فون آیا ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"فیصل حیات صاحب۔"

''جی بول رہا ہوں۔''

''فیصل صاحب مَیں طاہرہ ہوں۔ پہچانا؟''

''کیوں نہیں۔''

''آفس سے چھٹی ہوگئی؟''

''پانچ بجے اٹھتا ہوں۔''

''پھر کہاں جاتے ہیں؟''

''کہیں نہیں، بس کبھی گھر، کبھی دوستوں کے درمیان۔''

''ہم دوست ہیں یا دشمن؟''

''بہت اچھی دوست ہیں آپ۔''

''تو پھر آجایئے چائے آپ ہی کے ساتھ پئیں گے، آرہے ہیں؟''

''آجاتا ہوں۔''

''انتظار کررہے ہیں ہم لوگ۔'' میری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی، میں پانچ بجے آفس سے نکلتے ہی گاڑی دوڑاتا ہوا پارک اسٹریٹ پہنچ گیا۔ دونوں نے دروازے پر ہی میرا استقبال کیا تھا۔

''آپ جیسے اچھے دوست کے مل جانے پر ہمیں خوشی ہوئی اصل میں وقت بہت بُرا ہے، خاص طور سے ہماری شخصیت مشکوک ہوسکتی ہے کیونکہ سب جانتی ہیں کہ ہم یہاں تنہا رہتی ہیں، لیکن بہرحال میری اور نوشی کی گفتگو ہوئی تو میں نے کہا کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے، ہمارے اپنے دل و دماغ صاف ہیں تو پھر ہمیں کسی سے کیوں ڈرنا چاہیے، آیئے۔'' باہر کرسیاں لگا رکھی تھیں، چھوٹا سا لان تھا، موسم بہت خوشگوار تھا، پُرتکلف چائے آگئی، میں نے کہا۔

''ندیم صاحب کی آمد کے کیا امکانات ہیں؟''

''ابھی نہیں ہیں، تھوڑے دن پہلے ہی تو وہ آنے کے بعد گئے ہیں۔ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم دونوں بھی وہیں آجائیں، انہوں نے گھر کا بندوبست کرلیا ہے۔''

''کب تک ارادہ ہے جانے کا؟''

''ابھی کہاں، ویسے آپ نے اپنے بارے میں نہیں بتایا فیصل، آپ کہاں رہتے ہیں، کون کون آپ کے ساتھ رہتا ہے؟''

''کوئی نہیں، والدین کا کافی عرصے پہلے انتقال ہوچکا ہے، کچھ عزیز و اقارب ہیں لیکن اتنے دور کے کہ نہ وہ ملتے ہیں نہ میں ان کے پاس جاتا ہوں، ایک فلیٹ ہے جو بک کرایا تھا، پوزیشن مل گئی تو اسی میں رہنا شروع کردیا، کھانا پینا گھر سے باہر ہی ہوتا ہے، لیکن میں نے کچن بنا رکھا ہے، چھٹی والے دن کبھی کبھی کھانا پکانے کا انتظام بھی کرلیا کرتا ہوں۔ دوست ہیں، مگر دوست کے بجائے انھیں شناسا کہنا زیادہ مناسب ہے، یہ ہے میرا بائیوڈیٹا۔''

''گڈ، بہت اچھا ہے۔'' طاہرہ نے کہا اور ہنس پڑی، اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے نوشی کو دیکھا تھا، ان شرارت آمیز نگاہوں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا تھا، طاہرہ کہنے لگی۔

''آپ نے ندیم کے بارے میں ایسے ہی پوچھ لیا تھا؟''

''ہاں اصل میں ندیم صاحب آجائیں تو پھر میں بھی آپ کو ڈنر وغیرہ پر مدعو کروں، ان کی غیر موجودگی میں تو شاید آپ اس طرح پسند نہ کریں۔''

''دیکھیں فیصل ایک بات بتاؤں یقین کرلیجیے پلیز، بات یہ ہے کہ میں کوئی جاہل یا غیر تعلیم یافتہ عورت نہیں ہوں، پورے اعتماد کے ساتھ شوہر کے بغیر زندگی گزار رہی ہوں۔ شوہر بھی اچھی زندگی کی تلاش میں ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں، میرے شوہر مجھ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں، باقی رہی دوسرے لوگوں کی بات تو آپ یقین کیجیے دنیا بہت بُری ہے، اب اس بہت بری دنیا ہی میں جینا ہے، کہاں تک مشکلیں برداشت کی جائیں، میں آپ سے یہ کہہ رہی تھی کہ آپ ہم دونوں کو بہت اچھے لگے ہیں اور اچھے انسان کو صرف ایک اچھا انسان ہی سمجھا جاتا ہے، آپ اگر کبھی ہمیں دعوت دیں گے تو ہم ضرور چلیں گے۔'' میرا دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا تھا، اس صاف ستھری گفتگو سے تلاش کے باوجود کوئی بُرائی نہیں مل سکتی تھی، چنانچہ میں نے تیسرے دن ہی انھیں ایک اچھے ہوٹل میں ڈنر کی دعوت دے ڈالی، ان لوگوں نے کہا کہ وہ خود وہاں پہنچ جائیں گی اور مقررہ وقت پر وہ وہاں پہنچ گئیں۔ ہم تینوں نے خاصا پُرلطف وقت گزارا اور واپسی پر میں نے انھیں ان کے گھر پر چھوڑ دیا، ایک دم سے زندگی میں

بہار سی آ گئی تھی، لیکن پھر بھی ذرا سی احتیاط بڑی ضروری ہوتی ہے۔ میں ان کے مزاج کو بھی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، خاصے دن سے زندگی کے نشیب و فراز سے تنہا ہی گزر رہا تھا، تنہا انسان کے تجربات عام لوگوں سے کچھ زیادہ بہتر ہو جاتے ہیں اس لیے ان دونوں کا تجزیہ بھی کر رہا تھا کہ یہ بے باکی صرف اعتماد کا نتیجہ ہے یا پھر عادت، اندازہ ہوا کہ دونوں بہت اچھے مزاج کی مالک ہیں طاہرہ بھی بہت اچھی دوست تھی، میں نے ایک بار نشیمن جسے طاہرہ نوشی کہتی تھی، کے والدین اور عزیز و اقارب کے بارے میں پوچھا تو ماحول ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

''کوئی نہیں ہے اس دنیا میں میرا طاہرہ کے سوا، اور فیصل صاحب آپ بہت اچھے انسان ہیں ہم آپ کی بے حد عزت کرتے ہیں لیکن آپ سے درخواست ہے کہ میرے ماضی کے بارے میں آپ ____ دوبارہ کوئی سوال نہیں کریں گے۔ اگر آپ نے دوبارہ یہ عمل کیا تو وہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔

میں اس سنجیدگی پر حیران رہ گیا تھا۔ کئی دن میرے دل میں خلش رہی، کوئی بری بات تو نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ دونوں کی فطرت کا مجھے اندازہ ہو چکا تھا، دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں، یا تو نوشی کے والدین فوت ہو چکے تھے یا پھر کوئی اور حادثہ ہو گیا تھا۔

ہماری ملاقاتیں جاری رہیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ اب نوشی کے بغیر دل نہیں لگتا۔ وہ نوکری کرنے کے لیے ضد کرتی لیکن طاہرہ اس کی نوکری کے حق میں نہیں تھی۔

''یہ بے حد جذباتی ہے، کوئی بات ہو گئی تو یا تو کسی کی جان لے لے گی یا اپنی زندگی کھو بیٹھے گی۔ اس لیے فیصل پلیز، اسے نوکری نہ کرنے دیں۔ آخر کار میں نے طاہرہ سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔''

''طاہرہ بہن، میں نوشی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے بارے میں آپ کو سب کچھ بتا چکا ہوں، یہ کام آپ ہی کر سکتی ہیں اگر نوشی تیار ہو۔''

طاہرہ فکر مند ہو گئی تھی، کچھ دیر وہ سوچتی رہی پھر گہری سانس لے کر بولی ''میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی بات نہیں ہے فیصل آپ ایک آئیڈیل انسان ہیں لیکن وہ ____ وہ بہت اچھی ہے بس بہت جذباتی ہے اور آپ اتنے دنوں میں اس کے مزاج کے بارے میں اچھی طرح جان چکے ہیں۔

''میں نے بہت سوچ سمجھ کر آپ کے سامنے زبان کھولی ہے۔

''ٹھیک ہے، میں اس سے بات کر کے آپ کو جواب دوں گی۔

یہ جواب نوشی نے خود دیا۔ طاہرہ بھی موجود تھی، کہنے لگی۔

''طاہرہ نے مجھ سے بات کی ہے، میں آپ سے صرف ایک سوال کرنا چاہتی ہوں آپ نے یہ نہیں سوچا میرا ماضی کیا ہے میرے والدین کون ہیں۔ اگر آپ کو بعد میں پتا چلے کہ..... کہ میں کسی بہت بُرے گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں تو......

''تو کچھ نہیں، جب میں آپ سے اس گھرانے کے بارے میں سوال ہی نہیں کروں گا تو پھر کیا رہ جاتا ہے۔

''آپ فرشتے ہیں۔''

''نہیں، صرف انسان۔''

''اچھی طرح سوچ لیا ہے آپ نے؟''

''جی!''

''تب ٹھیک ہے، اس نے گردن جھکا کر کہا۔ طاہرہ نے ہم دونوں کو مٹھائی کھلائی تھی۔ اس کے بعد تیاری ہونے لگی، ہمیں سادگی سے سب کچھ کرنا تھا۔ عین وقت پر ندیم احمد بھی شارجہ سے آ گیا۔ بڑی نفیس طبیعت کا انسان تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ شروع ہی سے سب کچھ جانتا تھا، طاہرہ نے اس بات کے شروع ہونے سے پہلے پیش گوئی کر دی تھی کہ یہ دونوں شادی کر لیں گے۔ پھر ہم نے بڑی سادگی سے سب کچھ کر لیا۔ میں نے دفتر سے چند لوگوں کو مدعو کیا تھا، کارڈ طارق جمال کو بھی دیا تھا لیکن وہ نئی سیکریٹری میں گم تھے۔ جس دن میں نے ولیمہ ڈنر دیا طارق جمال نئی سیکریٹری شینا کے ساتھ ایک پہاڑی مقام پر چلے گئے۔ ولیمہ بھی غیر روایتی ہوا، نوشی ڈھکی چھپی رہی تھی پھر دلہن بن کر وہ بالکل بدل گئی تھی۔

میرا گھر آباد ہو گیا۔ سب کچھ اجنبی اجنبی لگ رہا تھا، میں تو تنہا انسان تھا لیکن ایک حسین وجود کس طرح یہ تنہائیاں دور کر دیتا ہے یہ تجربہ زندگی کا انوکھا تجربہ تھا۔ ندیم احمد شادی کے فوراً بعد شارجہ واپس چلا گیا تھا۔ بہر حال زندگی کیف و سرور سے دو چار تھی، لیکن ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی، میں نوشی سے وہ ساری باتیں متوقع رکھتا تھا جو فلموں میں دکھائی جاتی

ہیں، کھانا تیار، کپڑے استری، رخصتی بوسہ، استقبالیہ بوسہ، ان کاموں کے لیے کہا نہیں جاتا ان کی تحریک تو اندر سے ہوتی ہے لیکن ابھی تک نوشی کے اندر ایسی کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔

ایک صبح اس نے بستر میں انگڑائیاں لیتے ہوئے کہا۔

فیصل چائے۔

’’تم نہیں اٹھوگی؟ یہ بات مَیں نے کوئی ڈیڑھ ماہ کے بعد کہی تھی۔‘‘

لو___ بستر سے نکل جایا جائے تو پھر بیڈٹی، بیڈٹی کہاں رہتی ہے۔

’’مجھ سے پہلے تمھیں بیڈٹی کون دیتا تھا۔‘‘

’’طاہرہ___ وہ آنکھیں میچ کر بولی۔‘‘

’’اور اس سے پہلے___ میں نے سوال کیا۔ وہ کچھ لمحے تو اس سوال پر غور کرتی رہی پھر ایک دم اس کے چہرے کے نقوش بدل گئے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور غسل خانے میں چلی گئی۔ میں خاموشی سے کچن چل پڑا۔ وہ صرف پانی کے چھینٹے منہ پر ڈال کر کچن میں آ گئی تھی۔ اُس نے چائے کے لوازمات سنبھالے تو مَیں نے بھی اسے منع نہیں کیا۔ میں اس بات سے متفق تھا کہ اب اسے گھر کے امور سنبھالنے چاہئیں۔ دوپہر کو میں آفس میں ہوتا تھا اس لیے وہیں کچھ کھا لیتا تھا، شام کو ہم عموماً کہیں باہر کھانا کھاتے تھے جس دن باہر نہ جاتے اس دن میں کھانا بازار سے لے آتا۔ اس میں سے جو بچتا وہ اسے دوسرے دن دوپہر کو کھا لیتی۔

وہ چائے لے کر آ گئی، اپنی پیالی بھی لائی تھی میں نے کہا۔‘‘

’’مجھے اندازہ ہے کہ تم نے میری بات کا بُرا منایا ہے۔‘‘

’’نہیں، میری غلطی ہے، وہ بولی۔‘‘

’’گھر، ہمارے خوابوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ابھی تک ہم نے گھر کا آغاز نہیں کیا ہے۔ گھر کی صفائی صرف اتوار کو ہوتی ہے۔ تم اس کے لیے میری چھٹی کا انتظار کرتی ہو، ہمارے کچن میں صرف چائے بنتی ہے، ایسا سب کچھ گھروں میں نہیں ہوتا۔‘‘

’’جی! آئندہ شکایت نہیں ہوگی۔ لیکن۔‘‘

’’ہاں، لیکن۔‘‘

’’تم آئندہ یہ سوال نہیں کروگے کہ۔۔۔ کہ اس سے پہلے کیا ہوتا تھا؟ اس کا لہجہ

سفاک ہوگیا۔‘‘

’’ٹھیک ہے، سوری___ مَیں نے کہا۔ میں نے اس کے لہجے کی برہمی محسوس کر لی تھی۔‘‘

اس دن کے بعد میں نے نوشی میں خاصی تبدیلیاں دیکھیں اس واقعے کے پہلے ہی دن جب میں گھر واپس آیا تو میں نے گھر کو صاف ستھرا دیکھا۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔

’’واہ، یہ ہمارا گھر ہے، تمھاری طرح خوب صورت، دلکش، وہ کچھ نہیں بولی۔ پھر اس نے کہا۔‘‘

’’فیصل، مین کچھ دن کے لیے طاہرہ کے پاس جانا چاہتی ہوں۔‘‘

’’کچھ دن کے لیے کیوں؟ ہم طاہرہ سے ملتے رہتے ہیں، تم جب بھی جانا چاہو، وہاں جا سکتی ہو۔‘‘

’’کچھ دن مَیں اس کے ساتھ رہوں گی۔‘‘

’’یار تمھاری مرضی ہے، میرا مسئلہ یہ ہے کہ اَب تمھارے بغیر دل نہیں لگتا۔ میں نے نوشی کے چہرے پر کوئی تغیر نہیں دیکھا، یہ بھی اس کی ناراضگی کا اظہار تھا ورنہ اس طرح کے الفاظ پر وہ خوش ہوتی تھی، تب میں نے بھی سنجیدہ ہو کر کہا، تمہارا جب دل چاہے چلی جاؤ، اور جتنے دن کے لیے چاہو چلی جاؤ، میں نے تو بس اپنائیت سے منع کیا تھا، البتہ ایک بات میں جانتا ہوں، میری بہت معمولی سی بات پر تم زیادہ ناراض ہوگئی ہو۔

’’میں طاہرہ سے کچھ کھانے وغیرہ پکانا سیکھنا چاہتی ہوں، پہلے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔‘‘

’’تب ایک کام کرتے ہیں، میں نے کہا، اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا کچھ بولی نہیں۔ میں نے خود ہی کہا’’ میں دفتر سے ایک ہفتے کی چھٹی لے لیتا ہوں دونوں طاہرہ کے گھر چلتے ہیں اور اس سے کھانا پکانا سیکھتے ہیں، پھر دونوں مل کر پکایا کریں گے۔

’’مَیں سنجیدہ ہوں، وہ بولی۔‘‘

’’ہاں لگ رہا ہے، ٹھیک ہے پھر، جیسے تم چاہو___ مَیں نے بھی سنجیدہ سمجھ کر کہا۔ جو کچھ میں نے اس سے کہا تھا وہ بالکل غلط نہیں تھا، مگر اس نے ناراضگی کا اظہار شروع کر دیا

تھا۔ مجھے بھی بُرا لگا تھا۔ دوسرے دن میں نے خود اسے طاہرہ کے ہاں چھوڑ دیا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اس کا جتنا دل چاہے وہاں رہے مَیں اُسے لینے نہیں جاؤں گا نہ ہی اُسے آنے کے لیے کہوں گا۔ البتہ شام کو جب میں گھر پہنچا تو طاہرہ اور نوشی گھر میں تھیں۔ طاہرہ نے شوخی سے کہا۔

''تم دونوں میاں بیوی کافی چالاک ہو۔ یہ میڈم میرے گھر کھانا پکانا سیکھیں گی یعنی خرچ میرا ہوگا۔ میں نے تم دونوں کی چال ناکام بنادی ہے کیا سمجھے____!

آپ بہت ذہین ہیں طاہرہ____!

''وہ تو میں ہوں۔ بابا مہنگائی کا زمانہ ہے۔ میرے اکیلے کا تو کچھ مسئلہ ہی نہیں ہے ایک دن پکالیا چار دن چل گیا۔ چٹنی اچار کے ساتھ بھی گزارا ہو جاتا ہے یہ دیکھیے____ طاہرہ نے ایک کتاب سامنے کرتے ہوئے کہا۔''

''یہ کیا ہے۔''

''کھانا پکانے کی سو ترکیبیں، سو دن تو گزرے آرام سے۔ یعنی تین مہینے دس دن۔ اس کے بعد تاریخ اپنے آپ کو دُہرائے گی۔''

''ٹھیک میں نے کہا، طاہرہ نے کچن میں نوشی کے ساتھ کام کیا رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھایا۔ پھر اس کی خواہش پر ہم اُسے چھوڑنے گئے۔ واپسی میں نوشی نے کہا۔''

''میرے پاس کچھ پیسے ہیں۔''

ماشاءاللہ، مَیں نے کہا۔

''ان پیسوں سے میں آپ کو لارڈ میں کافی پلانا چاہتی ہوں،'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ لارڈ کے پارکنگ میں کار روک دی۔ کافی پیتے ہوئے اُس نے کہا۔

''ناراض ہیں؟ اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا اچانک عقب سے ایک آواز سنائی دی۔''

''پکڑ لیا نا آخر____ ہم سے چھپائے چھپائے پھر رہے تھے۔ ہوا بھی نہیں لگنے دی ہماری، ہم بھی منہ دکھائی تو دیتے، ہیلو بھابی، میرا نام طارق جمال ہے اور میں____ اس نے سامنے آ کر کہا۔ پھر ایک دم ٹھٹک گیا۔ پھر اس کے منہ سے نکلا____ آپ

____ یہ یہ____ یہ بھابی ہیں۔ یہ نشیمن ہیں نا____؟

''آپ شادی میں شریک ہی نہیں ہوئے۔''

''ہاں، لیکن____ او کے۔ او کے، وہ فوراً ہی مڑ گیا۔ اور پھر کیفے سے ہی چلا گیا۔ میں اور نوشی ہکا بکا رہ گئے۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوگی۔ ہم دونوں اس موضوع پر بات کرتے رہے تھے۔ دوسرے دن صبح جب میں آفس پہنچا تو اسسٹنٹ مینیجر اسرار صاحب نے ایک کاغذ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔''

''سر۔ اس پر سائن کر دیجیے۔''

کیا ہے؟ مَیں نے پوچھا۔

''استعفیٰ____ اسرار صاحب نے جواب دیا۔

O

میں نے کاغذ اسرار صاحب کے ہاتھ سے لے لیا، اس طرح کی پُراسرار باتیں مجھے پسند نہیں تھیں، اسرار صاحب خواہ مخواہ ڈرامہ کر رہے تھے، میں نے اس صفحے پر نگاہ ڈالی، ٹائپ کی ہوئی تحریر تھی اور استعفیٰ دینے والے کا نام فیصل تھا، فیصل حیات۔

''مم____ میرا استعفیٰ؟''

''جی سر، رات کو باس نے مجھے گھر پر ٹیلی فون کر کے ہدایت کی تھی کہ میں فیصل حیات کا استعفیٰ ٹائپ کر دوں، اس کی تحریر بھی انہوں نے ہی مجھے بتائی تھی اور کہا تھا کہ صبح جب آپ آفس آئیں تو آپ سے اس استعفیٰ پر سائن لے لیے جائیں، باس کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو اس نوکری سے نکال بھی سکتے تھے، لیکن اس سے آپ کے کیریئر پر اثر پڑے گا اس لیے آپ خود ہی استعفیٰ دے دیں، انہوں نے کہا تھا کہ یہ بات بھی آپ کو بتا دی جائے۔'' میں سمجھ گیا کہ صورت حال کیا ہوئی ہے۔

''باس نے کہا ہے سر کہ میں آپ سے چارج لے لوں۔''

''آپ اپنا کام کریں اسرار صاحب۔'' میں نے کہا اور اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا، ہاں چپراسی نے میرا استقبال کیا، پہلے اس نے مجھے سلام کیا اس کے بعد بولا۔

''صاحب جی! مجھے ہدایت ملی ہے کہ آپ کو آپ کے آفس میں داخل نہ ہونے

دوں۔'' میں نے ایک نگاہ چپراسی کو دیکھا، پھر خاموشی سے واپس آ کر لابی میں بیٹھ گیا، طارق جمال سے اس کے علاوہ اور کیا اُمید کی جا سکتی تھی، وہ ایک چھوٹے دل اور اوچھی طبیعت کا مالک تھا، زیادہ سے زیادہ بس یہی کر سکتا تھا وہ جو اس نے کر ڈالا تھا، لیکن بات بہرحال پریشانی کی تھی، نوشی سے شادی کرنا تو میرا بالکل ذاتی مسئلہ تھا، اس کا طارق جمال پر اتنا زبردست ری ایکشن ہوگا، میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ ویسے اسے میری ذاتی زندگی پر اختیار کا کوئی حق نہیں تھا، ٹھیک وقت پر طارق جمال دفتر میں داخل ہوا اور اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا، لابی سے ہی گزرگاہ تھی، لازمی بات ہے اس نے مجھے دیکھ لیا ہوگا، میں نے کچھ منٹ انتظار کیا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے آفس کے دروازے پر پہنچ گیا، چپراسی نے دروازہ کھول دیا تھا، شکر تھا کہ اس نے چپراسی کو ملاقات کے لیے منع نہیں کیا تھا، میں اندر داخل ہوا اور طارق جمال کو سلام کیا تو اس نے رعونت سے گردن سے اشارہ کیا، پھر بولا۔

''بیٹھیے۔''

''سر۔۔۔ یہ کیا ہے؟'' میں نے استعفیٰ کا کاغذ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

''آپ استعفیٰ دے دیں فیصل صاحب، اب اس فرم میں آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔''

''سر وجہ معلوم کر سکتا ہوں۔''

''ہاں کیوں نہیں، ایک ایسی لڑکی سے جس نے میرے دفتر میں مجھ پر دست دراز کی، اپنے جوتے سے مجھے مارا، آپ نے شادی کر کے اُسے عزت دی، میری کیا عزت گئی، میرے سارے اسٹاف کو مجھ پر ہنسنے کا موقع دیا ہے آپ نے تو مجھے اتنا حق تو حاصل۔ کہ میں آپ کو آپ کی نوکری سے نکال دوں، لیکن اس کے باوجود میں نے اپنے اور آ کے تعلقات کا خیال رکھتے ہوئے آپ کو ٹرمینیشن نوٹس نہیں دیا، تاکہ کہیں اور ملازمت کر میں آپ کو کوئی دقت پیش نہ آئے، البتہ یہاں اب آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔''

''سر، آپ نے اس وقت تو مجھے پولیس ایکشن سے روک دیا تھا جب نوشی نے آ کے ساتھ بدتمیزی کی تھی، آپ نے اس بات کو جتنا لائٹ لیا تھا اس سے میرے ذہن میں

خیال آیا کہ آپ کو اس مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، مجھے لڑکی پسند آ گئی تھی میں نے اس سے شادی کر لی۔'' طارق جمال نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولا۔

''یہی آپ کا جرم ہے فیصل صاحب کیونکہ وہ لڑکی مجھے بھی پسند آ گئی تھی۔ ایک ایسی لڑکی کو جو مجھے پسند آئی تھی اور میں اُسے اپنی سیکریٹری کے طور پر رکھنا چاہتا تھا آپ نے کیوں پسند کیا، گویا جس لڑکی کو میں نہ حاصل کر سکا اسے آپ نے حاصل کر لیا، گویا آپ میرے مدمقابل آ گئے۔ میں اپنے مقابلے پر کسی شخص کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی رعایت کر سکتا ہوں، بہتر ہے کسی قسم کی کوئی فضول بات نہ کریں، آپ استعفیٰ سائن کریں ورنہ پھر کل آپ کو ملازمت سے برخاست کرنے کا کاغذ مل جائے گا۔'' مزید کچھ کہنے کی کوشش بے مقصد تھی، ایک کم ظرف آدمی سے کچھ کہنا اپنی عزت کھونے کے مترادف تھا چنانچہ میں نے جیب سے پین نکال کر استعفیٰ سائن کیا اور خاموشی سے طارق جمال کو پیش کر دیا، طارق جمال نے کاغذ لے کر پڑھا اور اس کے بعد انٹرکام کا بٹن دبایا اور بولا۔

''تصدق صاحب۔''

''یس سر، یس سر۔'' دوسری طرف سے اکاؤنٹینٹ کی آواز سنائی دی۔

''فیصل حیات آپ کے پاس آ رہے ہیں۔'' ''آپ دوسرے تمام کام چھوڑ کر ان کے ڈیوز چیک کیجیے اور انہیں کیش پے منٹ کر دیجیے جتنا بھی بنتا ہے۔''

''یس سر۔'' تصدق صاحب کی آواز سنائی دی۔

''او کے مسٹر فیصل شکریہ۔'' طارق جمال نے ایک فائل اپنے سامنے کر لی، میں تھکے تھکے قدموں سے باہر نکل آیا۔ یہ ایک بہت بڑی افتاد تھی، میں جانتا تھا کہ ملازمت کا حصول کیا چیز ہوتی ہے، بہت دھکے کھانے پڑتے ہیں، اس کے باوجود اپنی پسند کی ملازمت نہیں لتی، میں سیدھا تصدق صاحب کے پاس پہنچا، پورے دفتر کی نگاہیں مجھ پر تھیں جس کا مطلب تھا کہ بات پھیل چکی ہے، تصدق صاحب نے ایک اچھی خاصی رقم مجھے دی اور میں حتیاط سے رقم لے کر باہر نکل آیا، لیکن دل کا جو حال تھا وہ میں اچھی طرح جانتا تھا، سیدھا گھر ی پہنچا تھا، نوشی مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''خیریت، طبیعت ٹھیک ہے۔''

"ہاں یار گڑ بڑ ہوگئی، اس شخص نے کمینے پن کا مظاہرہ کیا۔"

"کک ۔۔۔ کس نے؟" نوشی حیرانی سے بولی۔

"طارق جمال نے، کل وہ مجھے ملا تھا تو میں نے تم سے کہا تھا نا کہ گڑ بڑ ہوگئی، اصل میں وہ کم ظرف انسان ہے، اس وقت اس نے تمھارے خلاف کوئی قدم اس لیے نہیں اٹھایا کہ آئندہ اس کی رنگ رلیاں ختم ہو جائیں گی، لیکن دل ہی دل میں وہ تمھارے لیے سخت کینہ رکھتا تھا اور جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ اب تم میری بیوی ہو تو اس نے کھل کر مجھ سے یہ بات کی کہ جس لڑکی نے اس کی بے عزتی کی تھی میں نے اس سے شادی کر کے غداری کا ثبوت دیا ہے اور وہ مجھے اَب اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا، چنانچہ مجھ سے استعفیٰ لے لیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب، نوکری چھوٹ گئی ہے آپ کی؟" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں نوشی! زندگی نے ایک بار پھر جدوجہد کی دعوت دی ہے، آزماتے ہیں اپنے آپ کو، لو یہ پیسے رکھو، یہ میرے تمام ڈیوز ہیں، ذرا احتیاط رکھنا ہوگی، میں کمر باندھ کر نکلتا ہوں۔" کمر تو خیر میں کیا ہی باندھتا کیونکہ کمر پر بیلٹ بندھی ہوتی ہے، لیکن کوئی نتیجہ نہیں مل رہا تھا پندرہ دن، بیس دن مہینہ دو مہینے، ہر طرف کوشش کر رہا تھا، خود بھی نکل جاتا، شناساؤں سے ملتا، اخبارات دیکھتا اور مطلب کے اشتہاروں کو سی وی بھیج دیتا، ایک دو جگہ انٹرویو بھی دیے مجھ سے تجربے اور تنخواہ کے بارے میں پوچھا گیا اور مسترد کر دیا گیا، تین چار بلکہ پانچ مہینے ہو گئے جو اثاثے تھے وہ ختم ہوتے جا رہے تھے، ہم نے ابھی تک طاہرہ کو یہ کیفیت نہیں بتائی تھی حالانکہ طاہرہ میری اور نوشی کی ملاقات کا پس منظر جانتی تھی، اس دوران اس سے کئی ملاقات ہوئی تھی، لیکن میں نے نوشی کو منع کر دیا تھا کہ ذاتی معاملات میں کسی کو مداخلت اجازت نہ دی جائے ایک بار نوشی نے دبی زبان سے مجھ سے کہا۔

"وہ اگر ہم طاہرہ کو یہ بات بتا دیں تو وہ ندیم بھائی سے کہہ سکتی ہے کہ شارجہ میں آپ کے لیے کوئی نوکری تلاش کی جائے، ندیم بھائی اسے بھی بلانے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم وہیں چلیں گے، باہر کی دنیا میں اچھی زندگی گزرے گی۔"

"نہیں، اگر میں ملازمت پر ہوتا اور کسی اچھی ملازمت کے لیے ندیم مجھ سے کہتے تو بہتر تھا، یہ ذرا کچھ اچھا نہیں لگتا، پلیز مجھے خود ہی کوشش کرنے دو۔"

"آدھا سال تو گزر گیا آپ کو کوشش کرتے ہوئے، ہر قسم کی تفریحات، خریداری بند ہو چکی ہے، کتنے عرصے سے میں نے کوئی شاپنگ نہیں کی، ہر انسان اپنے وسائل کو ٹٹولتا ہے ہمارے پاس ایک ذریعہ ہے تو ہم اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں، میں طاہرہ سے بات کرتی ہوں۔" نوشی نے کہا اور نجانے کیوں مجھے طیش آ گیا۔

"نوشی! تمھیں شرم نہیں آتی یہ بکواس کرتے ہوئے، کون سی مہارانی ہو تم، ٹکے ٹکے کی ملازمت تلاش کرتی پھر رہی تھیں، دوست کے گھر میں زندگی گزار رہی تھیں اور اب مجھے بیروزگار ہوئے چند مہینے ہو گئے تو تمھیں ساری شاپنگ اور عیاشی یاد آ گئی، مجھے معاف کرنا نوشی، لوگ بہت سی باتیں بالکل ٹھیک کہتے ہیں، اگر کسی سے محبت ہو جائے تو اس سے شادی نہیں کرنی چاہیے، بات دوستی تک ہی رہے تو زیادہ اچھی ہوتی ہے کیونکہ محبوبہ کبھی اچھی بیوی نہیں ہوتی۔ تم اس بات کو حقیقت کا رنگ دے رہی ہو، دوسری بات یہ ہے کہ ایک خوش حال گھرانے کی لڑکی فراخ دل ہوتی ہے، کھائی کھیلی، زندگی سے سیراب اور جو چھوٹے گھر سے تعلق رکھتی ہے اسے دنیا کی خواہش بہت زیادہ ہوتی ہے، باقی ساری باتیں اس کی سمجھ سے دور ہوتی ہیں، کاش میں جلد بازی سے کام نہ لیتا، نوشی ہکا بکا آنکھیں اور منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے گردن جھکائی اور خاموشی سے اٹھ کر میرے سامنے سے چلی گئی، مجھے واقعی اس کی باتیں بہت بری لگی تھیں، بہر حال اس کے بعد کئی دن تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی، میں مسلسل اپنی جدوجہد میں مصروف تھا، سارا دن نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا تھا ایک بوکھلاہٹ سی مجھ پر سوار ہو رہی تھی، یہ ملازمتوں کو کیا ہوا، کیا مجھے ملازمت نہیں ملے گی، جھنجلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی اور ایک شام یہ جھنجلاہٹ ایک حادثے میں بدل گئی، پورے دن کی تھکاوٹ کے بعد بھوکا پیاسا انسان جب گھر آئے اور کھانے کو ملیں کڑوے کریلے تو اس بیچارے کی کیا حالت ہوگی، اگر کریلے تھوڑے سے بھی گوارا ہوں تو چھوٹا سا تعریفی جملہ کہہ کر بیوی کا دل خوش کر دیا جائے اور بات ٹل جائے، مگر کریلے کڑوے ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بدذائقہ بھی تھے، مجھے یوں لگا جیسے نوشی نے جان بوجھ کر گھر کے کاموں سے لاپرواہی برتنا شروع کر دی ہو۔ پتہ نہیں اس نے یہ کیا کیا تھا، نہ کریلوں میں نمک تھا اور نجانے کیا کیا ڈالا ہوا تھا، کوئی اور موقع ہوتا تو شاید اس بات کو ایک تفریحی عمل میں تبدیل کر دیا

جاتا لیکن شدید جھنجلاہٹ طاری تھی سر میں درد بھی تھا، دو تین نوالے چکھے تھے کہ نوشی نے
کہا۔

"کیسے پکے ہیں؟ مَیں نے اخبار میں ترکیب دیکھی تھی۔ شاید تم یقین نہ کرو کہ میں نے
اس ترکیب میں تھوڑی سی ردوبدل کی اور کمال کی ڈش بن گئی۔"

"واقعی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم آج کل دن رات کمال کر رہی ہو، اپنے دل کا
بخار ہر چیز پر اُتار رہی ہو، ایسے کھانے سے تو بہتر تھا کہ کسی سستے سے نان نہاری کے ہوٹل سے
دو روٹی اور ایک پلیٹ نہاری کھا کر گھر واپس آ جاتا۔" نوشی کا چہرہ ایک دم اُتر گیا، اس نے
شکایتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو کسی کا دل توڑتے ہوئے ذرا خیال نہیں آتا، آپ دیکھ رہے ہیں کس بلا کی
گرمی پڑ رہی ہے، بجائے اس کے کہ میرے لیے گھر میں اے سی لگایا جاتا۔ اس گرمی میں
دوزخ جیسے گرم چولہے کے سامنے کھڑے ہو کر کھانا پکانا کوئی آسان کام ہے۔"

"اور اگر تم سمجھتی ہو کہ کھانا پکانا اتنا ہی مشکل ہے تو خدا کے واسطے مجھے ایسے کھا
کھانے کی سزا تو نہ دو۔"

"آپ زیادتی نہیں کر رہے میرے ساتھ؟"

"مجھے معاف کرنا نوشی، میں نے اُس دن بھی تم سے کہا تھا کہ چھوٹے گھر کی عور
چھوٹی ہی باتیں کر سکتی ہے، بڑے عالی شان گھرانے سے تعلق ہے نا تمھارا، اے سی
زندگی گزاری ہے نا تم نے، بابا وہ باتیں کرو جو چلنے والی ہوں جو اوقات ہے تمھاری ا
اوقات کے اندر رہو۔" میں غصے سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا، نوشی پتھرائی ہوئی بیٹھی تھی، پھر ا
کی سسکیاں ابھرنے لگیں اور مجھ پر جنون سوار ہو گیا، دن بھر کی تپش میں تپنا، خالی پیٹ اور
نوشی کا حقیقت پر اس طرح آنسو بہانا کسی کا بھی دماغ خراب کر سکتا تھا، میں نے کہا۔

"یہ کھانا کسی گھٹیا سے ریسٹورنٹ میں بھی کھایا جا سکتا ہے، تمھیں ذرا بھی احساس نہ
ہے کہ میں بری طرح تھک چکا ہوں مجھے سکون چاہیے اور تم نے گھر میں یہ سوگواری پھیلا
ہے، ارے بابا، نوکری تلاش کر رہا ہوں گھر میں نہیں بیٹھا، لوگ کہتے ہیں کہ اولاد باپ
تقدیر سے اور دولت بیوی کی تقدیر سے، تو دو تقدیر کے کھوٹے اکٹھے ہو گئے ہیں، دولت

دولت نوکری بھی گئی، یہ کیا ہے آخر؟"

"آپ مسلسل مجھ پر طنز کر رہے ہیں۔ مجھے گھٹیا گھرانے کی عورت کہہ رہے ہیں اور
اَب آپ نے مجھے منحوس بھی کہہ دیا ہے، آپ میرے ان آنسوؤں کو ناٹک کہہ رہے ہیں اگر
اتنی ہی گراں گزر رہی ہوں آپ پر تو پھر اس کا ایک آسان حل ہے، بہت ہی آسان۔" یہ کہہ
کر وہ کرسی دھکیل کر اپنی جگہ سے اٹھی اور بیڈروم میں گھس گئی، میں بیڈروم میں دروازوں اور
بکسوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں سنتا رہا پھر میں نے سامنے رکھا ہوا پانی کا جگ
اٹھایا اور ٹھنڈے پانی کے دو گلاس پیئے، وہ جو کچھ کہہ کر گئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ
کہیں جا رہی ہے۔ ظاہر ہے ایک جگہ ہے اس کے لیے طاہرہ کا گھر، ایک لمحے کے لیے دل
چاہا کہ اندر جا کر اس سے سوری کر لوں اور اس سے کہوں کہ غصے میں یہ ساری باتیں کہہ گیا،
لیکن نجانے کب کسی بزرگ نے ایک کہاوت سنائی تھی، جس میں اس نے کہا تھا کہ اگر کبھی
بیوی گھر سے لڑ کر میکے جانے کی دھمکی دے تو اس کا جواب صرف خاموشی ہی ہے، جاتی ہے تو
جائے اس لیے کہ وہ واپس آئے گی، وہ ضرور واپس آ جائے گی، البتہ اگر کہیں تم نے اسے
روکنے کی کوشش کی یا اس کے آگے ہاتھ پاؤں جوڑنے بیٹھ گئے تو پھر سمجھ لو کہ ساری زندگی اس
کی رعایا بن کر گزارنی پڑے گی، اس وقت مجھے وہی سب کچھ یاد آ گیا تھا، چنانچہ میں نے
اخبار اٹھا کر سامنے کیا اور اسے پڑھنے لگا، لیکن میرے کان آوازوں پر ہی لگے ہوئے تھے،
کھٹر پٹر کی آوازیں ظاہر کر رہی تھیں کہ نوشی بھی بس مجھے دھمکی ہی دے رہی ہے، یقیناً اسے
توقع ہوگی کہ میں ابھی کمرے میں داخل ہوں گا اور اسے منالوں گا، لیکن وہ قدم اٹھا چکی تھی،
رکنا بھی مشکل تھا، چنانچہ وہ چیزیں پیک کرتی رہی، ایک عجیب وغریب موڑ زندگی میں آ گیا
تھا۔ وہ بڑی آہستگی سے پیکنگ کر رہی تھی اور جب وہ پیکنگ سے فارغ ہو گئی اور میں اس
کے پاس نہیں پہنچا تو وہ غصے میں بیگ اٹھائے باہر نکل آئی، اس نے ایک نگاہ ڈالی شاید اب
بھی میں اسے روک لوں، لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ کہیں نہیں جائے گی، کوئی جگہ بھی تو ہو اس
کے جانے کے لیے، کتنی ہی بار دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی کہ بلاوجہ جھوٹی انا کے ہاتھوں
قربان ہو رہے ہیں، مَیں ہی اس کی لاج رکھ لوں، اُسے بانہوں میں لے کر روک لوں، لیکن
بس انسانی کمزوریوں کے بارے میں کیا کہا جائے۔ البتہ مَیں نے صرف اتنا ہی کہا۔

''ہوں، تمھاری تیاری مکمل ہوگئی؟''

''ہاں، شکر ہے مجھے بہت جلد تمھارا اصل روپ نظر آ گیا۔'' اس نے زہریلے لہجے میر
کہا۔

''ویری گڈ، اس سے پہلے میرا روپ نقلی تھا، ٹھیک ہے تمھاری خوشی، مگر جاؤ گی کہاں
رات تو تمھیں کسی ہوٹل میں بسر کرنا پڑے گی۔''

''کیوں، ہوٹل میں کیوں۔ کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔ تمھارے خیال میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیر
ہے۔''

''ہاں ہاں، ہے تو سہی،'' مگر وہ صرف تمھاری سہیلی ہے، اس نے تم سے پیچھا چھڑا لیا
پھر وہ دوبارہ تمھیں کیوں برداشت کر سکے گی؟''

''ہاں ہاں ٹھیک ہے، تم نے بھی شاید اسی لیے مجھے نظر انداز کیا ہے او کے او کے۔'' و
سوٹ کیس اٹھا کر باہر نکل گئی، دل ایک بار پھر زور سے اچھلا تھا، یہ ہو کیا رہا ہے، کیا حماقت
ہے، لیکن پھر میں نے سوچا کہ چلو زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی ہی سہی، اوّل تو طاہرہ اس طرر
کی خاتون ہے کہ وہ کسی قیمت پر اسے ایسی حالت میں قبول نہیں کرے گی، اس وقت جب
کھانا پکانے کی بات ہوئی تھی اور وہ طاہرہ کے پاس چلی گئی تھی تو طاہرہ اسے لے کر منٹوں میر
گھر پہنچ گئی تھی اور اس نے بات کو ایک پُر لطف رنگ دے کر بدل دیا تھا۔ اس وقت بھی ا
اسے رکھے گی نہیں اور لے آئے گی۔ نہیں نہیں، اب وہ نکل گئی ہے گھر سے تو اسے خود ہی
واپس آنے دیا جائے، واقعی بات غلط ہے، کچھ بھی ہو جائے اسے اس طرح جانا نہیں چاہئے
تھا۔ بہت دن کے بعد ایک تنہا رات زندگی میں آئی تھی اور شادی سے پہلے کے گزرے
ہوئے لمحے یاد آ گئے تھے، شادی سے پہلے کیا لاپرواہی تھی، حسین زندگی گزرتی تھی، موزے
منتشر زندگی کا اپنا ایک مزہ ہوتا ہے۔ موزے کہیں پڑے ہیں تو جوتے کہیں۔ نوشی کے آ
کے بعد یہ زندگی ختم ہوگئی تھی، الٹے سیدھے بوجھ آ پڑے تھے نہ کسی کو جواب دہی نہ کسی کی تنقی
اس سے بڑی بے وقوفی کوئی اور ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں، مجھ سے بڑا احمق بھلا کون ہوگا۔ لوگوا
کے گھر ہوتے ہیں، ماں، باپ، بہن، بھائی، سب کی ذمے داریاں، اپنے لیے کچھ بھی نہیر
کچھ کرو تو سو بار سوچو قدرت نے تو مجھے آزادی سے نوازا تھا۔ میں نے خود اپنے پیروں پر نو

ارلی تھی، یعنی کلہاڑی۔ سب کچھ چوپٹ ہوگیا تھا بلاوجہ کے نخرے اٹھانے پڑتے تھے۔ یہاں
تک کہ نوکری بھی نوشی کی وجہ سے ہی گئی۔ طارق جمال باس تھا۔ اس نے باس پر جوتے
ِسائے تھے وہ کیسے معاف کر دیتا۔ حالانکہ نوشی اپنی جگہ درست تھی، لیکن۔ لیکن غلطی میری
تھی۔ کم از کم مجھے نوشی سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ فضول آدمی ہوں میں۔ بالکل
عاقبت اندیش۔ والدین شادیاں کرتے ہیں، خاندان کی چھان بین کرتے ہیں، شجرہ نسب
یکھتے ہیں ہر طرح کی ذمہ داریاں قبول کرتے ہیں ایک تجربہ ہوتا ہے ان کا۔ لیکن ہم، ہیرو
ہرزیرو۔

ان خیالات سے چھٹکارا اس وقت ہوا جب نیند نے آنکھیں بند کر دیں۔ سو گیا۔
نہ خاصی رات گئے کروٹ بدلی تو ہاتھ خود بخود برابر جا پڑا، جہاں نوشی ہوتی تھی اور اس کے
ود کالمس۔ آنکھوں میں گدگدی بن جاتا تھا، لیکن اس وقت ہاتھ خالی واپس آ گیا۔ اور نیند
ـ دم ٹوٹ گئی۔ آنکھیں چوپٹ کھل گئیں، دل زور سے دھڑکا اور میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ
یا۔ آنکھیں اسے تلاش کرنے لگیں۔ بدن اینٹھنے لگا۔ اب تو میں اس کا عادی ہوگیا ہوں۔
دی کے بعد سے کوئی رات اس سے دور نہیں گزری، کیا کروں، کیا۔ بے وقوفی ہے اب اور
نقصان اٹھانے ہیں۔ آ جائے گی جھک مار کر گئی ہی کیوں تھی۔ دوسرے کمرے میں چلی
ی۔ بات چیت بند کر دیتی آخر کار سب ٹھیک ہو جاتا۔ ٹھیک ہے گئی ہے تو جائے۔ میں بستر
بارہ لیٹا اور آنکھیں بند کر لیں۔

شکر ہے نیند آ گئی، لیکن دوسرا دن پھر کرب کا دن تھا۔ رات کو چونکہ بے سکون رہا تھا
لیے جب دوبارہ جاگا تو ساڑھے دس بج رہے تھے۔ گھڑی پر نگاہ پڑی تو اچھل پڑا۔ اتنی
وگئی، لیکن، مقصد نہ نوکری ہے نہ چھوکری۔ نہ کوئی جگانے والا ہے نہ کوئی ناشتہ دینے والا،
ہنسی آ گئی۔ زندگی پھر اسی ڈگر پر آ گئی نا۔ اس وقت اس زندگی کے عادی تھے بیٹا۔ اب
رہے نہ بٹیر۔ دھت تیرے کی وقت پر عقل ساتھ دے جاتی تو ٹھیک ہے ورنہ پچھتاووں
وا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ سب کچھ جھوٹ ہے۔ نہ عشق نہ ہمدردی، ریٹرن کچھ بھی نہیں ہے۔
ا رفاقتیں، ساری محبتیں ضرورت کی تخلیق ہیں۔ آپ تو اور بھی کمزور ہوئے ______
ناتختہ ______ چلو نہا لیا جائے ______ واش روم میں پانی کی پھواروں نے پھر کھوپڑی

اُلٹ دی۔ وہ ایک غیرت مند لڑکی ہے۔ اس کی عزت نفس مجروح کی گئی وہ مدمقابل پر
لے کر پل پڑی۔ میں نے کیا کیا ہے، وہی نا جو طارق جمال نے کیا تھا میں نے بھی تو اسے
بھلا کہا ہے اسے چھوٹے گھر کی لڑکی اور نہ جانے کیا کیا کہا ہے زیادتی تو کی ہے میں نے
کے ساتھ ____ تو پھر کیا کروں ____ اسے منا کر لے آؤں، بات وہی کہاوت
ہو جاتی ہے، پہلی ہی بار اگر میں نے اس کے سامنے گردن جھکا دی تو پھر اس گردن کو ہم
جھکنا پڑے گا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے، بات اتنی بڑی بھی نہیں تھی کریلے خراب پکے تھے
انہیں اچھا کیسے کہہ سکتا تھا وہ اس طرح پکانے کی عادی ہو جاتی اور مجھے کریلوں کی سزا
پڑتی ایک دن کی بات نہیں ہے زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ ایسے تو نہیں گزر سکتی۔ اسے بھی تو
چاہیے تھا، میں نے تو اس کے ساتھ وہ تعاون کیا ہے جو کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ انسان شر
زندگی سے تو پوری طرح واقف ہوتا ہے اس نے مجھے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں
کم از کم شادی کے بعد تو اسے مجھ پر اتنا اعتماد کرنا چاہیے تھا۔ وہ بھی تو مجھ سے زیادہ مخلص
ہوئی، میں نے بھی تو کتنے صبر کا ثبوت دیا ہے کوئی غلط بات بھی ہو سکتی ہے۔

افوہ ____ پاگل ہو گیا ہوں کیا میں، اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سو
حماقت ہے خواہ مخواہ دیوانگی سوار کر لی ہے خود پر ____ فیصل صاحب واپس آ جائیے او
لیجیے کہ زندگی وہیں واپس آ گئی جہاں تھی ____ اگر نوشی صاحبہ خود واپس تشریف لے
تو ویل اینڈ گڈ ____ ورنہ گڈ بائے ____ پہلے کی طرح ناشتہ تیار کیا۔ لباس منتخب
کو سنوارا اور غم روزگار سے گزرنے لگا ____ یعنی نوکری کی تلاش، نوکری ملنا مشکل
تھا۔ میری تعلیم میرا تجربہ مجھے نوکری دلوا سکتا تھا لیکن میں تنخواہ کم از کم اتنی ہی چاہتا تھ
طارق جمال کی فرم میں ملتی تھی۔

سارا دن اسی طرح گزر گیا جس طرح پچھلے دن گزرے تھے سورج چھپے گھر واپ
لیکن تالا لگے ہوئے گھر ____ اس طرح جیسے گھر میں بہت عرصہ سے واپسی نہیں ہو
ایک بار پھر دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں، تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ گھر ب
ہوا تھا۔ ہر طرف سگریٹوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ صبح کے جھوٹے برتن منہ چ
تھے۔ ڈائننگ ٹیبل پر باسی کھانا جوں کا توں پڑا ہوا تھا۔ وہ منحوس کریلے جو بنائے فساد

طرح مجھے گھور رہے تھے۔ دل چاہا کہ انہیں اٹھا کر دیوار پر دے ماروں ____ میرا ذہنی
بحران عروج پر تھا۔ کاش ذرا سے صبر سے کام لے جاتا۔ دل پر جبر کر کے جھوٹی تعریف ہی کر
دیتا اور آئندہ کبھی کریلوں کی فرمائش نہ کرتا بلکہ کریلوں کو گھر میں داخل ہی نہ ہونے دیتا۔

بھوک لگ رہی تھی، صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا چنانچہ ایک بار پھر گھر سے باہر نکل آیا اور
پھر تھوڑے فاصلے پر ایک گھٹیا سے ہوٹل سے کھانا کھایا۔ احساس بھی نہیں ہوا کہ کیا کھا رہا
ہوں۔ بس شکم سیری کی تھی ایک یاس انگیز کیفیت نے سارے وجود کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا نوشی
کی قربت کو خواب سمجھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا عجیب ذہنی بحران سے گزر رہا تھا۔ ایک ایسی لڑکی
کے نخرے تو دیکھئے جو ایک اوباش انسان سے کہہ رہی ہے کہ سر میں بہت محنتی ہوں، سارا کام
چٹکی بجاتے سیکھ لوں گی، سر مجھے اس نوکری کی سخت ضرورت ہے، اور اب جیسے زندگی کے
سارے سکھ مل گئے تو تو ____ آہ کیا کروں ____ وہ خود بھی تو واپس آ سکتی تھی اگر اسے
بھی مجھ سے محبت ہوتی کہ وہ میری سخت زبانی کو نظر انداز بھی کر سکتی تھی۔ اور طاہرہ ____
پتہ نہیں اس نے طاہرہ سے کیا کہا ہو گا کہ وہ بھی خاموشی اختیار کر گئی ورنہ وہ تو بڑی صلح جو لڑکی
ہے۔ آخر کار میں نے فیصلہ کیا کہ طاہرہ ہی کو فون کروں، لیکن بات وہی ہو جاتی ہے۔ وہ
دونوں اس فون کا انتظار ہی کر رہی ہوں گی، جب انہیں فون ملے گا تو دونوں ایک دوسرے کو
اشارے کریں گی، مسکرائیں گی۔ اور وہ کہاوت ملیامیٹ ہو جائے گی "یعنی گربہ کشتن روز
اول" بیوی کو ایک بار یہ باور کرا دو کہ تم اس کے بغیر نہیں رہ سکتے پھر تماشہ دیکھو۔

اس کہاوت نے مجھے پھر روک دیا۔ دو تین بار فون کرنے کا ارادہ کیا لیکن یہ کہاوت
میرے کانوں میں چیخنے لگی۔ اور میں فون نہ کر سکا۔ دوسری رات پہلی سے بھی بدتر تھی۔ بستر
شکنوں سے بھرپور، ہر شے بے ترتیب، زندگی کی ترتیب عورت کے بغیر ممکن نہیں ہے، آہ
دیکھو کتنا وقت لگتا ہے مجھے سکون پذیر ہونے میں ایک بات ضرور بتا دوں نوشی اگر میں نے
اس بے قرار دل کو سنبھال لیا تو پھر اس گھر میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ یہ عارضی
تکلیف ہے، آخر دور ہو جائے گی لیکن یہ تجربہ ہو جائے گا کہ کائنات میں سب سے زیادہ
ناقابل اعتبار عورت ہے۔

شدید ذہنی گھٹن ہوئی تو باہر نکل آیا اور سنسان سڑک پر دور تک نکل آیا۔ تبھی کسی آڑ سے

قدموں کی آہٹ ابھری اور مَیں اچھل پڑا۔ دل میں خوف کی لہر بیدار ہوئی تھی، پھر مجھے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

''اے، رک جاؤ۔''

مَیں نے گردن گھما کر دیکھا، پولیس والے تھے جو کچھ لمحوں کے بعد میرے پاس آ گئے۔ انہوں نے مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا وہ اس طرح چوکنے تھے جیسے مَیں ان پر حملہ کرنے والا ہوں۔

''کہاں جا رہے تھے؟''

''کہیں نہیں۔''

''پھر سڑک پر کیا کر رہے ہو؟''

''طبیعت خراب ہو رہی تھی، ٹہلنے نکل آیا۔''

رات کو تین بجے۔

''کہا نا، طبیعت خراب ہو رہی تھی۔''

''کہاں رہتے ہو۔؟''

وہ سامنے گھر ہے۔

''سچ کہہ رہے ہو۔''

''ہاں____ مَیں نے کہا۔

''چلو____ ہمارے سامنے اپنے گھر جاؤ____ ہم دیکھیں گے کہ اندر سے چیخ کی آواز آتی ہے یا نہیں۔ ویسے بھی رات کو تین بجے اس طرح آوارہ پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔

''اجازت____ ٹھیک ہے، مَیں نے اُلجھنا مناسب نہیں سمجھا اور ان کے سامنے گھر میں داخل ہو گیا۔ او کے نوشی صبح طارق جمال کے پاس جاؤں گا اس سے کہوں گا کہ باس میر نے نشیمن کو گھر سے نکال دیا ہے۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ مَیں نے غلطی کی تھی اس نے آپ کی توہین کی تھی مجھے اسی سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ آپ مجھے نوکری پر واپس لے لیں ایسی بے وفا عورت کے لیے میں اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن اس خیال

ساتھ ہی مجھے دفتر والوں کی آنکھیں یاد آئیں ____ سب مجھے ملامت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، سرگوشیاں کر رہے تھے ____ بس اتنے ہی بہادر ہو ____ وہ عظیم لڑکی جس نے ایک مثال قائم کی ہے تم نے اسے اپنا کر چھوڑ دیا ____

مدھم مدھم چاند نظر آنے لگا، سر چکرا رہا تھا، آنکھیں دکھ رہی تھیں، میز پر لیٹ گیا، آنکھیں بند ہو گئیں پھر اس وقت کھلیں جب گیارہ بج رہے تھے۔ باورچی خانے میں برتن دھوتے ہوئے مَیں نے خود پر ہزاروں بار لعنت بھیجی ____ تم اس قدر کمزور انسان ہو فیصل سیدھا سیدھا کام کرو ____ طاہرہ کو فون کرو اس سے بات کرو۔

ایک نگاہ باورچی خانے پر ڈالی، پہلے بھی تنہا زندگی گزار رہا تھا، لیکن اب تو یوں لگ رہا تھا جیسے زندگی میں کوئی کام نہ کیا ہو، ساری چیزیں الٹ پلٹ ہو گئی تھیں۔ پہلے یہ گھر میرا تھا، پھر جب سے نوشی گھر میں آئی تو یہ گھر میرا نہ رہا، اس کا ہو گیا۔ ہر چیز اس نے اپنی ترتیب سے رکھی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، اب میں یہ چیزیں کہاں تلاش کروں، تلاش کرنی چاہئیں، بہر حال تھا تو سب کچھ کچن میں ہی، مل گیا۔ آخر کار دو راتوں کے انتظار کے بعد میں نے اس دن طاہرہ کے گھر فون کر ہی دیا اور انتظار کرنے لگا، دوسری طرف ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی، بہر حال پھر اس کے بعد فون اٹھا لیا گیا۔

''ہیلو، مَیں فیصل بول رہا ہوں۔''

''جی فیصل بھائی خیریت؟'' طاہرہ کی آواز میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

''ہاں خیریت ہے، آپ کیسی ہیں طاہرہ؟''

''مَیں ٹھیک ہوں، نوشی کا کیا حال ہے، خیریت سے تو ہے نا؟'' ایک لمحے کے لیے مَیں سناٹے میں آ گیا۔ کیا نوشی وہاں نہیں ہے، میں نے دل میں سوچا اور یہ سوال میں نے طاہرہ سے کر ہی ڈالا۔

''طاہرہ! نوشی تمہارے پاس نہیں ہے؟''

''کیا ____ میرے پاس، کیا مطلب؟'' طاہرہ کے لہجے میں حیرت تھی، ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے پیٹ میں شدید کھولن محسوس ہوئی لیکن پھر فوراً ہی ایک خیال میرے ذہن میں بجلی کی طرح کوندا گیا، ہوں تو یہ بات ہے، گویا طاہرہ اور نوشی مجھے بیوقوف بنانے میں

ہیں، وہ مجھے سزا دینا چاہتی ہیں، میرا حربہ مجھ ہی پر استعمال کیا جا رہا ہے تاکہ جب میں یہ سنوں کہ نوشی طاہرہ کے پاس نہیں ہے تو بوکھلا کر ننگے پاؤں دوڑتا ہوا طاہرہ کے گھر پہنچ جاؤں اور پھر وہاں آہ وزاری کروں کہ نوشی کہاں چلی گئی اور عین اسی لمحے نوشی پردے کی اوٹ سے باہر آ جائے اور دونوں میرا خوب مذاق اڑائیں اور آئندہ کے لیے تابعداری کا وعدہ لے کر مجھے معاف کر دیں، گویا عمر بھر کے لیے میری ناک میں نکیل ڈال دیں، طاہرہ نے پھر کہا۔

''ہیلو ہیلو فیصل بھائی۔''

''ہاں ہاں بول رہا ہوں، طاہرہ کیا آپ یہ مذاق ختم نہیں کر سکتیں، آپ کو اندازہ ہے کہ آج تیسرا دن ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہیں فیصل بھائی کیا کہہ رہے ہیں خدا کے لیے مجھے بتایئے تو سہی یہ کیا مذاق ہے؟''

''طاہرہ! آپ بہت سنجیدہ خاتون ہیں، دیکھئے، وہ ناراض ہو کر گھر سے چلی گئی ہے، آج تیسرا دن ہے، بھلا آپ کے علاوہ وہ اور کہاں جا سکتی ہے؟''

''میری بات سنیں، میری بات سنیں، خدا کی قسم میرے فرشتوں کو بھی اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے، ارے باپ رے باپ کہاں گئی وہ، پلیز کچھ کریں، کچھ کریں۔''

''اگر آپ سچ کہہ رہی ہیں طاہرہ تو میرا خیال ہے کوئی بڑا حادثہ ہو گیا۔''

''خدانہ کرے، خدانہ کرے، آپ پلیز اسے تلاش کیجئے، مم ____ میں میں، آپ خدا کے لیے اسے تلاش کریں اور مجھے اطلاع دیں، میں تو سخت پریشان ہو گئی ہوں۔''

''گویا یہ میں خیال دل سے نکال دوں کہ وہ آپ کے پاس ہے؟''

''فیصل بھائی، فیصل بھائی، اتنے سنجیدہ مسئلے پر میں مذاق جاری نہیں رکھ سکتی۔'' میں نے ٹیلی فون بند کر دیا، اب میں عجیب گومگو کے عالم میں تھا، لیکن اب بھی مجھے اس بات کا شبہ تھا کہ نوشی طاہرہ کے پاس ہے، وہ لوگ ایک سنگین مذاق کر رہے ہیں نوشی نے اس سے کہہ ہو گا کہ اگر اس نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ وہ طاہرہ کے پاس ہے تو وہ اس سے کبھی نہیں ملے گی، خاصی ناراض ہو کر گئی تھی، میں نے دل میں سوچا کہ میں ساری چال اچھی طرح سمجھ ہوں، چشم تصور سے میں نے دیکھا کہ جب میں طاہرہ سے بات کر رہا تھا تو نوشی اس کے

برابر کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی، وہ مجھے بھرپور سبق دینا چاہتی تھیں، ٹھیک ہے، کوئی ایسی بات نہیں ہے، دیکھ لوں گا کیا ہوتا ہے، لیکن یہ بات سوچ کر میں اپنے دل کو بہلا نہیں سکتا تھا، اگر کچھ ہو جائے اس کے بعد کیا دیکھنا ہو گا۔ آخر کار وہ میری بیوی تھی، شادی کی تھی میں نے اس سے، نقصانات اٹھائے تھے میں نے اس کے لیے، ایک بہترین نوکری چھوٹ گئی تھی میری، اس طرح نظر انداز تو نہیں کر سکتا، اگر وہ واقعی طاہرہ کے پاس نہیں گئی ہے تو پھر کہاں گئی، کیا کسی ہوٹل میں قیام کیا ہے اس نے۔ اور پہلی بار ایک اور خیال میرے دل میں آیا، ذرا گھر کی تلاشی تو لوں، وہ کیا لے گئی ہے، پیسے وغیرہ ہیں اس کے پاس یا نہیں، میں نے پھرتی سے اس کی الماریوں کی تلاشی لینا شروع کر دی، چند جوڑی کپڑے تو وہ بے شک لے گئی تھی، لیکن اس کے تمام زیورات جوں کے توں تھے۔ سیف میں خاصی رقم بھی رکھی ہوئی تھی، اگر وہ اس رقم کو لے جانا چاہتی تو میرے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا، یہ اس کی بچائی ہوئی رقم تھی، سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوا، اگر وہ جانے والی رات کسی ہوٹل میں بھی ٹھہری تو صبح تک اس کا موڈ ٹھیک ہو جانا چاہیے تھا اور پھر رقم کی غیر موجودگی بھی اسی بات کی غماز تھی کہ وہ ایک رات سے زیادہ کسی ہوٹل میں گزار سکتی ہے، اس کے اخراجات کہاں پورے ہو سکتے ہیں، بس ایک خیال میرے ذہن میں آیا کہ ایسے تمام ہوٹلوں کی چھان بین کروں جہاں وہ ٹھہر سکتی ہے، حالانکہ وہ اتنی نڈر نہیں تھی کہ کسی ہوٹل میں قیام کر سکے، لیکن غصے کے عالم میں سب کچھ ہو سکتا ہے، بہرحال اس کے بعد میں نے ہوٹل گردی شروع کر دی، ایسے تمام چھوٹے ہوٹل تلاش کر ڈالے جہاں وہ ٹھہر سکتی تھی، ہو سکتا ہے اس نے طاہرہ کو اپنے معاملات بتانا پسند نہ کیا ہو، رات گئے تک میں مختلف ہوٹلوں میں بھٹکتا رہا اور بُری طرح تھک گیا، چنانچہ اس کے بعد میں اپنے گھر واپس لوٹ آیا، راستے بھر میں اپنے دل کو ڈھارس دیتا آیا تھا کہ فکر کی بات نہیں ہے وہ ٹھیک ٹھاک ہے اسے کچھ نہیں ہوا، وہ دانستہ کہیں چھپی ہوئی ہے اور مجھے پریشان کر رہی ہے، ڈرا رہی ہے، وہ ضرور آ جائے گی، آناً فاناً کہیں سے نکل آئے گی اور میرے گلے میں اپنی باہیں حمائل کر دے گی، میرے سینے سے لگ جائے گی، لیکن میری یہ ڈھارس بھی کچے دھاگے کی مانند ٹوٹ جاتی، اسے گئے ہوئے دو دن اور تین راتیں گزر چکی تھیں، شادی کے بعد میاں بیوی کو ایک دوسرے کو سمجھنا دشوار نہیں ہوتا، ایک ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے کہ فاصلے

بے معنی ہو جاتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہماری شادی کو بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھ چکے تھے، وہ ایک سنجیدہ طبع لڑکی تھی، خوابوں میں بسنے والی بیوقوف سی لڑکی نہیں تھی بلکہ زندگی کو اس کے مادی روپ میں دیکھنے والی عملی لڑکی تھی لیکن آخر وہ کہاں گئی، نہ طاہرہ کے گھر ہے، نہ کہیں اور، میں گھر میں داخل ہوا تو ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی، مَیں نے آگے بڑھ کر فون اٹھالیا۔

''ہیلو، کہاں تھے فیصل بھائی۔کوئی پندرہ مرتبہ ٹیلی فون کر چکی ہوں۔''

''مجھے بتاؤ طاہرہ کا پتہ چلا؟''

''یہی سوال میں آپ سے کر رہی ہوں، یہ کیا قصہ ہے، اتنا زیادہ مسئلہ بن گیا، آپ نے پولیس کو اطلاع دی؟''

''کیا پولیس کو اس معاملے میں ملوث کرنا مناسب ہوگا؟''

''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں فیصل بھائی، پتا نہیں اس نے کیا کر ڈالا ہے، خدانخواستہ کہیں خودکشی ____'' طاہرہ کی آواز بھرا گئی۔

''وہ ____ میں دراصل۔''

''پلیز، اگر ندیم یہاں ہوتے تو میں یہ کام خود کرتی، آپ پلیز فوراً علاقے کے تھانے جایئے۔'' ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ طاہرہ سے کہوں کہ طاہرہ میں ہمت کھو بیٹھا ہوں، تم میرے پاس آجاؤ، خدا کے لیے میری مدد کرو، لیکن طاہرہ نوشی کی سہیلی تھی، میرا اس سے تعلق نوشی ہی کے ذریعے تھا، وہ ایک گھریلو قسم کی شریف زادی تھی اور اس کا شوہر ملک سے باہر تھا، وہ کسی قسم کی بدنامی مول نہیں لینا چاہتی تھی، نوشی کے ذریعے مجھ سے تعلق ایک ممکن بات تھی، لیکن میرے ساتھ ساتھ وہ نوشی کی تلاش میں بھٹکتی پھرے، یہ یقینی طور پر ایک غلط عمل ہوگا، وہ بھی اس کی پیش کش کر سکتی تھی، بہرحال میں اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتا تھا، یہ ایک بڑی سنگین صورت حال تھی، اس وقت رات کے تین بج رہے تھے اور مَیں سوچ رہا تھا کہ کیا میرا پولیس اسٹیشن جانا مناسب ہوگا، میں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ میری ازدواجی زندگی کا اختتام ہو، پولیس کے پاس جانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا وہ میرا کیس رجسٹرڈ کر لیں گے، میں محسوس کر رہا تھا کہ اگر میں نے رپورٹ

لکھوا دی تو پھر وہ مجھے کبھی نہیں مل سکے گی۔ میں اسے زندہ سلامت نہیں دیکھ سکوں گا، یہ میرا ذاتی اور گھریلو مسئلہ نہیں رہے گا، بلکہ قانونی بن جائے گا، پولیس کیس بن جائے گا، غالباً میری یہ سوچ دیوانگی کی علامت تھی، مگر میرے سامنے کوئی اور راستہ بھی تو نہیں رہا تھا، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے تو نوشی نہیں مل سکتی تھی، آخری فیصلہ یہی کیا کہ مجھے پولیس سے رابطہ قائم کرنا چاہیے، اور پھر پہلی بار میں اس عمارت میں داخل ہوا جہاں داخل نہ ہونے کی ہر شریف آدمی دعائیں مانگتا ہے۔

''فرمایئے۔'' ایک افسر نے سر سے پاؤں تک میرا جائزہ لیتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔

''سر مَیں ایک رپورٹ درج کرانا چاہتا ہوں۔''

''کیسی رپورٹ، کیا چوری ہوگئی آپ کے ہاں؟''

''جی نہیں، میری بیوی لاپتہ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہوں۔'' اور اس کے بعد پولیس افسر مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگا، بالکل ایسے ہی سوالات جیسے میں نے سوچے تھے۔ اس دوران ایک دوسرا افسر بھی آ گیا اور دونوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں اور اس کے بعد وہ میرے ساتھ کارروائی میں مصروف ہو گئے، وہ مجھے مردہ خانے میں لے گئے کہ شاید نوشی کسی حادثے کا شکار ہوگئی ہو اور وہاں ناقابل شناخت لاشوں میں ہو، اس خیال سے ہی میرے بدن میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ یہ میری زندگی کا تلخ ترین تجربہ تھا، پولیس والے میرے ساتھ تعاون کر رہے تھے، وہ مجھے ایک ایک کر کے ان خاموش اور بے جان اور بدنصیب لاشوں کے چہرے دکھا رہے تھے، وہ چہرے جنھیں کبھی کسی نے ٹوٹ کر پیار کیا ہوگا، ایک ایک نقش پر کوئی واری گیا ہوگا، مگر اس وقت وہ لاوارث پڑے ہوئے تھے، کوئی انھیں شناخت کرنے والا بھی نہیں تھا، ان کو دیکھنا اتنا اذیت ناک نہ تھا جتنا یہ روح فرسا خیال کہ کہیں اگلا چہرہ میری نوشی کا نہ ہو، میں مر مر کر جی رہا تھا اور جب مَیں نے وہاں تمام لاشیں دیکھ لیں، تو میرا رواں رواں بارگاہ الٰہی کے حضور سجدہ ریز ہونے لگا کہ ان میں میری نوشی نہیں تھی۔ وہ بے شک مجھے ابھی تک نہیں ملی تھی، لیکن مجھے اطمینان تھا کہ وہ جہاں بھی ہے زندہ سلامت تو ہے، لیکن پھر ایک اور منحوس خیال میرے

ذہن میں کوند گیا، بہت سی لاشیں بعض اوقات کئی کئی دن کے بعد ملتی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جو کبھی نہیں ملتیں، خدا کرے، خداوند عالم ان میں میری نوشی موجود نہ ہو، پھر اس کے بعد پولیس افسران مجھے ہسپتال بھی لے گئے۔ وہاں ہر طرح سے معلومات کی گئیں، لیکن مجھے مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا سینکڑوں لوگوں کو دیکھ کر میں کچھ دیر کے لیے اپنا دکھ بھول گیا، مگر ہسپتال سے نکلتے ہی نوشی میرے ذہن پر پھر مسلط ہو جاتی تھی۔ مریضوں کے ادھ جلے چہروں کی کھال جگہ جگہ سے اُتر چکی تھی، وہ لوگ جنھوں نے مختلف طریقوں سے خودکشی کی ناکام کوشش کی تھی۔ پولیس آفیسروں کو اس بات کا شبہ تھا کہ چونکہ میری بیوی گھر سے جھگڑا کر کے نکلی ہے کہیں اس نے سیدھی خودکشی نہ کر لی ہو، لیکن بہر حال وہ لوگ ہسپتال میں اس کے بارے میں معلوم نہ کر سکے، وہ لوگ مجھے نشے کے عادی لوگوں کے وارڈ میں بھی لے گئے تھے حالانکہ میں نے ان سے کہا تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، مگر پھر بھی انہوں نے دیکھ لینا مناسب سمجھا تھا، اس کے بعد وہ مجھے دماغی امراض کے وارڈ میں لے گئے، مگر نوشی کہیں دکھائی نہیں دی، اب ایک ہی راستہ رہ گیا تھا، میں ان کے ساتھ گم شدہ لوگوں کے دفتر میں گیا اور وہاں میں نے نوشی کا حلیہ تفصیل سے لکھوا دیا اور اس کے بعد پولیس آفیسروں نے کہا۔

''اس سے زیادہ ہم آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتے مسٹر فیصل۔'' میں نے ان کا شکریہ ادا کیا، میں تھک کر چُور چُور ہو گیا تھا۔ ادھر پریشان کن خیالات نے بھی میرے ذہن کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا، وہ مردوں میں نہیں تھی، بیماروں میں نہیں تھی، آخر کہاں چلی گئی وہ کہاں چلی گئی آخر وہ، میں اس منحوس کہاوت پر لعنت بھیجنے لگا جو پتہ نہیں کس گدھے کے بچے نے اُڑا دی تھی، زندگی کی گاڑی تو دو پہیوں پر چلتی ہے کسی ایک پہیے کے بارے میں اگر اتنے بدخیالات رکھے جائیں تو اسے حماقت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا، یہ محاورے ایجا کرنے والے اگر منظر عام پر آئیں تو نجانے کتنے لوگ ان کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیں، بڑا افسوس ناک بات تھی، ذرا سی حماقت نے میرا گھر اجاڑ کر رکھ دیا تھا، کاش وہ کریلے کڑوے ہوتے اور اگر ہوتے بھی تو کم از کم زبان کڑوی نہ ہوتی، وہ رات میں نے آنکھوں میں کا دی اور بستر پر کروٹیں بدلتا رہا، میرے دل میں حسرت پیدا ہو رہی تھی کہ کوئی ٹیلی فو

آ جائے، کوئی مجھے بتا دے کہ نوشی یہاں موجود ہے، رہ رہ کر مجھے اس کا خیال آ رہا تھا۔ اس کا مسکراتا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا، پتہ نہیں وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے، اذیت ناک اور تکلیف دہ انتظار میں گھنٹوں گزر گئے، صبح کے نور کی کرنیں آہستہ آہستہ کائنات میں پھیلنے لگیں، جب سے وہ مجھ سے دور ہوئی تھی یہ تیسرا سورج طلوع ہونے والا تھا۔ اب مجھے یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ وہ اس شہر میں نہیں ہے، زندہ یا مردہ، پھر کیا کیا جائے، ظاہر ہے پولیس اس سے زیادہ کچھ اور نہیں کر سکتی تھی، بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا، دوسرے دن صبح پھر طاہرہ کا فون آ گیا۔

''جی فیصل بھائی۔''

''نہیں ملی طاہرہ، میں نے پولیس کو بھی اطلاع دے دی ہے، پولیس رات بھر مجھے ہر جگہ گھماتی پھری ہے جہاں نوشی کے مل جانے کے امکانات ہو سکتے تھے۔''

''فیصل بھائی آپ میرے پاس آ سکیں گے؟'' طاہرہ نے کہا۔

''طاہرہ میں آنا چاہتا ہوں، میں شدید ذہنی بحران کا شکار ہوں۔''

''آئیے آپ آئیے، میں آپ کا انتظار کر رہی ہوں، ناشتہ میرے ساتھ کیجئے۔''

''ناشتہ۔'' میں نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

''آ جائیے پلیز۔'' طاہرہ نے کہا اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جاؤں گا۔ میرے دل و ماغ کی کیفیت اس وقت بہت عجیب تھی، غصہ تو تقریباً ختم ہو گیا تھا اب تو شدید تشویش تھی بیوی تھی وہ میری ہر طرح سے میری ساتھی کسی بات پر اختلاف اپنی جگہ لیکن میں اسے اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ تیار ہو کر میں طاہرہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میری حالت دیکھ کر ڈر گئی تھی۔

''یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے آپ نے؟''

''کیوں کیا بات ہے؟''

''شیو بڑھا ہوا، بال بکھرے ہوئے آنکھیں اُبلی پڑی ہیں ہوا کیا تھا آخر ______''

''بہت معمولی سی بات تھی طاہرہ ______ بالکل معمولی۔ میں نے اسے پوری تفصیل بتا دی پھر کیا ______ ساری رات پولیس میرے ساتھ سرگرداں رہی ہے۔''

"میں ناشتہ لگواتی ہوں آپ کے لیے ____ کمال ہے آپ مجھے فون تو کر دیتے۔

"بس گردش اسی طرح آتی ہے۔"

"آپ بتائیں پلیز ____ میں ندیم کا شیونگ سامان نکلواتی ہوں۔" ان تکلفات کی گنجائش نہیں ہے طاہرہ۔ مجھے بتاؤ اب کیا کروں ____!

"جو میں کہہ رہی ہوں کریں، میں بہن ہوں آپ کی ____ اٹھیے پلیز اٹھیے، طاہرہ نے بڑی اپنائیت سے ضد کی اور مجھے اس کی ہدایت پر عمل کرنا پڑا ____ تمام امور سے فارغ ہوا تو طاہرہ نے ناشتہ لگا دیا تھا، پھر وہ مسکرا کر بولی ____ چلئے ڈٹ کر ناشتہ کیجئے۔

"طاہرہ ____ تمہارا اطمینان مجھے کچھ اور احساس دلا رہا ہے۔"

"نہیں ____ خدا کی قسم ____ وہ یہاں آتی تو میں اسے اُلٹے پاؤں آپ کے پاس لے آتی ____ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس کے بارے میں آپ کو نہ بتانے کا سنگین مذاق کر رہی ہوں، البتہ ایک جگہ ہے جہاں وہ جا سکتی ہے۔

"کہاں ____؟"

"اپنے والدین کے پاس۔"

"کہاں ____ میں اُچھل پڑا۔

"وہ اپنے والدین کے پاس ____ وہ بولی۔

O

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی، میرے منہ سے دوسری آواز نہ نکلی تو طاہرہ نے کہا۔ میں معافی چاہتی ہوں فیصل بھائی میں نے ہمیشہ آپ کا احترام کیا ہے، میں آپ سے کچھ بھی نہ چھپاتی لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ جنونی لڑکی ہے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں کسی کو بھی اس کے بارے میں بتایا تو وہ کبھی مجھ سے نہیں ملے گی۔

"مگر اس کے والدین؟ میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"والدہ حیات ہیں، والد سوتیلے ہیں۔

"کہاں ہیں؟"

"راجہ پور میں، وہ بہت اچھے خاندان کی لڑکی ہے۔ اس کے والد راجہ پور کے بہت

بڑے زمین داروں میں سے تھے۔ انہوں نے نواحی علاقے میں بہت بڑی فیکٹری بنائی تھی کئی سو آدمی اس فیکٹری میں کام کرتے تھے۔ فیکٹری مینجر نے ان کے خلاف سازش کر کے، مزدوروں کو ان کے خلاف بھڑکا دیا اور مزدوروں نے ایک حادثے پر مشتعل ہو کر یوسف حمید کو ہلاک کر دیا۔

"یوسف حمید؟"

"ہاں۔ نشیمن کے والد۔"

"اوہ۔ پھر ____ ؟ میں نے شدید بے چینی سے کہا، یہ پوری ____ داستان میرے لیے قیامت خیز تھی۔ اب مجھے شدید شرمندگی اور پچھتاوا ہو رہا تھا۔ کتنے طعنے دیے تھے میں نے نوشی کو، اسے ایک گھٹیا گھرانے کی جاہل لڑکی کہا تھا۔ بات بات پر اُسے نیچ ہونے کا طعنہ دیا تھا، جب وہ اتنے بڑے آدمی کی بیٹی تھی تو اس نے کیا کچھ نہ دیکھا ہوگا، میرا گھر تو اس کے لیے اس کے ایک مزدور کا گھر ہوگا۔

"نشیمن اپنے باپ کو بہت چاہتی تھی۔ اسے اپنے باپ کی موت کا بہت غم تھا پھر اس وقت اس کا غم انتہا کو پہنچ گیا، جب اُسے پتہ چلا کہ اس کی والدہ دوسری شادی کر رہی ہیں۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اُس نے ماں سے سخت باز پرس کی تو ماں نے برگشتہ ہو کر کہا کہ وہ اپنی زندگی کی مالک ہے۔ اسے اس مسئلے میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر اُسے معلوم ہوا کہ تزئیب حمید یعنی اس کی ماں فیکٹری مینجر داروب شاہ سے شادی کر رہی ہے۔ اس وقت تک نشیمن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ داروب شاہ کی سازش سے ہی اس کے باپ کی موت واقع ہوئی ہے۔ بعد میں اسے گھر کے ایک وفادار ملازم نے پوری تفصیل بتائی۔ اس نے کہا کہ داروب شاہ نے یوسف حمید کو ہلاک کرایا تھا اور اب وہ تزئیب حمید سے شادی کر کے اس کی پوری دولت کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ نشیمن نے ملازم سے پوچھا کہ کیا اس کی ماں بھی اس کے باپ کی موت کی سازش میں شریک ہے تو ملازم نے کہا کہ اس بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا۔ نشیمن اس انکشاف سے نیم دیوانی ہو گئی تھی لیکن وہ اس شادی کو نہیں روک سکی اور تزئیب حمید تزئیب شاہ بن گئی۔ پھر داروب شاہ پر ایک سنسنی خیز انکشاف اس وقت ہوا جب کسی مرحلے پر اسے پتہ چلا کہ تین ارب کے اثاثے یوسف حمید نے اپنی بیٹی کے نام کیے ہیں اور ماں کے حصے

میں کچھ بھی نہیں ہے ظاہر ہے داروب شاہ پر کیا گزری ہوگی۔ نشیمن کو بھی وکیل کے ذر
تفصیل معلوم ہوئی اس نے اپنے اختیارات سے پہلا کام یہ کیا کہ فیکٹری بند کر دی۔ اسے
اس فیکٹری سے شدید نفرت تھی جس نے اس کے باپ کی جان لی تھی۔ داروب شاہ کچھ بھی
کر سکا۔ نشیمن نے اس فیکٹری کی ایک ایک چیز کوڑیوں کے مول بیچ دی بہت سی پارٹیوں نے
اس فیکٹری کو اس طرح خریدنا چاہا جس طرح وہ تھی لیکن نشیمن نے یہ قبول نہ کیا اور کروڑوں
مشین اور دوسرا سامان لاکھوں میں بیچ کر فیکٹری پر بلڈوزر چلوا دیے کیونکہ یہ اس کے باپ
قتل گاہ تھی۔ اس نے مزدوروں کو ____ بے روزگار کر دیا اور انھیں ایک پیسہ بھی نہیں
____ داروب شاہ بُری طرح تلملا رہا تھا۔ پھر اس نے نشیمن پر ڈورے ڈالنے شروع
دیے۔ وہ نشیمن کے سامنے بھیگی بلی بن گیا اور اس نے کہا کہ جیسا وہ کہے گی ویسا کرے گا
لیکن نشیمن کو اس سے سخت نفرت تھی اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ تنزیب شاہ داروب شاہ
سامنے کچھ بول بھی نہیں سکتی۔ پھر ایک دن اس نے اپنی ماں کو خوب کھری کھری سنائیں ا
نے کہا کہ اس کی ماں بھی اس کے باپ کی موت کی سازش میں شریک ہے تو ماں نے ا
تھپڑ مارے۔ اور اسی دن اس نے گھر چھوڑ دیا۔ بدن کے کپڑوں کے سوا وہ اپنے گھر سے
نہیں لائی تھی۔ یہاں بھٹک رہی تھی کہ مَیں اُسے مل گئی۔ میں نے اسے جس حال میں د
تھا اس سے میں کھٹک بنی تھی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ وہ میرے ساتھ نہیں آ رہی تھی،
اس نے بہانے کیے لیکن آخر میں نے اسے مجبور کر دیا۔ وہ میرے ساتھ گھر آ گئی اور میں
اس سے اس طرح کے سوالات کیے کہ وہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی، اس نے مجھے
کچھ بتا دیا۔ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا کہ اب وہ میرے ساتھ رہے گی تب اس نے
فیصلہ کن لہجے میں کہا کہ اگر میں کسی کو اس کی اصلیت بتاؤں گی تو وہ خاموشی سے یہاں
چلی جائے گی اور دوبارہ کبھی مجھ سے نہ ملے گی۔ میرا اس سے تعلق یہ تھا کہ ہم دونوں کالج
ساتھ پڑھتی تھیں اور ایک دوسرے کی گہری دوست تھیں۔

طاہرہ خاموش ہوگئی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے برف کی سلوں سے ڈھک د
ہو، دماغ کی جو کیفیت تھی، الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی، میں اس قدر شرمندہ تھا کہ
پیشانی پسینے سے تر ہوگئی تھی، طاہرہ نے میری کیفیت دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرے پاس یقیناً وہ اس لیے نہیں آئی کہ مَیں نے اُسے ہمیشہ زندگی کے نشیب و فراز سمجھائے، جب وہ شادی کرنے پر آمادہ ہوہی گئی تھی تو مَیں نے اسے سمجھایا کہ نشیمن شادی شدہ زندگی بہت مختلف ہوتی ہے، انسان کو بے شک شادی کرنی چاہیے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کہ شادی کے بعد اس کی اپنی کوئی انا نہیں رہتی، اسے جان بوجھ کر ایک شخص کے حکم کی تعمیل کرنا ہوتی ہے، مجھے معاف کیجیے فیصل بھائی، میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ وہ تو آزاد ہے، کہیں نہ کہیں ملازمت مل ہی جائے گی، میں نے اسے پیشکش کی تھی کہ میرے ساتھ شارجہ چلے، وہاں پر بھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا، ہم اسے سگی بہنوں کی مانند رکھیں گے، لیکن فیصل بھائی وہ آپ سے بھی متاثر ہوگئی تھی، اس نے کہا کہ اگر اس کی عزت نفس کو ضرب نہ پہنچائی گئی تو وہ ہر طرح سے گزارا کر لے گی، فیصل بھائی! میرے پاس وہ اسی لیے نہیں آئی کہ میں اسے شرمندہ کروں گی یا اسے میرے سامنے یہ اعتراف کرنا پڑے گا اس سے غلطی ہوئی۔''

''ہاں واقعی اس سے غلطی ہی ہوئی تھی کہ اس نے مجھ جیسے چھوٹے آدمی کا انتخاب کر لیا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی ہوگی کہ آنے والے کسی وقت میں اسے اس قدر ذلیل کیا جائے گا۔ میں نے اس کے ساتھ بہت زیادتی کی، کیا کچھ نہیں کہا مَیں نے اسے، بہرحال میں غمزدہ ہوں اور فکر مند بھی ویسے تمھارا کیا خیال ہے طاہرہ، ان حالات کے باوجود وہ واپس اپنے گھر ہی گئی ہوگی۔''

''جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہاں کے علاوہ اور کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں وہ جائے گی، اس نے آپ سے دلبرداشتہ ہو کر یہی فیصلہ کیا ہوگا کہ اپنے ان بُرے ماں باپ کے پاس چلی جائے، کم از کم وہ اسے اتنا ذلیل تو نہیں کریں گے، مجھے معاف کیجیے گا، میں سخت الفاظ استعمال کر رہی ہوں۔''

''نہیں بالکل ٹھیک ہے، اس وقت تو میری دلی آرزو ہے کہ کوئی مجھے اتنا ہی ذلیل کرے جتنا میں نے نشیمن کو کیا ہے۔''

''آپ پلیز، راجہ پور چلے جایئے، وہاں آپ کو دونوں میں سے ایک نام کے بارے میں معلوم کر کے پتہ چل جائے گا یعنی یوسف حمید یا داراب شاہ ان کا گھر آپ کو معلوم

ہو جائے گا۔''

''میں فوراً ہی وہاں جا رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''دیکھیں، بات اصل میں یہ ہے کہ میں ندیم کی اجازت کے بغیر آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی، ورنہ میں بھی چلتی، میں بھی اتنی ہی پریشان ہوں اس کے لیے، آپ براہِ کرم اگر وہ وہاں مل جائے تو مجھے فوراً ہی فون کر دیجیے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے وعدہ کر لیا اور اس کے بعد میں راجہ پور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ وہاں تک جانے کے لیے ٹرین سے سفر کرنا پڑتا اور اس کے بعد ایک اسٹیشن پر اُتر کر راجہ پور کے لیے بس پکڑنا پڑتی، ان معلومات سے اچھی طرح مطمئن ہو کر میں ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا، ٹرینوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ بغیر ٹکٹ ایک ٹرین میں چڑھ گیا اور ایک عجیب سی بدحواسی کے عالم میں میرے اس سفر کا آغاز ہو گیا۔ دل و دماغ پر شدید بوجھ تھا۔ کتنے بڑے گھرانے کی لڑکی تھی وہ، میں نے اسے ٹھوکروں میں رکھا، یہ مناسب نہیں تھا، بس کچھ ذہن پر سوار ہو گیا تھا کہ اس کی وجہ سے میری بہت اچھی ملازمت چلی گئی، لیکن اب یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ طارق جمال جیسے آدمی کو خود اپنا ملازم رکھ سکتی ہے، پھر یہ خیال بھی آیا کہ اتنی دولت مند لڑکی کا شوہر ہونے کی حیثیت سے مجھ پر کوئی شبہ نہ کیا جائے، پھر یہ بھی سوچا کہ وہ دوبارہ اپنے گھر گئی ہے، کہیں اس کا سوتیلا باپ داراب شاہ اسے کسی مرحلے پر کہیں مجبور نہ کرے، یہ تمام باتیں سوچتا ہوا میں آخر کار اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں سے راجہ پور کے لیے بس مل سکتی تھی، راجہ پور مین لائن پر نہیں تھا اور نہ جب بس نے مجھے اڈے پر اُتارا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خاصی بڑی آبادی تھی، مختلف قسم کے سرکاری دفاتر عمارتوں میں بنے ہوئے تھے اور ہر طرح کا ترقیاتی کام ہو رہا تھا، بعض جگہ تو اونچی بلڈنگیں بھی بنی ہوئی تھیں جن میں سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر تھے، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اتنے بڑے شہر میں، مَیں کس سے یوسف حمید یا داراب شاہ کے بارے میں معلوم کروں۔ آخر کار میں ایک چھوٹے سے اسٹور میں داخل ہو گیا، دکاندار نے مجھے گاہک سمجھا تھا، لیکن میں نے اس سے کہا۔

''جناب عالی! میں آپ سے ایک پتہ پوچھنا چاہتا ہوں، باہر سے آیا ہوں؟''

''ہاں پوچھیے۔''

''آپ یہ بتائیے کہ کیا یوسف حمید یا داراب شاہ کو جانتے ہیں۔'' دکاندار نے چونک کر اپنی تنگ آنکھوں سے میرا جائزہ لیا، نجانے یہ دونوں نام سن کر وہ چونک کیوں گیا تھا، پھر اس نے کہا۔

''یہاں سے کافی دور جانا پڑے گا آپ کو، یہ سڑک سیدھی اینگل روڈ چلی جاتی ہے، اینگل روڈ کے چوراہے سے آپ کو بائیں سمت مڑنا ہو گا کوئی ایک فرلانگ جا کر چھوٹی بستی جمال گڑھی آتی ہے، جمال گڑھی میں داخل ہو کر ایک موڑ پر آپ کو ایک مکان نظر آئے گا، وہی یوسف حمید مرحوم کا گھر ہے۔ اس کی سب سے بڑی نشانی برگد کا وہ بہت ہی پرانا درخت ہے، جو پورے راجہ پور میں آپ کو دوسرا نہیں ملے گا۔''

''بڑا عجیب اتفاق ہے جناب، کیا یوسف حمید کو یہاں موجود سب لوگ جانتے ہیں؟''

''ہاں، وہ اس وقت سے راجن پور میں رہتے تھے جب راجن پور اتنا پھیلا ہوا نہیں تھا، یہاں کے قدیم باشندوں میں سے تھے، لیکن، لیکن کے آگے دکاندار خاموش ہو گیا، میرا دل چاہ رہا تھا کہ دکاندار سے معلومات حاصل کروں، لیکن ابھی دکاندار نے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ میں خود کون ہوں، ہو سکتا ہے کہ وہ یہ سوال کر ڈالے، میرے لیے تو یہ بھی ایک سنگین مسئلہ تھا، بہر حال میں وہاں سے آگے بڑھ گیا، راستہ کافی طویل اور تھکا دینے والا تھا، میں سڑک پر دور تک چلا گیا۔ سڑک کے دونوں طرف درخت نظر آ رہے تھے، گھٹن آمیز شہری زندگی سے دور یہاں کی فضا میں ایک کھلا پن تھا اور تھوڑی سی فرحت کا احساس بھی ہو رہا تھا، میرے دل میں سینکڑوں وسوسے تھے، پتہ نہیں نوشی یہاں آئی بھی ہے یا نہیں، اور اگر وہ آئی ہے تو کیا وہ آسانی سے مجھ سے ملاقات کر لے گی، اسے بھی تو حق ہے کہ وہ مجھے ستائے ذلیل کرے، کتنی پریشانی ہوئی ہو گی اُسے، جس جگہ کو اس نے اتنی تکلیف سے چھوڑ دیا تھا، وہاں واپسی اس کے لیے کس قدر صبر آزما ہو گی اور یہ سب میری وجہ سے، صرف میری وجہ سے، بہر حال انہی سوچوں میں گم میں اس موڑ تک جا پہنچا اور یہاں سے آگے دائیں طرف ترائی کی جانب سڑک پر گھوم گیا، سڑک پر گھومتے ہی مجھے تھوڑے ہی فاصلے پر برگد کا وہ درخت نظر آیا جس کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کتنا پرانا ہے، اس طرح کے

درختوں کی زندگی کے بارے میں مَیں نے بہت سی داستانیں سنی تھیں اور یہ تک سنا تھا کہ اِن میں سے بہت سے درخت ہزار ہزار اور دو ہزار سال پُرانے ہوتے ہیں۔ بہر حال میں وہاں پہنچ گیا، برگد کے درخت کے پیچھے ایک سفید دیوار نظر آ رہی تھی، لیکن یہ دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی باہر سے کھڑے ہو کر بھی دیوار کے دوسری طرف دیکھا جا سکتا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے یہ دیوار صرف دکھانے کے لیے بنائی گئی ہو، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس دیوار کی تعمیر کا مقصد کیا ہے بہر حال اس مکان کے سامنے کوئی گیٹ نہیں تھا، صرف ایک چھوٹی سی روش تھی جس کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے خوب صورت پیڑ لگے ہوئے تھے، میں روش سے اندر کی جانب چل پڑا، گھر کے مکین غالباً آرام کر رہے تھے اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہاں کتنے افراد ہو سکتے ہیں، بہر حال میں نے آگے بڑھ کر اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا اور انتظار کرنے لگا چند ہی منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور میرے سامنے درمیانی عمر کی ایک خوب صورت عورت نظر آئی، میں اس کے نقوش اچھی طرح دیکھ سکتا تھا، اس کا چہرہ کتابی، بال خوبصورت او گھنگھریالے تھے جن میں کہیں کہیں سفیدی جھلک رہی تھی، میں اس کے چہرے کے نقوش میں نشیمن کی جھلکیاں تلاش کرنے لگا، پھر اس نے کہا۔

''جی فرمائیے کون ہیں آپ؟''

''معافی چاہتا ہوں، کیا آپ بیگم تہذیب حمید ہیں؟'' عورت نے ایک جھٹکے سے گردا پیچھے کی، اس کے چہرے کے نقوش میں ایک تیکھا پن پیدا ہو گیا، پھر وہ آہستہ سے بولی۔

''تہذیب حمید نہیں، تہذیب شاہ۔'' میں نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا البتہ عورت کے ا جملے سے اس بات کا اظہار ہوا تھا کہ اسے میرا تہذیب حمید کہنا پسند نہیں آیا ہے، گویا وہ مر یوسف حمید سے کوئی خاص رغبت نہیں رکھتی تھی۔

''جی میرا مطلب یہی ہے۔ آپ پہلے بیگم یوسف حمید ہی تھیں۔

''اگر تم یہ جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ یوسف حمید مر چکے ہیں اور اب میں داراب شاہ ہوں اور میرے شناسا مجھے مسز شاہ کہتے ہیں۔

''جی ____ مجھے معلوم ہے، میں نے کہا، تہذیب شاہ کا یہ انداز مجھے اچھا نہیں لگا اس کے علاوہ مجھے ایک لمحے میں اس کی فطرت کا اندازہ بھی ہو گیا تھا وہ سخت گیر مزاج رکھتی

اور اس کے چہرے کے نقوش سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ ایک جوان بیٹی سے محروم اور دوسرے شوہر کی بیوی ہے۔ وہ کڑی نظروں سے مجھے گھور رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

''مگر تم کون ہو۔''

''میرا نام فیصل حیات ہے، نشیمن نے میرے بارے میں آپ کو تفصیل بتادی ہوگی۔''

''کس نے ____؟ عورت نے چونک کر کہا۔ کیا نام لیا تم نے۔''

''نشیمن، مَیں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''کیا کہہ رہے ہو تم ____ کہاں ہے وہ ____ کیا تم ____ مگر تم اسے کیسے جانتے ہو ____ عورت نے پُر اضطراب لہجے میں کہا اور میرا دل ڈوبنے لگا۔ عورت کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے نشیمن یہاں بھی نہیں آئی ____ اس سے پہلے کہ میں کچھ اور بولتا عورت نے دو قدم آگے بڑھ کر کہا ''بتاؤ گے نہیں تم ____ کہاں ہے میری بیٹی کہاں ہے میری نوشی تم اُسے کیسے جانتے ہو۔؟''

''آپ صرف یہ بتائیے کہ وہ یہاں آئی ہے یا نہیں ____؟''

''جب سے گئی ہے شکل تک نہیں دکھائی اس نے ہائے میں اس کے لیے کیسی تڑپ رہی ہوں۔ کوئی پتہ نشان نہیں اس کا۔ تمھیں خدا کا واسطہ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو تو بتاؤ ____ آؤ اندر تو آؤ کیا اسی طرح دروازے پر کھڑے رہو گے ____ اس نے مجھے اندر آنے کی جگہ دی اور میں اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر دیا پھر بولی۔'' آؤ ____

وہ مجھے ایک آراستہ کمرے میں لے گئی جسے ایک کشادہ اور نفیس ڈرائنگ روم کہا جا سکتا تھا۔'' بیٹھو اور مجھے بتاؤ یہ کیا قصہ ہے۔ نشیمن کہاں ہے اور تم اُسے یہاں تلاش کرنے کیوں آئے ہو ____ ''محترمہ، مَیں نشیمن کا شوہر ہوں اپنا نام آپ کو بتا چکا ہوں ____ میں نے کہا اور عورت کی خوف ناک چیخ سن کر خود بھی اچھل پڑا ____ اس نے بڑی بھیانک آواز میں کہا '' کیا'' کہا تھا۔

''جی ہاں، یہ بات آپ کو نہیں معلوم ہوگی، لیکن براہِ کرم مجھے بتائیے کیا وہ یہاں نہیں آئی۔ میری بات کا جواب دینے کے بجائے وہ زور سے چیخی۔''

''داراب ____ داراب، جلدی آؤ ____ داراب۔'' میں سخت اُلجھن کا شکار ہو

گیا۔ مسز شاہ کی جو بھی حالت ہوئی وہ الگ بات تھی لیکن میرا دل اس لیے ڈوب رہا تھا کہ نوش
یہاں بھی نہیں آئی۔ یا پھر وہ یہاں آ گئی ہے اور اس نے ماں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ
اُسے میرے یہاں آنے پر کیا سلوک کرنا ہے کیونکہ عورت کے انداز سے مجھے لگ رہا تھا، کوئی
بات ضرور تھی۔

اسی لمحے ڈرائنگ روم کے اندرونی دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا، یہ گون پہنے
ہوئے تھا اور اس کی آنکھوں سے نیند جھانک رہی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا یہ
داراب تھا کیونکہ تنزیب شاہ نے اسے ہی آواز دی تھی۔ داراب شاہ چوڑا چکلا اور بھدا
آدمی تھا اس کی گردن گینڈے کی طرح موٹی تھی، بالوں کی جھالر نے اس کی کھوپڑی کا احا
کیے ہوئے تھا درمیانی کھوپڑی انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف تھی آنکھیں بہت چھو
چھوٹی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی مسز شاہ نے کہا۔

''اس کی سنو داراب ___ یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے، ذرا اس کی تو سنو ___!''

''داراب نے اپنی چھوٹی چھوٹی تیز آنکھوں کو مل کر صاف کیا پھر مجھے گھورتا ہوا بو
کون ہو تم ___ اور کیا بات ہے ___''

اس کے کرخت چہرے کے برخلاف اس کی آواز نرم اور ٹھنڈی تھی۔

''اس کا کہنا ہے کہ یہ نشیمن کا شوہر ہے، اپنا نام فیصل حیات بتاتا ہے۔''

''شوہر ___ ہماری نشیمن کا۔ کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی مسٹر آپ کو ___ ہما
ہی بیٹی کے بارے میں کہہ رہے ہیں آپ ___ اس کی شادی نہیں ہوئی۔''

''نشیمن یوسف حمید ___ میری بیوی ہے اور مجھ سے ناراض ہو کر یہاں آ گئی ہے
اگر وہ یہاں آئی ہے تو براہِ کرم میری اس سے ملاقات کرا دیں۔ میں اس کے لیے سخ
پریشان ہوں اور اگر وہ یہاں بھی نہیں آئی تو اس کے والدین ہونے کی حیثیت سے میں آ
کو تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کو اس شادی کے بارے میں نہ
معلوم۔''

''داراب یہ شخص فراڈ ہے سو فیصدی فراڈ ___ یہ کوئی کھیل کھیل رہا ہے کیونکہ یہ ح
ہے کہ نشیمن ___''

''میں جاؤں ___ تم بات کر لو ___ مجھے کیوں آواز دی تھی۔ داراب شاہ نے
غصیلے لہجے میں کہا۔''

''میں بہت پریشان ہوں اس شخص نے پتہ نہیں ___ پتہ نہیں ___ تنزیب
داراب نے ایک سسکی لے کر کہا۔''

''مجھے بات کرنے دو ___ داراب نے کہا پھر مجھ سے بولا ''جی سر ___ تو آپ
نشیمن کے شوہر ہیں۔''

''جی ہاں، وہ ناراض ہو کر گھر سے چلی آئی ہے، اور میں اُسے تلاش کرنے یہاں آیا
ہوں۔''

''آپ جانتے ہیں کہ ہم اس کے والدین ہیں، اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس کی شادی
کب ہوئی۔ اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات اور کوئی ہو سکتی ہے۔''

''میرا خیال ہے آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ نشیمن اپنی والدہ کی دوسری شادی سے
خوش نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے گھر چھوڑ دیا اور شہر چلی گئی۔ وہاں اس نے ملازمت کی کوشش کی
سی دوران میری اس سے ملاقات ہو گئی وہ مجھے پسند آئی اور میں نے کوشش کر کے اس سے
شادی کر لی۔''

''یہ کتنا عرصہ پہلے کی بات ہے، داراب کا لہجہ طنزیہ تھا۔''

''آپ اپنا لہجہ درست کریں تو بتاؤں۔''

''ارے تم پھیلے ہی جا رہے ہو۔ میری بیٹی لاپتہ ہے اور تم لوگ چوہے بلی کا کھیل کھیل
رہے ہو۔ نوشی کی ماں نے کہا۔''

''تنزیب ___ وہ عورتیں کبھی اچھی نہیں ہوتیں جو اپنی آواز شوہر کی آواز سے زیادہ
بلند کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ تمھاری بیٹی کے شوہر ہیں ان کی خاطر
مدارت کا بندوبست کرو، ممکن ہے یہ سچ ہی کہہ رہے ہوں، داراب نے بیوی سے کہا۔''

''ماں ہوں میں اُس کی۔ وہ ساتھ ہوتی تو میرا رویہ دوسرا ہوتا لیکن اس کی خبر ملی بھی تو
کس طرح۔''

''ہاں ہاں جاؤ ___ مجھے بات کرنے دو ___ جاؤ ___ اس بار داراب کا لہجہ

سخت ہو گیا۔ اور تنزیب ناک سے شوں شوں کرتی باہر نکل گئی تب داراب نے کہا، میں جانتا
ہوں نہ کوئی بھی اتنا بڑا دعویٰ لے کر کسی کے گھر یوں نہیں چلا جاتا ____ اب تم مجھے پوری
تفصیل بتا ڈالو ____ سنو یہ میں بے مقصد نہیں پوچھ رہا ممکن ہے اس تفصیل سے میں یہ
نتیجہ اخذ کر سکوں کہ وہ کہاں جا سکتی ہے بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''ٹھیک ہے بہت لمبی چوڑی بات نہیں ہے، میں نے اسے مختصر الفاظ میں تفصیل
بتائی۔''

''گویا شادی سے پہلے تمھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ایک بے حد دولت مند لڑکی ہے۔''

''مَیں اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا بلکہ اس نے یہ شرط لگائی تھی کہ اگر
مجھے اس کے ماضی کی تلاش ہے تو پھر وہ یہ شادی نہیں کر سکے گی؛'' میں نے داراب شاہ کی
صورت دیکھی اور مجھے یوں لگا جیسے اس کے چہرے پر تضحیک ہو تاہم اس نے ابھی تک اپنے
منہ سے کوئی ایسا لفظ نہیں ادا کیا تھا جو قابل اعتراض ہوتا، بس انداز میں ہی کچھ طنز سا تھا، پھر
بولا۔

''بتائیے مخاصمت کیا ہوئی؟''

''بس تھوڑی سی جھنجلاہٹ، مَیں نے اس کے کھانے کو بُرا کہہ دیا، یعنی وہ کھانا جو اس
نے پکایا تھا، نہ صرف برا بلکہ ضرورت سے زیادہ برا کہہ دیا، میں بالکل نہیں جانتا تھا کہ وہ ایک
اچھے گھرانے کی لڑکی ہے اور اس نے کھاتی پیتی زندگی گزاری ہے ظاہر ہے جو کچھ میں اب
دیکھ رہا ہوں اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی بھر اس نے صرف کھایا ہی ہوگا، پکایا نہیں
ہوگا مگر قصور میرا بھی نہیں تھا، اگر وہ بتا دیتی کہ وہ ایک اچھے گھرانے کی لڑکی ہے تو شاید
رویہ بالکل مختلف ہوتا۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں، میرا خیال ہے تم نے کوئی ایسی حرکت بھی کی ہوگی جو تمھیں
نہیں کرنی چاہیے تھی، میرا مطلب ہے بسا اوقات انسان غصے میں آ کر ایسا قدم اٹھا لیتا
جو اصولی طور پر اُسے نہیں اٹھانا چاہیے یعنی مار پیٹ، ہمارے ہاں طاقتور مرد کمزور عورت پر
ہاتھ اٹھانا مردانگی کی نشانی سمجھتے ہیں۔''

''دیکھیے میں ایک مہذب اور تعلیم یافتہ آدمی ہوں اور آپ جو گفتگو کر رہے ہیں

بہت گھٹیا قسم کی باتیں ہیں۔''

''نہیں نہیں، اب ہمیں یہ پتہ تو نہیں کہ تم کس قسم کے انسان ہو، یعنی غصے کے کیسے ہو یا
شاید انہی مردوں میں سے ہو جو بیویوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتے ہیں۔''

''خیر، میرے خیال سے یہاں غیر ضروری گفتگو زیادہ ہو رہی ہے، مجھے واپس جانا
چاہیے، مَیں نے پولیس کو اس کے بارے میں رپورٹ دے دی ہے، ہو سکتا ہے پولیس کچھ
معلومات حاصل کر چکی ہو۔''

''ایک بات اور، ایک بات اور، ذرا یہ تو بتاؤ کہ جب اس نے تمھیں اپنے ماضی کے
بارے میں کچھ نہیں بتایا تو تمھیں پتہ کیسے چلا؟''

''اسے تلاش کرتے ہوئے مجھ پر یہ انکشاف ہوا ہے۔''

''ذریعۂ انکشاف؟'' اس نے سوال کیا۔

''مَیں ابھی بتانا پسند نہیں کرتا!''

''مگر میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' داراب شاہ کا لہجہ تلخ ہو گیا پھر وہ بولا۔

''تم جانتے ہو وہ میری بیٹی ہے، دنیا تو یہی کہے گی کہ میں اس کا سوتیلا باپ ہوں، لیکن
کوئی کسی کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتا، کون جانے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا، میرے
نوجوان دوست تم نے ہمیں جو کہانی سنائی ہے اس کا ابھی تک کوئی ثبوت ہمیں نہیں ہے، یا تم
جو کچھ کہہ رہے ہو ضروری نہیں ہے کہ اسی پر یقین کر لیا جائے، تمھارے علم میں یہ بات آ گئی
تھی کہ وہ ایک دولت مند گھرانے کی لڑکی ہے اور آج کل کے نوجوان تو ایسی لڑکیوں کی تلاش
میں رہتے ہیں بلکہ مجھے معاف کرنا وہ تو عمر رسیدہ عورتوں کو بھی قبول کر لیتے ہیں دولت کے
لیے، وہ تو پھر ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی تھی، اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ تم نے اسے کہاں
غائب کر دیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی گہری چال ہو اور تم اپنے اطراف مضبوط کرتے پھر
رہے ہو۔''

''اور کچھ ____ ''مَیں نے سخت لہجے میں کہا۔

''نہیں، میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے۔''

''ٹھیک ہے، میں چلتا ہوں۔''

''ارے نہیں نہیں، تنزیب تمھارے لیے کوئی خاطر مدارت کا بندوبست کرنے گئی ہے، ویسے ایک اور سوال کروں، بُرا تو تم مان رہے ہو، لیکن بات اتنی آسان نہیں ہے، یہ بتاؤ کہ کیا تم نے سارے حالات ہمیں سنا دیے ہیں یا کوئی ایسی اہم بات چھپا رہے ہو۔ مطلب یہ کہ تم دونوں میں کشیدگی کیسے ہوئی تھی، صرف کھانا پکانے کی وجہ سے یا پس منظر کچھ اور بھی تھا؟''

''نہیں، آپ سے کوئی بات چھپانے کی مجھے قطعی ضرورت نہیں ہے۔'' داراب شاہ کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں کچھ اور بھی چھوٹی ہوگئیں اور مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے بدن میں سوراخ کر رہی ہوں۔

''اس کا مطلب ہے کہ بات زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن اس نے اُسے بہت بڑا محسوس کیا اور اپنا سوٹ کیس سنبھال کر نکل کھڑی ہوئی۔''

''ایسی ہی بات ہے، یقیناً ایسی ہی بات ہے۔''

مَیں نے سخت لہجے میں کہا، اسی وقت تنزیب اندر داخل ہوئی، اس کی کیفیت سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ انتہائی غم زدہ ہے، ایسے لمحات میں خاطر تواضع ذرا مشکل ہی کام تھا لیکن بہرحال وہ ٹرے میں کچھ سجائے اند، آئی تھی۔

''بہت بہت شکریہ، حالات ایسے نہیں رہے کہ مَیں آپ کی تواضع برداشت کر سکوں۔''

''نہیں بھئی حالات اتنے خراب بھی نہیں ہوئے، تم بیٹھو تو سہی جو کچھ یہ لائی ہے، آخر تمھاری ساس ہے، بیٹھو بیٹھو______''

''بے حد شکریہ______''

''نہیں فیصل، اگر تم واقعی میری نشیمن کے شوہر ہو تو ذرا ملنے کا انداز غلط رہا۔''

''بہت بہت شکریہ، اگر نشیمن مل گئی اور اُس نے میری بات مان لی تو میں اُسے لے کر آپ کے پاس آؤں گا۔''

''اگر کی کیا گنجائش ہے، کیا اس بات کا خطرہ بھی ہے کہ وہ نہ ملے؟ تنزیب شاہ نے بے قراری سے کہا______''

''نہیں خدا کرے وہ مل جائے، بلکہ مل جائے گی، کیونکہ مَیں نے اسے شہر کے ہر گوشے میں تلاش کر لیا ہے، بس یہی ایک جگہ ایسی تھی جہاں میں اسے تلاش کرنا چاہتا تھا، آپ کا بہت

بہت شکریہ، میں کچھ کھاؤں گا نہیں۔''

''اچھا ایک کام کرو، مجھے اپنا تفصیلی پتہ دیتے جاؤ مَیں خود بھی شہر آ رہا ہوں، ظاہر ہے اپنی بچی کے بارے میں سن کر ہم بات کو اس طرح نظر انداز نہیں کر سکتے اور ذمہ داری صرف تمھارے شانوں پر ہی نہیں چھوڑ سکتے، ہم خود بھی اُسے تلاش کریں گے۔''

''آپ میرا پتہ لکھ لیجئے'' میں نے کہا اور اس نے جلدی سے ایک نوٹ بک اور پین نکال کر میرا پتہ نوٹ کر لیا۔

''میں بہت جلد پہنچوں گا۔''

''اور میں بھی۔'' تنزیب شاہ نے جلدی سے کہا۔۔۔

''عورتوں کو اتنا آگے بڑھانے کا مَیں قائل نہیں ہوں، اچھا بھئی پھر خدا حافظ، تم نے ہماری خاطر مدارت قبول نہیں کی، لیکن خیر دوبارہ جب تم نشیمن کے ساتھ آؤ گے تو ساری کسر پوری کر لیں گے۔'' مَیں نے انہیں خدا حافظ کہا اور تیزی سے وہاں سے باہر نکل آیا، نشیمن یہاں نہیں تھی، مجھے بھلا ان لوگوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی، البتہ اتنا اندازہ میں نے لگا لیا تھا کہ داراب شاہ بہت ہی شاطر آدمی ہے جو کہانی طاہرہ نے مجھے سنائی تھی اس میں بھی داراب شاہ کی شطرنجی چالوں کا تذکرہ تھا، بلکہ یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے نشیمن کے باپ یوسف حمید کی موت میں داراب شاہ ہی کا ہاتھ ہو، اس کے علاوہ ایک بات اور جو میرے ذہن کے پردوں سے بار بار ٹکرا رہی تھی وہ یہ کہ خود تنزیب شاہ بھی مجھے کوئی بہت اچھی عورت معلوم نہیں ہوتی تھی، اس کے برعکس نشیمن بہت نفیس طبیعت کی مالک تھی، مگر بہت بعد میں سوچا تھا یہ میں نے، کاش مجھے پہلے سے ان واقعات کا علم ہوتا۔ واپس چل پڑا، راستے بھر یہ دونوں میاں بیوی مجھے یاد آتے رہے تھے، بس کا سفر ختم ہوا، ٹرین میں جا بیٹھا۔ دل کو یہی آس لگی ہوئی تھی کہ کاش وہاں جاتے ہی مجھے معلوم ہو کہ نشیمن کا پتہ چل گیا ہے، دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا، ایک بات مجھے یاد آ گئی تھی۔ داراب شاہ نے کہا تھا کہ اس چھوٹی سی بات پر وہ سوٹ کیس لے کر چل پڑی، داراب شاہ کو اس بات کا علم کیسے تھا کہ وہ سوٹ کیس لے کر آئی ہے، یہ نکتہ قابل غور تھا۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ داراب شاہ نے رواداری میں سوٹ کیس کا تذکرہ کر دیا ہو، ظاہر ہے کوئی اس طرح گھر سے نکلتا ہے تو اس طرح کی کوئی چیز اس کے

پاس ضرور ہوتی ہے۔

ریلوے اسٹیشن پر اُترنے کے بعد مَیں نے ٹیکسی کی اور سیدھا طاہرہ کے گھر کی طرف چل پڑا ____ طاہرہ ایک با اُصول لڑکی تھی، مخصوص معمولات اور گھر ____ میری منتظر تھی، اطلاعی گھنٹی بجانے پر اس نے دروازہ کھولا اور مجھے دیکھ کر چونک پڑی۔ پھر فوراً ہی اس نے میرے عقب میں دیکھا اور میرے دل پر مایوسی کا دھکا لگا۔ طاہرہ نے نوشی کی تلاش میں نگاہ دوڑائی تھی اس کا مطلب تھا کہ نوشی یہاں نہیں آئی۔

اس نے سامنے سے ہٹ کر مجھے اندر آنے کا راستہ دیا اس نے بھی میرے چہرے سے میری ناکامی کا اندازہ لگا لیا تھا اس لیے فوراً کوئی سوال نہیں کیا۔ مَیں تھکے تھکے انداز میں ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آپ نے مجھے فون نہیں کیا فیصل بھائی، وہ بولی۔"

"کچھ بات ہی نہیں بنی۔"

"ان لوگوں سے ملاقات ہوئی ____؟"

"ہاں ____؟"

"آپ نے اپنے بارے میں بتا دیا ____؟"

"ہاں ____!"

"کیا ردعمل رہا ____؟"

"کچھ غیر فطری سا ____!"

"مطلب ____؟"

"طاہرہ ____ مسز شاہ، یا طاہرہ کی والدہ، لگتا ہے انھیں بھی اپنی بیٹی سے رغبت نہیں ہے، پہلی غیر فطری بات تو یہی ہے کہ اس کے گم ہونے پر ان لوگوں نے اس کی تلاش کے۔ بھرپور کوشش بھی نہیں کی حالانکہ ایسا ہونا چاہیے تھا۔ اخبارات وغیرہ میں اس کی تصویریں چھپنی چاہئیں تھیں۔ پتہ نہیں انہوں نے پولیس میں رپورٹ بھی درج کرائی تھی یا نہیں۔"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"کیسے کہہ سکتی ہو ____؟"

"مَیں نے انھیں دنوں میں نوشی سے یہ سوال کیا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ پولیس کو رپورٹ نہیں دیں گے۔"

"وجہ بتائی تھی۔"

"ہاں! اسے اپنے سوتیلے باپ پر بھرپور شبہہ تھا کہ وہ صرف اس کی دولت ہتھیانا چاہتا ہے پولیس کو اس سلسلے میں ملوث کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ داراب شاہ کے ہاتھ سے نکل جائے۔ نوشی کا کہنا تھا کہ داراب شاہ خود اسے تلاش کرے گا پولیس کو وہ کبھی خبر نہیں کرے گا۔"

"یہ بہت ٹھوس جواز نہیں ہے۔"

"کیوں ____؟"

"داراب شاہ یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ خود نوشی پولیس کی مدد کو حاصل کر لے۔ ویسے طاہرہ تم نے نوشی کے لیے بہت بڑا خطرہ مول لیا۔ داراب شاہ کو اگر تمھارے بارے میں معلوم ہوتا تو وہ یہاں آ سکتا تھا۔"

طاہرہ کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے، اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا، "آپ نے ان لوگوں کو پوری تفصیل بتا دی۔ یہ بھی کہ اس دوران وہ کہاں رہی اور ____

"نہیں ____ حالانکہ انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا، داراب شاہ کا رویہ تو میرے ساتھ بہت ہی خراب رہا، اور میری اس سے تھوڑی سی تلخ کلامی بھی رہی، لیکن مجھے مسز داراب پر حیرت ہے اتنے عرصہ کے بعد انھیں اپنی بیٹی کے بارے میں معلوم ہوا تھا، لیکن ان کے اندر وہ اضطراب نہیں پیدا ہوا جو میرے خیال میں پیدا ہونا چاہیے تھا۔"

"ان لوگوں نے آسانی سے آپ کو نوشین کا شوہر مان لیا تھا۔" "آسانی سے تو نہیں۔ بلکہ داراب شاہ نے اس بارے میں کچھ فضول باتیں بھی کی تھیں۔"

"کیا ____؟ طاہرہ نے پوچھا۔"

"یہ کہ مَیں نے یہ جاننے کے بعد نوشی سے شادی کی کہ وہ ایک دولت مند لڑکی ہے۔"

"انھیں کیا معلوم کہ آپ کو اس کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ اس بات کی گواہ مَیں ہوں، ویسے فیصل بھائی مَیں نے نوشی کو اپنی مرضی سے اپنے پاس نہیں رکھا تھا بلکہ

جب مجھے صورت حال معلوم ہوئی تو مَیں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ نوشی میری جان تمھارے لیے حاضر تم یہاں آرام کرو لیکن تمھیں مستقل اپنے ساتھ رکھنے کے لیے مجھے ندیم سے اجازت لینی پڑے گی۔"

"اس نے اس بات کا بُرا منایا ہوگا؟"

"بالکل نہیں بلکہ اس نے خوش دلی سے کہا تھا کہ مَیں ایسا ہی کروں۔ اس نے بڑے خلوص سے مجھے اور ندیم کو خوبصورت اور مشکلوں سے پاک زندگی کی دُعائیں دی تھیں۔"

"مجھے بہت دکھ ہے کہ میں نے بہت سی بار اُسے ایک چھوٹے گھر کی لڑکی ہونے کے طعنے دیے اور اس کی بہت سی باتوں پر نکتہ چینی کی لیکن ایک طرح سے میں خود کو بے قصور ہی سمجھتا ہوں، مجھے کیا پتہ تھا کہ اس نے کیسی زندگی گزاری ہے، خواتین کے مسائل کے بارے میں مجھے زیادہ نہیں معلوم لیکن بہت سے ظاہری واقعات ایسے ہوتے ہیں جن میں معمولی گھرانوں کی لڑکیاں جنھوں نے اپنے گھروں میں کچھ بھی نہیں دیکھا ہوتا، کھاتے پیتے گھرانوں میں شادی ہوکر بدل جاتی ہیں اور وہاں وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ ان کے سسرال میں جو کچھ ہے وہ ان کے گھر میں نوکروں کے پاس بھی تھا حالانکہ سسرال والے ان کی اوقات سے باخبر ہوتے ہیں اور یہ جھوٹ ان سے برداشت نہیں ہوتا۔

"بڑی ٹھیک بات کہی ہے آپ نے فیصل بھائی۔ انسان لاتعداد، کمزوریوں کا مجموعہ ہے اس کی سب سے بڑی کمزوری خودستائی ہے اس کے اظہار کے لیے وہ بہت عامیانہ اقدامات کرلیتا ہے۔" طاہرہ نے کہا اور پھر ایک دم اچھل پڑی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش منجمد ہوگئے تھے نہ تو کوئی ایسی حیرت ناک بات ہوئی تھی اور نہ ہی کسی نے ہمارے درمیان مداخلت کی تھی۔

"کیا ہوا طاہرہ، خیریت ____؟ آخر کار مَیں نے کہا۔"

"فیصل بھائی ____ طاہرہ کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔"

"تمھاری طبیعت ٹھیک ہے۔"

"ہاں مَیں ٹھیک ہوں ____ ایک خیال نے مجھے لرزا دیا ہے۔"

کس خیال نے۔

"جو نہ ابھی تک آپ کے ذہن میں آیا تھا نہ میرے میں۔"

"پلیز ____ پہیلیاں نہ بجھاؤ ____!"

"کہیں ہم اب تک غلط راستوں پر تو نہیں بھٹکتے رہے اصل معاملہ کچھ اور ہی ہو ____"

"کیا ____؟"

"ہم اب تک صرف نشیمن کے گھر والوں اور اس کے سوتیلے باپ پر غور کرتے رہے ہیں۔ یہ سوچ کر کہ میرے یا اپنے والدین کے علاوہ وہ اور کہاں جاسکتی ہے۔"

"سو فیصدی ____"

"ایک اور کردار بھی ہے جو ____ وہ جملہ اُدھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔"

"کون طاہرہ کون؟ ____ میں نے شدید بے چینی سے پوچھا۔"

"طارق جمال ____ طاہرہ نے کہا اور میں نہ سمجھنے والے انداز میں اُسے سمجھنے لگا اور جب اس کی بات سمجھ میں آئی تو جیسے میرے کانوں میں بم پھٹ گیا، میرا دماغ چکرا گیا، بمشکل تمام میرے منہ سے نکلا ____"

"طارق جمال ____؟"

"ہاں، ممکن ہے فیصل بھائی، عین ممکن ہے۔ طارق جمال عیاش طبع انسان ہے دولت کے بل بوتے پر وہ ہر طرح کا جرم کرسکتا ہے، نوشی نے اس کی بے عزتی کی تھی ممکن ہے اس کے ذہن میں انتقام پل رہا ہو اور وہ بدلہ لینے کی تاک میں ہو، بعض اوقات اتفاقات ایسا موقع بنا دیتے ہیں جیسے اس وقت نوشی کی ناراضگی اس کا گھر سے نکلنا اور ____"

مَیں نے پوری بات بھی نہیں سنی اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ طاہرہ مجھے پکارتی رہ گئی تھی، طاہرہ نے مجھے ایک تیسرا راستہ دکھایا تھا۔ دفتر کی عمارت میں داخل ہوتے ہی مجھے پتہ چل گیا کہ طارق جمال دفتر میں موجود ہے، اسٹاف کے لوگوں نے مجھے ہائے ہیلو کہا تھا، میں اجازت لیے بغیر طارق جمال کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ وہ مجھے دیکھ کر چونکا تھا۔ اور اس کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پھیل گئی تھیں۔ بہر حال اس نے تھوڑا سا اخلاق برتا اور بولا۔

"میرے خیال میں تمھیں اندر آنے کے لیے اجازت طلب کرنی چاہیے تھی۔"

''نوشی کہاں ہے، میری پھنکار ابھری۔''

''کیا____؟ طارق جمال نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔''

''طارق جمال صاحب میں جانتا ہوں کہ نشمین آپ کے قبضے میں ہے مجھے نوکری سے
نکال کر آپ کی خوشی پوری نہیں ہوئی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ۔۔۔۔''

''یار تم کیا کہہ رہے ہو، میری سمجھ میں نہیں آیا____ کیا تمھاری بیوی بھاگ گئی۔
____طارق جمال نے کہا۔''

''وہ آپ کے قبضے میں ہے طارق جمال۔''

''ابے بھائی____ میرے اعصاب میرے قبضے میں نہیں ہیں، اور مجھے عملیات
وغیرہ بھی نہیں آتے کہ کسی کو قبضے میں کرسکوں۔ ویسے قصہ کیا ہے بتاؤ تو سہی____ بیٹھو۔

''اگر آپ نوشی سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو ایسا نہ کریں۔ وہ بے قصور ہے دیکھئے
طارق جمال صاحب میں کبھی آپ کے معاملے میں نہیں بولا لیکن۔۔۔۔

''سنو سنو، میری بات سنو، میرا ایک نظریہ ہے، ہر کام کر لو لیکن اس طرح نہیں کہ قابلِ
دست اندازی پولیس ہو۔ حسن پرستی میری فطرت ہے بلکہ بچپن کی عادت ہے یقین کرو ہفتے
میں دو تین بار کہیں نہ کہیں میں جوتے کھالیا کرتا تھا، بڑی حلیمی پیدا ہوگئی تھی طبیعت میں۔ کچھ
دوست ہمیشہ میرے آگے پیچھے ہوا کرتے تھے کہ اگر کہیں آگ بھڑک اٹھے اور صورت حال
نازک ہو جائے تو وہ اسے سنبھال لیں کہ کس طرح یہ بات جانتے ہو۔

اس نے رک کر میری شکل دیکھی پھر خود ہی بولا، ان کی جیبوں میں رقومات ہوتی تھیں
تا کہ اگر کبھی پولیس تک بات پہنچ جائے تو____ سمجھ رہے ہو نا____

''آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے، میں نے گھبرا کر کہا۔''

''اوّل تو تم نے مجھے کوئی بات نہیں بتائی۔ دوسرے یہ کہ ظاہر ہے مجھے تمھاری
مشکل سے کوئی ہمدردی نہیں ہے، تیسری بات یہ کہ اگر تمھاری بیوی بھاگ گئی ہے تو یہ بات
بھول کر بھی مت سوچنا کہ مجھے اس سے کوئی____ دلچسپی رہ گئی ہے، میں انتقام کا قائل
نہیں ہوں اس طرح کی حماقتیں وہ کرتے ہیں جن کے پاس وسائل نہیں ہوتے____
سمجھے____ رہی تمھیں نوکری سے نکالنے کی بات تو یہ ایک اصولی فیصلہ تھا میں اس شخص

کیسے برداشت کرتا جو میرا وفادار نہ ہو____ اس نے ایک ایسی لڑکی کو عزت دی ہو جس
نے مجھ سے بدتمیزی کی ہو۔

''طارق جمال صاحب آپ فرشتہ بننے کی کوشش نہ کریں، مجھے یقین ہے کہ۔۔۔''

''اور اگر تم نے میرے بارے میں پولیس کے سامنے ایسی کوئی بکواس کی تو یہ مجھ سے
دشمنی کا آغاز ہوگا۔ اور بہرحال میرا حق ہوگا کہ میں اپنے دشمن کو نقصان پہنچاؤں____ اس
نے میرا جملہ کاٹ کر کہا۔''

''لیکن پھر آپ بھی سن لیں طارق جمال صاحب۔۔۔۔''

''نہیں نہیں کوئی فضول اور توہین آمیز بات منہ سے مت نکالو تا کہ گنجائش رہے،
تمھاری بیوی کے بارے میں میرے فرشتوں کو بھی کچھ معلوم نہیں ہے نہ مجھے اس سے کوئی
دلچسپی ہے اگر وہ تمھیں نہ ملے اور اس کے ملنے کے امکانات بھی باقی نہ رہیں تو تم اپنی نوکری
پر واپس آسکتے ہو۔

مَیں اس پر لعنت بھیجتا ہوں، وہاں سے واپس آ گیا تھا۔ نہ جانے کیوں اندازہ ہو گیا
تھا کہ طارق جمال اس بارے میں کچھ نہیں جانتا وہ تو چیز ہی دوسری ہے۔

گھر کا چکر لگایا۔ کوئی قابل ذکر بات نہیں تھی اتنا خوش نصیب نہیں تھا کہ نوشی گھر پر مل
جاتی بہت دیر وہاں گزاری وحشتیں عروج پر تھیں گھر کاٹنے کو دوڑ رہا تھا طاہرہ ہی مونس غمگسار
تھی اُس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کچھ ساز و سامان پھیلائے بیٹھی تھی پہلا سوال اس نے طارق
جمال کے بارے میں کیا تو مَیں نے اُسے تفصیل بتا کر کہا کہ طارق جمال یقیناً اس سلسلے میں
کوئی کردار نہیں رکھتا۔

''کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ آخر ہوا کیا ہے، اس کا کچھ پُرانا سامان پڑا تھا میں یہ سوچ کر
دیکھ رہی ہوں کہ ممکن ہے کوئی اور پتہ نشانی مل جائے، مَیں نے اس سامان پر نگاہ ڈالی پھر ایک
تصویر اٹھا کر دیکھی اور طاہرہ سے پوچھا۔''

''یہ دونوں کون ہیں۔''

''ایک نوشی کے ابو یوسف حمید ہیں دوسری اس کی امی، انھیں تو پہچان ہی لیا ہوگا، طاہرہ
نے سکون سے کہا۔''

”کیا ____ میرے حلق سے اتنی زور کی آواز نکلی کہ خود میرے کان جھنجھنائے یہ
عورت نہیں تھی جو راجن پور میں مجھے نوشی کی والدہ کی حیثیت سے ملی تھی۔

O

میری اس بے تکی چیخ سے طاہرہ بھی ڈر گئی اور سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی
مَیں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا، ایک لمحے کے اندر اندر میرے ذہن میں لاتعداد خیالا
آنے لگے تھے، طاہرہ نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

”کیا ہوا، کیا ہو گیا فیصل بھائی؟“

”طاہرہ طاہرہ طاہرہ، کیا تمھیں یقین ہے کہ یہ نشیمن کے امی اور ابو ہیں؟“

”ہاں بالکل یقین ہے، نشیمن نے ہی مجھے بتایا تھا، میری خود تو ان سے ملاقات کبھی نہیں
ہوئی۔ یہ بات آپ جانتے ہیں فیصل بھائی کہ نشیمن کالج میں میری دوست بنی، کبھی ا
اتفاق نہیں ہوا کہ مَیں راجن پور گئی ہوں، اس نے مجھے کئی بار راجن پور چلنے کے لیے کہا بھ
لیکن مجھے یوں لگتا تھا جیسے وہ کھلے دل سے مجھے اپنے گھر نہیں لے جانا چاہتی ہو، انسان ا
بات تو محسوس کر لیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ میری کبھی ان لوگوں سے ملاقات نہیں ہوئی، لیک
آپ مجھے بتائیے کیا بات ہے؟“

”طاہرہ، یہ خاتون نہیں ہیں جن سے مَیں نوشی کی والدہ کی حیثیت سے مل کر
ہوں۔“

”پلیز، بات میری سمجھ میں نہیں آئی، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“ طاہرہ نے حیران
میں کہا۔

”طاہرہ! مَیں تمھیں تفصیل بتاتا ہوں، مَیں تمھارے بتائے ہوئے پتے پر پہنچا
میری پہلی ملاقات انہی خاتون سے ہوئی، اب میں تمھیں ذرا ان کا حلیہ بتا دوں، چہرے
سے وہ ایک تیز طرار عورت معلوم ہوتی تھی، اس کی عمر پینتالیس چھیالیس سال ہو گی،
سے زیادہ نہیں تھی، نقوش بے شک دلکش تھے، لیکن ڈھلتی ہوئی عمر کے اثرات اس کے چہر
سے نمایاں تھے، مَیں نے نوشی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے حیرانی کا مظاہرہ کیا،
اندر لے گئیں اور پوچھنے لگیں کہ مَیں نشیمن کو کیسے جانتا ہوں، پھر جب میں نے انھیں یہ

بتائی کہ میں نوشی کا شوہر ہوں تو انہوں نے خاطر خواہ حیرت کا مظاہرہ کیا اور اپنے شوہر کو آواز
دے لی، اس کے بعد وہ ساری باتیں ہوئیں جو میں تمھیں بتا چکا ہوں، میرا مطلب یہ تھا کہ
ان کے انداز میں مجھے ایک مسلسل تصنع محسوس ہوا اور یہ بات میرے ذہن میں کھٹکتی رہی، لیکن
معافی چاہتا ہوں طاہرہ، مَیں نے یہی سوچا کہ اگر وہ کوئی بہتر خاتون ہوتیں تو ایک اچھی خاصی
زندگی گزارتے ہوئے شوہر کی موت کو اس طرح نظر انداز نہ کر دیتیں اور فوراً ہی دوسری شادی
نہ رچا بیٹھتیں، خاص طور سے ایک جوان بیٹی کی موجودگی میں، لیکن بہرحال مَیں نے ان تمام
باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، اوہ میرے خدا، یہ تو مجھے کوئی بہت ہی گہری سازش معلوم
ہوتی ہے۔“ طاہرہ بھی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی پھر بولی۔

”آپ کا مطلب ہے فیصل بھائی کہ وہ نشیمن کی والدہ نہیں تھیں۔“

”بالکل نہیں، کم از کم ان خاتون کو دیکھ کر یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے، اگر
یہ ہی عمر کی تصویر بھی ہے، تب بھی خدوخال جسامت، کچھ تو ملنا چاہیے تھا ان خاتون سے۔“

”مگر یہ چکر ہے کیا؟“

”اب مجھے یہ چکر بہت گہرا معلوم ہو رہا ہے، میرا جہاں تک خیال ہے، نشیمن کی والدہ
بھی کسی مشکل کا شکار ہو چکی ہیں، نہیں بابا نہیں، بات بہت ہی گہرائیوں میں ہے، دماغ کی
چولیں ہل گئی ہیں، آخر نوشی گئی کہاں، گھر سے نکل کر اصولی طور پر اسے تمھارے پاس آنا
چاہیے تھا، لیکن وہ جانتی تھی کہ تم اسے ایک منٹ اپنے پاس نہیں رکھو گی اور سیدھی لے کر
میرے پاس پہنچو گی، اوہ یہیں سے کھیل بگڑا ہے، یہیں سے کھیل بگڑ گیا ہے، مگر اب میری
سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، کیا کرنا چاہیے مجھے؟

”طارق جمال کے بارے میں آپ کو پورا یقین ہو چکا ہے؟“

”ہاں طاہرہ، بہت عرصہ رہا ہوں اس کے ساتھ، بڑا عجیب وغریب ٹائپ رہا ہے اس
شخص کا، مجھے ان خواتین پر حیرت ہوتی تھی جو اس کی قربت حاصل کر لیا کرتی تھیں، اور اب
بھی یقینی طور پر کوئی بہت ہی خوبصورت خاتون اس کی سیکریٹری کی حیثیت سے اس کے ساتھ
گزارا کر رہی ہو گی، نوشی اس طرح کی لڑکی نہیں تھی، لیکن طارق جمال میں جو خوبی ہے، وہ یہ
ہے کہ وہ اپنی زبان سے کہتا ہے کہ اس طرح کے جوتے تو اس نے زندگی میں بے شمار بار

کھائے ہیں اور کبھی کسی کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کی، اس لیے کہ وہ اخبارات ک
خبروں کی زینت نہ بن جائے یا پولیس اس کے معاملے میں مداخلت نہ کرے، نوشی کے
بارے میں بھی مَیں نے اندازہ لگالیا ہے کہ نوشی اس کے ہاتھ نہیں لگی۔''

''تب پھر؟''

''نہیں غور کرنا پڑے گا، عمل کرنا پڑے گا، یہ اتنا آسان نسخہ نہیں ہے۔'' بہت دیر تک
مین طاہرہ کے پاس بیٹھا رہا، اس سے باتیں کرتا رہا، وہ ایک سکون بخش گولی تھی جس کے
پاس سکون کی دوائیں تھیں، بہت دیر تک وہ مجھے تسلیاں دیتی رہی، کھانے کی بھی پیش کش کی
لیکن بھلا کھانے کو کس کا جی چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''اگر تم اجازت دو طاہرہ تو یہ تصویر مَیں رکھ لوں؟''

''اس کی اور بھی یہ چند چیزیں ہیں، کپڑے ہیں، یہ کچھ میک اپ کا سامان ہے، یہ ایک
پرس ہے، سب اسی کا ہے، اس کی امانت کے طور پر رکھا ہوا تھا جب دل چاہتا لے جاتی، مَیں
نے تو صرف اس لیے ان چیزوں کو دیکھ لیا تھا کہ ممکن ہے کوئی ایسی نوٹ بک یا ڈائری وغیرہ
مجھے مل جائے جس میں کوئی اور پتہ درج ہو اور اس پتے سے یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ نوشی ا
کسی اور دوست کے پاس نہیں چلی گئی۔'' میں نے وہ تصویر اپنے لباس میں رکھ لی، اور
وہاں سے گھر کی جانب پلٹ، یہ گھر اب مجھے ''بھوت گھر'' ہی معلوم ہوتا تھا، حقیقت یہ ہے
ہر گوشے سے مجھے نوشی کی آواز سنائی دیتی تھی، کبھی باورچی خانے میں برتن کھڑک رہے ہیں
کبھی ڈرائنگ روم میں صفائی کی آواز آ رہی ہے، ان آوازوں کو سن کر جو پورے ہوش وحو
میں مجھے سنائی دیتی تھیں، میرا دل ڈوبنے لگتا تھا، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ نوشی اب اس دنیا
میں نہ ہو اور اس کی روح بھٹک رہی ہو، ایک دفعہ تو میں نے اسے رو رو کر پکارا بھی تھا،
نے کہا تھا۔

''نوشی۔۔۔۔ نوشی سچ بتاؤ کیا تم نے خودکشی کر لی ہے، نوشی! دیکھو مجھے کس طرح
غلطی کا احساس ہو رہا ہے، میں نوشی میں میں، تمھیں یاد کر رہا ہوں رو رہا ہوں تمھارے
آ جاؤ، تمھیں خدا کا واسطہ، آ جاؤ نوشی مجھے معاف کر دو، آئندہ تمھیں کبھی مجھ سے کوئی شکا
نہیں ہوگی۔'' مگر یہ صرف اپنے دل کے بہلاوے کی باتیں ہوتی ہیں، انسان جذبات

ڈوب کر نجانے کیا کیا کہانیاں شروع کر دیتا ہے، نوشی بھلا کہاں سے آ سکتی تھی، سارا گھر اسی
طرح بکھرا ہوا پڑا تھا، حالانکہ اس سے پہلے بھی میں تنہا ہی رہتا تھا، گھر کو سنوارنا مجھے آتا، لیکن
اب یہ گھر کس کے لیے سنواروں، شکنوں سے بھرے ہوئے بستر پر تھکے تھکے انداز میں جا لیٹا،
نوشی کو یاد کرتا رہا، دل خون کے آنسو رو رہا تھا اور اس کے بعد میری تمام تر توجہ اس طرف مرکوز
ہوگئی، راجن پور میں وہ گھر کیا ہوا ہوگا، کیسے ہوا ہوگا، کیا کروں کس کس طرح معلومات حاصل
کروں؟ کہ نوشی کے بارے میں پتہ چل سکے، کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور جب کچھ نہ
آیا تو نیند آ گئی اور میں گہری نیند سو گیا، پھر اس وقت جاگا جب زور زور سے اطلاعی گھنٹی
بجائی جا رہی تھی، دیر تک بستر پر پڑا اس گھنٹی کی آواز کو سنتا رہا اور اس کے بعد اٹھ گیا، کون آ گیا
ہے، ایک دم سے دل اچھل کر حلق میں آ گیا، کیا نوشی، پھر اس طرح دروازے پر چھلانگ
لگائی کہ گرتے گرتے بچا، دروازہ کھول کر میں نے پورے بدن سے لرزتے ہوئے باہر نگاہ
ڈالی، پہلے تو یہ لرزشیں شدت جذبات کی تھیں اور میں نے سوچا تھا کہ اتنی تیز تیز گھنٹی بجانے
والی ممکن ہے نوشی ہی ہو، لیکن اب جو میں نے باہر دیکھا تو درحقیقت لرزشوں میں کچھ اضافہ
ہی ہو گیا، ایک سب انسپکٹر تھا، دو کانسٹیبل تھے، تیسرا بھی ایک سادہ لباس آدمی تھا، چہرے
مہرے سے پتہ چلتا تھا کہ پولیس ہی کا آدمی ہے، ہو سکتا ہے اسپیشل برانچ کا آدمی ہو، لیکن ان
چار افراد کے علاوہ میں نے جس شخص کو دیکھا اس کو دیکھ کر میرے بدن میں چنگاریاں سی
دوڑنے لگیں اور لرزشوں کا وہ انداز ختم ہو گیا، وہ داراب شاہ تھا، تر و تازہ، اپنے آپ کو
سنوارے ہوئے، انسپکٹر نے کہا۔

''کیا آپ ہمیں اندر آنے کی اجازت دیں گے جناب؟''

''جی آیئے آیئے۔'' میں نے کہا اور پھر ان لوگوں کو ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

''مَیں لباس تبدیل کر لوں اگر اجازت ہو تو؟''

''آپ بے لباس تو نہیں ہیں، اور پھر ہم لوگ بھی یہاں بہت دیر کے لیے نہیں آئے،
آپ پلیز یہاں رکیں، چلو تم لوگ تلاشی لو پورے گھر کی۔ انسپکٹر نے سپاہیوں کو اور اس شخص کو
حکم دیا۔

''یس سر۔''

"میں بھی چلتا ہوں۔" داراب شاہ نے کہا تو میں ایک دم بپھر گیا۔

"کیوں، آپ پولیس والے ہیں؟"

"نہیں۔۔۔ لیکن میں بھی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔" داراب شاہ بولا، میں نے پولیس افسر کو دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"ایک غیر سرکاری آدمی کو کیا یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کے گھر کے سامان کو الٹ پلٹ کر سکے۔ یہ شخص اگر مجھ سے کوئی____ مخاصمت رکھتا ہے تو میرے گھر میں کوئی ایسی چیز بھی رکھ سکتا ہے جو میرا جرم بن جائے۔

"انہوں نے جو رپورٹ آپ کے خلاف درج کرائی ہے اس کے تحت یہ پولیس کے ساتھ مل کر اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔"

"گویا انھیں پولیس کی کارکردگی پر اعتماد نہیں ہے۔ میں نے کہا اور یہ وار کارگر ہو گیا۔ پولیس افسر کا انداز بدلنے لگا، میں نے کہا "دیکھیے افسر صاحب، میں کوئی مل مزدور نہیں ہوں، پڑھا لکھا آدمی ہوں بہت سے قوانین بھی جانتا ہوں میرا وکیل آپ سے یہ سوال ضرور کرے گا کہ ایک غیر متعلق آدمی نے میرے گھر کی تلاشی کیوں لی جب کہ خود آپ نے بھی مجھے کوئی سرچ وارنٹ نہیں دکھایا۔

"ہم ایس ایچ او صاحب کے حکم سے یہ تلاشی لے رہے ہیں، تلاشی کے بعد آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا وہاں ایس ایچ او صاحب آپ کی تسلی کریں گے۔

"ہم جائیں سر____؟" کانسٹیبلوں نے پوچھا۔

"ہاں جاؤ____ ایس آئی نے جواب دیا تو کانسٹیبل اندر کی طرف چل پڑے۔ داراب شاہ نے بھی ان کے ساتھ قدم بڑھائے تو ایس آئی بول پڑا "نہیں جی آپ ادھر ہی رکو____

"آفیسر، میں بھی تلاشی لینا چاہتا ہوں، مجھے جو شبہ ہے اسے رفع کرنا چاہتا ہوں۔"

"او بھائی جان، کان نہیں ہیں تمھارے____ میں نے بولا ہے ادھر رکو____ بات ختم ہوگئی۔"

داراب شاہ تلملا کر رک گیا، تاہم اس نے کہا "تمھیں معلوم ہے کہ ایس ایچ او

صاحب سے میری دوستی ہے۔"

"ہم سے دشمنی ہے بیٹھ جاؤ____ ایس آئی نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔۔ تم کپڑے پہن لو____ ہمارے ساتھ چلنا ہے تمھیں____ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اس دنیا میں جینے کے لیے ضروری لوگوں سے تعلقات بڑھانا بہت ضروری ہے ورنہ مصیبت بن جاتی ہے، اب اس وقت میرا پشت پناہ کوئی نہیں تھا، ایک بالکل ہی بے ضرر اور کسی کو نقصان نہ پہنچانے والا آدمی تھا میں، لیکن کس طرح جال میں پھنستا جا رہا تھا، بہرحال لباس تبدیل کر لیا، ایس آئی اچھا انسان تھا، پولیس والے تلاشی لے کر آ گئے تھے، میں نے کہا۔

"جناب والا! اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ آپ یہاں میرے گھر میں کیا تلاش کر رہے ہیں تو ہو سکتا ہے میں خود آپ کی مدد کروں۔"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں، بس کوئی ایسا نشان جس سے تمھاری گم شدہ بیوی کا سراغ مل سکے۔"

"اگر ایسا کوئی نشان ہوتا تو میں خود اس کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا۔"

"سراغ تو یہ خود ہے افسر صاحب، میں دعوے سے کہتا ہوں۔"

"یار جو بھی دعویٰ کرنا ہے تمھیں، تھانے چل کر کرنا، ضرورت سے زیادہ بول رہے ہو تم، مجھے سختی پر مجبور مت کرو۔" ایس آئی، داراب شاہ سے کچھ چڑ سا گیا تھا، ویسے بھی داراب شاہ کی شخصیت چڑانے والی ہی تھی، بہرحال باہر نکل کر گھر کو تالا لگایا، پولیس جیپ کھڑی تھی، اس میں بیٹھا اور جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے دیکھا کہ پڑوسی گردنیں نکال نکال کر مجھے اس طرح پولیس کی تحویل میں جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، بہرحال میں پولیس اسٹیشن پہنچ گیا، یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ داراب شاہ بار بار ایس ایچ او سے اپنی دوستی کا حوالہ دے رہا تھا، ایس ایچ او صاحب معمول کے مطابق تھے۔ لمبی چوڑی جسامت کے مالک، خاصے خونخوار، داراب شاہ کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں بھئی کوئی خبر ملی۔"

"یہ تو آپ کے ایس آئی صاحب ہی بتا سکتے ہیں جو شرلاک ہومز بننے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔" ایس آئی نے کہا۔

''سر! یہ صاحب پولیس کے ہر معاملے میں دخل اندازی کر رہے ہیں، آپ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میں ان کی ماتحتی میں وہاں جا کر کام کروں۔''

''او شاہ جی کیا بات ہے۔ ہمارے ایس آئی صاحب کو ناراض کر دیا آپ نے؟''

''میرا خیال ہے جناب، یہ آپ کو کچھ نہیں گردانتے، میں نے آپ کا حوالہ دیا تب بھی انہوں نے مجھے کوئی حیثیت نہیں دی۔''

''جی سر، اصل میں، یہ پولیس کانسٹیبلوں کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ یہ خود تلاشی لیں۔''

''او نہیں شاہ جی، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، پولیس کا کام تو ہر قیمت پر پولیس ہی کرتی ہے اور جہاں تک میرے سب انسپکٹر کا تعلق ہے تو آپ تو ڈھائی تین گھنٹے کے لیے آئے ہو، یہ بات مجھے مت بتاؤ کہ میرا ماتحت مجھے کچھ گردانتا ہے یا نہیں، آپ صرف اپنے کام سے کام رکھو۔'' یہاں بھی داراب شاہ کو منہ کی کھانی پڑی تھی، ایس ایچ او نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ____ تمھارا نام فیصل حیات ہے۔''

''جی سر، میں نے یہاں اپنی بیوی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔''

''ایں ____ اچھا ____ میں تو نہیں تھا۔''

''سر آپ نہیں تھے، لیکن آپ کے روزنامچے میں یہ رپورٹ موجود ہے۔''

''ٹھہرو، میں روزنامچہ منگواتا ہوں۔'' ایس ایچ او نے محرر سے روزنامچہ منگوایا، اس میں پوری تفصیل درج تھی، ایس ایچ او نے کہا۔

''او بھئی، یہ جو تاریخ ہے نا، اس میں میرا ایک اور ماتحت ڈیوٹی دے رہا تھا، میں پولیس پارٹی لے کر شہر سے باہر گیا ہوا تھا، یہ تو بڑی تفصیل تھی، میرے ماتحت نے تمھارے ساتھ ساری جگہوں کے چکر لگائے تھے، ہسپتال مردہ گھر اور ہر ایسی جگہ جہاں تمھاری بیوی مل سکتی تھی۔''

''مل کیسے سکتی تھی ایس ایچ او صاحب، مَیں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ قتل کر دی گئی ہے۔''

''داراب شاہ صاحب، بعض اوقات [illegible] پڑ جاتے ہیں، آپ دعوے سے

بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ قتل کر دی گئی، اس کا مقصد ہے کہ آپ کو اس قتل کے بارے میں پوری تفصیلات معلوم ہیں۔'' تقدیر میرا ساتھ دے رہی تھی، داراب شاہ پتہ نہیں کیسے کیسے دعوے لے کر آیا تھا، لیکن صورت حال کچھ الٹی ہی ہو رہی تھی۔

''مَیں اس لیے یہ دعوے کر رہا ہوں کہ اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملا۔''

''شاہ جی! دیکھو تمھارے کہنے سے ہم نے بندہ بلوا لیا ہے، پڑھا لکھا بندہ ہے، چہرے سے شریف معلوم ہوتا ہے، اب بہتر ہے کہ ہمیں بات کرنے دو، یا پھر کوئی اور قدم اٹھایا جائے۔''

''نہیں، نہیں آپ بات کریں، بات کریں۔''

''ہاں بھئی، تمھاری رپورٹ لکھی ہوئی ہے، بات ختم ہو جاتی ہے۔''

''ایک چھوٹی سی بات پر میری بیوی ناراض ہو کر گھر سے باہر نکل گئی اور میں نے سوچا کہ وہ اپنی اس دوست کے ہاں چلی گئی ہے جہاں وہ رہتی تھی۔''

''وہ دوست کونسی تھی ہمیں بھی تو بتاؤ۔'' داراب شاہ پھر بیچ میں بول پڑا۔

''شاہ جی آپ ایسا کرو دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھو۔''

''نہیں مم ـــ میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے بھی تو کچھ پتہ چلنا چاہیے آخر میں اس کا باپ ہوں، اس کی ماں کی جو کیفیت ہے، وہ بھی بہت بری ہے، مجھے بھی تو اپنا گھر دیکھنا ہے۔''

''آپ دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھو شاہ جی، ہمیں بات کرنے دو، چلو انھیں لے جاؤ۔'' ایس آئی جو خود داراب شاہ سے جل گیا تھا، داراب شاہ کے قریب پہنچ کر اس کے کندھے کو تھپتھپاتا ہوا بولا۔

''اٹھیے شاہ جی، آیئے۔''

''نہیں میں اب چپ چاپ بیٹھا رہوں گا۔''

''آپ سن نہیں رہے، سر جی مجھے اجازت دیجیے، میں انھیں یہاں سے عزت کے ساتھ لے جاؤں۔''

''جایئے شاہ جی جایئے، یہ پولیس اسٹیشن ہے۔'' داراب شاہ اٹھ گیا تھا، قدرت اس

کی بے عزتی کرا رہی تھی، بہت زیادہ بن رہا تھا کہ ایس ایچ او میرا دوست ہے، بہر حال وہ باہر نکل گیا تو ایس ایچ او نے کہا۔

''بس جناب، یہ لوگ چاہے جتنے بھی پڑھ لکھ جائیں دیہاتی ہی ہوتے ہیں، آپ اس کی بات کا برا مت مانو، آپ مجھے ساری تفصیل پھر سے بتاؤ۔''

''اصل میں یہ لوگ راجن پور کے رہنے والے ہیں، یہ بات تو آپ کو معلوم ہوگی؟''

''ہاں بالکل معلوم ہے، کسی ذریعے سے سلام دعا تھی ان صاحب سے، ایسے لوگ تلاش کرتے ہیں کہ کونسی بات ان کے حق میں ہو جائے، خیر آپ بتایئے۔''

''نشیمن نوکری کی تلاش میں طارق جمال نامی ایک شخص کی فرم میں آئی تھی، میں اس فرم میں منیجر تھا، طارق جمال صاحب ایک نوجوان اور اوباش طبیعت کے آدمی ہیں، لڑکیوں سے فلرٹ ان کا شوق ہے، اس دن بھی انٹرویو لیا جا رہا تھا، میں بھی اس انٹرویو میں شریک تھا، نشیمن وہاں انٹرویو دینے آئی اور جب طارق جمال صاحب نے اس سے بدتمیزی کی کوشش کی تو اس نے وہیں دفتر میں ان کی پٹائی کر دی، پورا اسٹاف اس بات کا گواہ ہے، بہر حال میں بہت متاثر ہوا تھا اس لڑکی کے کردار سے، میں نے اس کے فائل پر اس کا پتہ دیکھا اور وہاں جا پہنچا، صورت حال پتہ چلی جو یہی تھی کہ وہ اپنے ماضی کے بارے میں کسی کو کچھ بتانا نہیں چاہتی، اس کی دوست نے بھی کوئی تفصیل نہیں بتائی کیونکہ اس دوست کو ہدایت تھی کہ وہ بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتائے، ورنہ نشیمن وہاں سے فوراً چلی جائے گی، انسپکٹر صاحب! بعد میں میری اس سے شادی ہوگئی، میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ کسی معمولی گھرانے کی لڑکی ہے، گھریلو معاملات میں اسے کوئی سلیقہ نہیں تھا، تھوڑے دن تک تو وہ ساری باتیں محبت کے حساب میں چلتی رہیں، اس کے بعد ایک اور حادثہ ہوگیا اور وہ حادثہ یہ تھا کہ میرے باس طارق جمال کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ میں نے اس لڑکی سے شادی کی ہے جو ان کی مرمت کر چکی ہے، انہوں نے مجھے ملازمت سے نکال دیا، میں ذرا سا ذہنی طور پر جھلایا ہوا تھا، اس دن میری بیوی نے کھانا پکایا تو میں نے اسے اس بدمزہ کھانے پر بہت برا بھلا کہہ دیا۔ انسپکٹر صاحب وہ ناراض ہو کر گھر سے باہر نکل گئی، میرے دل میں بس ایک خیال تھا کہ وہ اپنی دوست کے علاوہ اور کہیں نہیں جائے گی، اس لیے میں خاموش رہا وہ دوست بہت اچھی قسم کی خاتون تھی، میرا

خیال تھا کہ وہ اسے لے کر میرے پاس آئے گی، بعد میں جب وہ نہیں آئی تو میں نے معلومات حاصل کیں اور پتہ چلا کہ وہ یہاں نہیں ہے، میں بدحواس ہوگیا اور اس کے بعد اس دوست لڑکی نے یہ بھی انکشاف کیا کہ نشیمن راجن پور کی رہنے والی ہے اور ایک بہت بڑے گھرانے کی لڑکی ہے، اس کے باپ کا انتقال ہو چکا ہے، اور اس کی ماں نے دوسری شادی کر لی ہے، یہ داراب شاہ نامی آدمی اس کی فیکٹری کا منیجر تھا۔ اسے وہاں کے سارے حالات معلوم تھے۔ انسپکٹر صاحب، میں وہاں جا پہنچا، ان دونوں میاں بیوی نے مجھے ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا، خاص طور سے داراب شاہ صاحب نے یہی کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ لڑکی دولت مند ہے اور میں نے اسی لیے اس سے شادی کی، انسپکٹر صاحب ایسی بات نہیں تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کسی قیمت پر اسے گھر سے نکلنے نہیں دیتا اور اس کی خوشامدیں ہی کرتا میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں چلی گئی۔'' میں نے انسپکٹر کو یہ بیان دیا، ساری باتیں میں گول کر گیا تھا۔ نہ میں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ داراب شاہ کے ساتھ جو عورت ہے وہ لڑکی کی اصل ماں نہیں ہے۔ انسپکٹر نے مجھ سے کہا۔

''مجھے اس دوست لڑکی کا پتہ بتاؤ۔''

''نہیں انسپکٹر صاحب، مَیں صرف اس لیے اس کا پتہ نہیں بتاؤں گا وہ انتہائی شریف لڑکی ہے، اور اس کا شوہر ملک سے باہر ہے، آپ مجھے تھوڑا سا وقت دے دیجئے، میرا خیال ہے اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ میں اس سے کہوں کہ وہ اپنے شوہر کو باہر سے بلا لے، آپ ایک اچھے اور شریف انسان ہیں براہِ کرم مجھے اس کا موقع دیجئے، میں آپ سے کوئی چھپانا نہیں چاہتا لیکن اس لڑکی کی میں بہت عزت کرتا ہوں۔''

''ہم بھی اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، صرف اس سے معلومات حاصل کریں گے۔''

''پھر بھی، مجھے اتنی اجازت دیجئے کہ میں اس سے خود پوچھ لوں۔'' انسپکٹر صاحب واقعی بے حد شریف انسان تھے، انہوں نے کچھ سوچا پھر بولے۔

''دیکھو، میں تم میں اور داراب شاہ میں فرق محسوس کر رہا ہوں، میں بھی انسان ہوں، روایتی افسر نہیں ہوں کہ کوئی مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کرے اور میں ٹریپ ہو جاؤں، مگر ان

خاتون سے ہماری ملاقات بہت ضروری ہے، بنیادی بات ہے، اب میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں، میں داراب شاہ کے آنے پر تمھارے ساتھ سخت سلوک کروں گا، بہت سی ایسی تلخ باتیں کروں گا جو تمھیں بہت بری لگیں گی، لیکن انھیں میری مجبوری سمجھنا، تحقیقات تو کرنی ہے، معلومات حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنا ہوتے ہیں، آرام سے بیٹھو باقی باتیں تم سے بعد میں ہوں گی۔'' ایس ایچ او کے دل میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے رحم ڈال دیا تھا ورنہ کون کیا کہہ سکتا ہے، داراب شاہ کو بلوایا گیا، خاصا خراب موڈ نظر آ رہا تھا، آتے ہی بولا۔

''سر جی کچھ پتہ چلا میری بیٹی کا؟''

''جی ہاں دوسرے کمرے میں بیٹھی ہوئی ہے ابھی آ رہی ہے۔'' ایس ایچ او نے طنزیہ کہا پھر غرا کر بولا۔

''اوئے کوئی تم گورنر کے اسسٹنٹ لگے ہوئے ہو، یہ تھانے میں تم بات کیسے کر رہے ہو، جیسے شہنشاہ لگے ہوئے ہو، تمیز سے بیٹھو۔'' ایس ایچ او غرائے ہوئے لہجے میں بولا اور داراب شاہ کسی قدر بہتر حالت میں آیا۔

''ہاں تم کیا کہتے ہو اس بارے میں، اپنی بتاؤ۔'' ایس ایچ او نے کہا۔

''سر جی سیدھی سی بات ہے، اس بندے نے داؤ کھیلا اور ایک معصوم لڑکی ورغلا کر اس سے شادی کر لی۔ یہ جانتا تھا کہ وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہے اور اس کا باپ اپنی دولت اس کے نام کر گیا ہے۔ اس نے خفیہ طریقے سے یہ سراغ لگا لیا تھا جب وہ پوری طرح سے اس کے قابو میں آ گئی اور اس نے اس سے نکاح کر لیا تو پھر اس نے اس سے مطالبہ کیا کہ اپنے باپ کی دولت نکالے، میں اندازے سے کہتا ہوں سر جی کہ کوئی بھی لڑکی اتنی بیوقوف نہیں ہوتی کہ اتنی جلدی اپنے شوہر پر اعتبار کر لے، اس نے سوچا ہوگا کہ اس بندے کے بارے میں بھی تو جان لیا جائے۔ یا پھر ہو سکتا ہے اسے بھی کوئی شبہ ہو گیا ہو، بس جناب اس نے منع کر دیا، یہ ضرور اس سے مطالبے کرتا رہا ہوگا اور جب اس نے اس کے مطالبے ماننے سے انکار کیا تو یہ تشدد پر اُتر آیا ہوگا۔ بس جناب، وہ تشدد کا شکار ہو گئی اور مار گئی۔''

''شاہ جی ایک بات بتائیے آپ، اس کے مارے جانے کے بعد اس بندے کو کیا ملے گا۔''

''میں یہ نہیں کہتا کہ اس نے جان بوجھ کر اسے مارا ہوگا۔'' داراب شاہ نے فوراً پینترا بدلا۔

''تو پھر۔''

''او جناب تشدد کے نتیجے میں بھی وہ مر سکتی ہے۔ اس کا وہ مطلب نہیں ہوگا۔''

''ویسے آپ بہت ذہین آدمی ہیں شاہ جی کیا نقشہ بنایا ہے آپ نے۔''

''او جناب میرے دل کو لگی ہوئی ہے، میری بیوی اتنی پریشان ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے، ظاہر ہے اس کی اولاد لا پتہ ہو گئی ہے۔''

''مگر وہ تو سنا ہے کہ کافی دن پہلے گھر چھوڑ چکی تھی۔ آپ کو اب اس کے بارے میں پتہ چلا ہے؟''

''وہ جناب اصل میں، یہ بالکل ذاتی سا معاملہ تھا کہ اسے سامنے نہیں لایا گیا۔''

''گویا آپ نے پولیس سے یہ بات چھپانے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی بیٹی کئی مہینے پہلے گھر چھوڑ کر نکل چکی تھی۔''

''او نہیں جناب چھپایا کس نے، ہم تو بتا چکے ہیں کہ ہمیں تو اس کے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ کہاں گئی اور پھر یہ بندہ، یہ بھی نہیں بتاتا کہ اس نے اس سے شادی کہاں کی، بس ایسے ہی ایک فرضی دوست کا نام لے دیا ہے اس نے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کسی طرح اس کو ساری حقیقت شروع سے معلوم تھی، اس نے خود لڑکی کو راجن پور سے نکالا اور یہاں لے آیا اور پھر اس سے شادی کر لی، باقی ساری باتیں کہانیاں ہیں۔''

''ہوں ہوں، آپ ٹھیک کہتے ہو، اچھا ایک بات بتائیے، جب وہ گھر سے نکل گئی تھی تو آپ نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ تو درج کرائی ہوگی راجن پور میں؟''

''نہیں جناب، آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ وہ کتنے نیک انسان کی بیٹی تھی، اس نے جو کچھ قدم اٹھایا میں اور اس کی ماں اس کے لیے تیار نہیں تھے، ہمارے تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے جناب جی، اگر اس کا تذکرہ کر دیتے تو ہر طرف سے تھو تھو ہوتی، اس لیے ہم نے خاموشی

اختیار کیے رکھی۔

''آپ نے نشیمن کی والدہ سے شادی کی تھی، کیا نام ہے ان کا؟''

''تزئیب ــــــ تزئیب شاہ۔''

''جی جی جی'' آپ نے تزئیب شاہ سے شادی کر لی، یہ واقعہ اس کے بعد پیش آیا۔

''کونسا واقعہ جناب؟''

''اس کے گھر سے نکلنے کا؟''

''ہاں جی، کافی دن کے بعد۔''

''ٹھیک ـــ۔ تو آپ نے اس لیے اس کی رپورٹ درج نہیں کرائی کہ کہیں بدنامی ہو؟''

''ہاں جی۔''

''اسے نکلے ہوئے کئی مہینے ہو گئے؟''

''ہاں جی۔''

''اور آپ نے ابھی تک رپورٹ درج نہیں کرائی؟''

''ہاں جی۔''

''کیوں، کیا آپ کو تشویش نہیں تھی، کیا آپ کو اس کے گم ہو جانے کی خوشی تھی؟''

''لاحول پڑھیں صاحب جی، خوشی تھی، ہم تو سولی پر لٹکے رہے ہیں اس پور عرصے میں، جب یہ بندہ وہاں پہنچا اور اس نے ساری تفصیل بتائی تب ہمیں پتہ چلا کہ کیا گل کھل چکے ہیں۔''

''ٹھیک ہے شاہ جی، اب ذرا یہ بتائیے کہ تزئیب شاہ سے آپ کی ملاقات ک ہوئی؟'' ایس ایچ او نے معاملہ ہی الٹ دیا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ سختی کے ساتھ سے تفتیش کرے گا اور میں برا نہ مانوں، لیکن نجانے کیوں اس کا دماغ الٹ گیا تھا، غالباً کی وجہ داراب شاہ کا جارحانہ رویہ تھا جس نے ایس ایچ او کو برگشتہ کر دیا تھا، داراب شاہ چہرے پر اب ہلکی ہلکی گھبراہٹ نمودار ہو گئی تھی اس نے کہا۔

''جی جناب، یہ بات شاید آپ کے علم میں نہیں ہے کہ میں یوسف حمید صاحب

فیکٹری کا مینجر تھا، بہت پرانی دوستی تھی میری ان سے، مینجر تو بس میں نام کو تھا، آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ان کے ہر اچھے برے میں شریک تھا۔''

''واقعی، آج تک شریک ہیں آپ ان کے اچھے برے میں۔ آپ فیکٹری کے مینجر تھے۔ ان کے انتقال کے کتنے عرصے کے بعد آپ نے تزئیب شاہ سے شادی کی؟''

''وہ جناب چار ساڑھے چار مہینے کے بعد۔''

''انہوں نے عدت کی؟''

''ہاں جی، وہ چار مہینے دس دن کی عدت ہوتی ہے۔''

''اس کے کتنے عرصے کے بعد آپ نے شادی کر لی؟''

''وہ جناب بس دس پندرہ دن کے بعد۔''

''اوہو، اس کا مطلب ہے کہ پورا پروگرام پہلے سے طے تھا، جیسے ہی یوسف حمید ریں، ان کی عدت پوری ہو اور آپ جلدی سے تزئیب شاہ سے شادی کر لیں۔''

''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جناب، آپ کو پتہ نہیں ہے اس دوران کیا کیا ہوا ہے۔''

''وہی تو پتہ کرنا چاہتا ہوں میں۔''

''جناب جی، میری بیگم اپنے شوہر کی موت سے اس قدر ڈپریس ہو گئی تھیں کہ انھیں رے پڑنے لگے تھے۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہوئی جا رہی تھیں کیونکہ یوسف حمید صاحب سے رے بہت گہرے تعلقات تھے اور میں ان کی بیگم کو بھابی بھابی کہتا تھا، جب میں نے ان کی الت دیکھی تو میں نے انھیں بہت سمجھایا، بہت روتی رہتی تھیں وہ کہتی تھیں کہ جوان بچی کی اں ہوں، کیا ہوگا اس بچی کا، کون اس کا مستقبل سنبھالے گا، باپ تو بڑا سائبان ہوتا ہے، ں کے لیے، اس کا سائبان کون بنے گا، بحالت مجبوری جب اور کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو نے ان سے کہا کہ ہم اس بچی کی زندگی بھر خدمت کے لیے حاضر ہیں اور اس کے بعد بیگم ہ مجھ سے نکاح کے لیے تیار ہو گئیں۔''

''ویری گڈ، بڑی بات ہے بھائی، بہت بڑی بات۔''

''دیکھئے ایس ایچ او صاحب، مجھے لگ رہا ہے اس بندے نے میری غیر موجودگی میں

آپ کو کوئی گولی دے دی، بات اصل میں یہ ہے۔۔۔۔''

''داراب شاہ صاحب! ہوش وحواس سنبھال کر رکھیے، بہت سی باتیں ہیں جو مجھے آ سے اور بھی پوچھنی ہیں، بعد میں تحقیقات کروں گا، ہاں بھئی اب تم بتاؤ، داراب شاہ نے الزامات لگائے ہیں تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟''

''میں کچھ ثبوت دے سکتا ہوں آپ کو؟''

''ہاں ہاں بولو۔''

''جس فرم میں میں ملازمت کرتا تھا اس کے مالک کا نام طارق جمال ہے۔''

''پتہ ہے؟'' ایس ایچ او صاحب۔ نے کہا۔

''میں کئی سال سے طارق جمال کے ہاں ملازمت کرتا ہوں، طارق جمال صا نے سیکریٹریاں رکھنے کے لیے اشتہار دیا تھا اور جواب میں بہت سی لڑکیاں انٹرویو کے آئیں، طارق جمال صاحب ایک حسن پرست قوم کے آدمی ہیں، سیکریٹریاں بدلتے ہیں اور انھیں اس کا شوق ہے۔''

''بھئی واہ بڑی بات ہے، بڑی بات ہے، پھر آگے بتاؤ۔''

''وہ ملازمت کے لیے آنے والی لڑکیوں سے بڑی صاف صاف باتیں کر اور ان سے کہتے ہیں کہ انھیں سیکریٹری سے زیادہ ان کی دوست بننا پڑے گا، دو وضاحت بھی وہ بعض اوقات کر دیا کرتے ہیں، نشیمن سے بھی انہوں نے یہ وضاحت کی بھی انٹرویو میں شریک تھا، نشیمن جوتا اُتار کر ان پر پل پڑی، سارا دفتر جمع ہو گیا تھا جناب نے ان کی خوب مرمت کی، میں نے انھیں بچایا نہیں بلکہ دروازہ کھول دیا، تاکہ اسٹا یہ تماشا دیکھ لے۔''

''او بھئی کیوں کیوں ____؟'' ایس ایچ او کو میری بات پر بڑا مزہ آیا تھ

''اس لیے جناب کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ لڑکیوں کی یہ رسوائی ہو، میری دلی آرز کوئی لڑکی میرے باس کی اچھی طرح مرمت کر دے اور نشیمن نے یہ آرزو پوری کی تھ وجہ تھی کہ میں اس لڑکی سے بہت متاثر ہو گیا، بعد میں میں نے اس کے فائل پر اس کا میرا مطلب ہے جو درخواست آئی تھی اس پر اور میں اس کے پاس پہنچ گیا، میں۔

شاباش دی اور کہا کہ میں اس کے لیے ملازمت کا بندوبست کر دوں گا، بعد میں میری اس سے کئی ملاقاتیں ہوئیں اور میں نے اسے شادی کی پیش کش کر دی۔''

''اسی دوران تمھیں معلوم ہوا ہوگا کہ وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہے اور اس نے یہ بات بتا دی ہوگی۔''

''نہیں جناب، ایسا نہیں تھا، مجھے یہ بات بالکل معلوم نہیں تھی۔ بلکہ اس نے سختی سے اپنی سہیلی سے یہ بات کہہ دی تھی کہ وہ یہ بات مجھے نہ بتائے، اس طرح شاید نشیمن مجھے آزمانا بھی چاہتی تھی مگر میں اس کی آزمائش پر پورا نہیں اُترا۔''

''کیسے۔۔۔۔کیسے۔۔۔۔کیسے۔۔۔۔'' ایس ایچ او کو اس بیان میں بہت مزہ آ رہا تھا۔

''تھوڑے ہی عرصے کے بعد جب طارق جمال کو یہ بات معلوم ہوئی کہ میں نے اس لڑکی سے شادی کر لی ہے جس نے اسے جوتے لگائے تھے تو وہ مجھ سے بگڑ گیا اور اس نے مجھے نوکری سے نکال دیا۔''

'ویری گڈ، ویری گڈ، ہاں بھئی، ایک بات بتاؤ، لڑکی نے اُسے جوتے لگائے اس کے آدمیوں نے کوئی مداخلت نہیں کی؟''

''میں نے موقع نہیں دیا جناب۔۔۔۔ میں اس دوران اس طرح پیش پیش رہا کہ طارق جمال کو شبہ بھی نہ ہو۔''

''کمال ہے بھئی کمال ہے۔ پھر کیا ہوا؟''

''بس جب مجھے نوکری سے نکال دیا گیا اور میں پریشان ہو گیا تو کئی بار میں نے اسے طعنے دیے کہ اس کی وجہ سے میں نوکری سے نکالا گیا، وہ میرے لیے منحوس ثابت ہوئی اور اس دن اس نے کھانا پکایا تھا، کریلے پکائے تھے اس نے جو بالکل کڑوے تھے، میں نے اسے بہت برا بھلا کہا، میں نے کہا کہ نچلے گھرانے کی لڑکیوں میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ انھیں ذرا سی بہتر حیثیت مل جائے تو وہ اپنی اوقات بھول جاتی ہیں۔''

''او ہو یہ بات تو بالکل تمھارے حق میں جاتی ہے، تم نے اُسے نچلے گھرانے ہونے کا طعنہ دیا۔'' ایس ایچ او نے داراب شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، داراب شاہ جلدی سے

بول پڑا۔

"کہانی، من گھڑت کہانی، سوفیصدی من گھڑت۔"

"او بھائی میں نے تجھ سے مشورہ مانگا ہے، خاموش بیٹھ بہت ہوگئی۔" ایس ایچ او
تمام تر ہمدردیاں میری طرف ہوگئی تھیں۔

"بس وہ چلی گئی۔ میرا خیال تھا کہ وہ طاہرہ کے پاس ہی گئی ہوگی۔ میں نے یہ بھی سو
تھا کہ طاہرہ اسے سمجھا بجھا کر میرے پاس لے آئے گی۔ اس لیے میں انتظار کرتا رہا۔

"او بھائی یہ طاہرہ کون ہے، تم مجھے اس کے بارے میں بتاتے کیوں نہیں۔ داراب ش
نے واویلا کرنے والے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے شاہ جی۔۔۔ ہم نے ان سے پوچھ گچھ کرلی ہے آپ کی رپورٹ ہ
درج کرلی ہے۔ اب آپ آرام کریں، پولیس اس لڑکی کو تلاش کرے گی اور جیسے ہی وہ
آپ کو اطلاع دے دی جائے گی۔

"مگر جناب ___؟ داراب شاہ نے کہا۔"

"آپ جاسکتے ہیں شاہ جی۔

"میں ایسے کیسے جاسکتا ہوں جی، کوئی تسلی بخش بات ہو تو پتہ چلے داراب شاہ بولا۔

"ہوں فضل یار، انھیں چار نمبر میں بند کردو، ہمارے مہمان رہیں گے جب کوئی ت
بخش بات پتہ چلے تو باہر نکال لینا۔

"آپ میری بات تو سنیں ___ داراب شاہ گھبرا کر بولا، اس کے علاوہ ہمار
پاس اور کوئی جگہ نہیں ہے جناب ویسے آپ کو لاک اپ میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کیو
آپ کوئی ملزم تو ہیں نہیں۔

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ آپ براہِ کرم پوری کوشش کریں، داراب شاہ نے کہا۔

"خدا حافظ ___ ایس ایچ او نے ہاتھ اٹھا کر کہا ___ داراب شاہ درواز
طرف بڑھ گیا تھا، اس کے رخ بدلتے ہی ایس ایچ او نے فون کا ریسیور اٹھا کر ایک نمبر
اور بولا۔ رکن الدین ___ یہ بندہ جو باہر نکلا ہے اس کا پیچھا کرو ___ کیا کرتا
کہاں جاتا ہے، مجھے اس کی رپورٹ چاہیے ___ اس نے فون بند کردیا۔ پھر میری طر

رخ کر کے بولا۔ آپ نے اچھا کیا کہ اس کے سامنے اس لڑکی کے بارے میں نہیں بتایا۔
لیکن اب مجھے تو بتادیں آخر ہمیں تفتیش کرنی ہے" "میں صرف اخلاقی دباؤ کے تحت ایسا نہیں کر
رہا وہ ایک شریف اور شادی شدہ لڑکی ہے اس کا شوہر ملک سے باہر ہے۔ مجھے صرف کچھ گھنٹے
دے دیجیے صرف چند گھنٹے بس میں اس کے شوہر سے بات کر کے آپ کو اس سے ملا دوں گا۔

"ٹھیک ہے یار، تم شریف آدمی ہو، آخر ہمارا بھی کوئی تجربہ ہے اس لیے ہم تم سے
تعاون کررہے ہیں ورنہ داراب شاہ ہمارے ایک دوست کا واقف کار ہے اسی کی سفارش لے
کر ہمارے پاس آیا تھا۔

"میں آپ کا احسان مند ہوں انسپکٹر صاحب آپ کی مہربانی کا مجھے اندازہ ہے۔"

"پر ایک بات کان کھول کر سن لینا پیارے دوست، اگر یہ پتہ چلا کہ اس کی گمشدگی میں
تمہارا ہاتھ ہے تو قسم ایمان کی، عدالت تو تمھیں بعد میں سزا دے گی، ہم تمھیں معذور کردیں
گے۔"

"ایسی باتیں نہ کریں انسپکٹر صاحب، آپ نے اس وقت جو احسان مجھ پر کیا ہے وہ
بہت بڑا ہے، میں آپ کو دھوکا دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

"جاؤ، چوبیس گھنٹے کے اندر اپنا کام کرلو، اس کے بعد سیدھے ہمیں اس لڑکی سے
ملاؤ۔ ہمیں اس کا اچار نہیں ڈالنا بس اس سے تفتیش کرنی ہے ہوسکتا ہے کوئی کلیو مل جائے۔

جی ___! میں نے نیازمندی سے کہا، تھانے کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ دماغ میں
بہت سے خیالات تھے، ایس ایچ او واقعی حیرت انگیز طور پر نرم ہوگیا تھا ورنہ داراب شاہ کی
رپورٹ پر وہ مجھے بند بھی کرسکتا تھا اور پھر روایتی انداز میں تشدد بھی کرسکتا تھا۔ طاہرہ کے
بارے میں معلوم کرنے کے لیے وہ مجھ پر ہر طرح کی سختی کرسکتا تھا میری کیا اوقات تھی کہ میں
زبان بند رکھ سکتا۔ بس یہ ایک خیال تھا میرے دل میں کہ طاہرہ میری وجہ سے الجھن میں نہ
گرفتار ہوجائے، دل تو چاہ رہا تھا کہ فوراً طاہرہ کے گھر پہنچ جاؤں اور اس سے کہوں کہ اب
مجبوری ہے نوید کو فون کر کے اس سے حالات بتائے اور اسے مشورہ کرے ___ لیکن اب اس
قدر بھی احمق نہیں تھا کہ پولیس اسٹیشن سے نکلتے ہی طاہرہ کی طرف دوڑ لگا دوں۔ میرے سامنے
ایس ایچ او نے داراب شاہ کے پیچھے آدمی بھیجا تھا یہی عمل میرے ساتھ بھی ہوسکتا ہے، دوسری

بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خود داراب شاہ بھی میری تاک میں ہو، پولیس تک کو میں نے کئی باتیں نہیں بتائی تھیں، ورنہ شاید داراب شاہ خود لاک اپ میں ہوتا داراب شاہ کو بھی طاہرہ کی سخت ضرورت تھی اسے خدشہ ہوتا کہ کہیں طاہرہ کو کچھ اور ایسی باتیں معلوم نہ ہوں جو اس کی گردن پھنسادیں۔

گھر میں داخل ہوتے ہوئے وہی ہوک دل میں اُبھر آئی کہ کاش نوشی اچانک گھر میں مل جائے۔ وہ واپس آجائے، عید ہوجائے میری تو ____ لیکن ایسی خواہشیں پوری کہاں ہوتی ہیں۔ بھوت گھر جوں کا توں تھا، ہر چیز بکھری ہوئی، ہر شے گرد آلود ____ میں نے ایک لباس نکالا اور واش روم میں گھس گیا۔ غسل کر کے کئی گھنٹے گھر میں گزارے تاکہ اگر کوئی میری نگرانی بھی کر رہا ہو تو آخر کار یہ فیصلہ کر لے کہ اب میں گھر سے باہر نہیں نکلوں گا۔

پھر اس وقت رات کے ساڑھے آٹھ بجے تھے جب میں محتاط انداز میں چوروں کی طرح گھر سے باہر نکلا ____ طاہرہ کے گھر جاتے ہوئے میں نے تین سواریاں بدلیں۔ پہلے آٹو رکشہ کر کے ایک سینما ہاؤس پہنچا وہاں میں نے نو بجے والے شو کا ٹکٹ بھی خریدا اند ہال میں بھی داخل ہوا لیکن پھر دوسرے دروازے سے نکل کر سینما کے دوسرے گیٹ سے باہ نکل آیا۔ دوسرے آٹو رکشہ سے ایک ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں اور پھر ٹیکسی سے طاہرہ کے گھ ____ طاہرہ بھی سخت تشویش کا شکار تھی مجھے دیکھتے ہی دھڑ سے بولی۔

’’خدا کا شکر ہے آپ خیریت سے ہیں فیصل بھائی، آپ کو پتہ ہے آپ کا فون ٹیپ ک گیا ہے۔‘‘

’’کیا ____ مَیں اُچھل پڑا۔‘‘

’’آپ کو نہیں معلوم ____؟

’’نہیں ____‘‘

’’آپ کا فون ٹیپ کیا جا رہا ہے، میں نے بالکل اتفاق سے ایک پبلک کال بوتھ آپ کو فون کیا تھا، کسی کام سے باہر نکلی تھی بس دل چاہا کہ آپ کو فون کروں ____ مجھے ف پتہ چل گیا کہ آپ کا فون ٹیپ ہو رہا ہے ____

’’خدا کی قسم ____ مجھے نہیں معلوم، خدا کا شکر ہے کہ میں نے تمہیں خود فون نہیں ک

’’کوئی خبر ____؟‘‘

’’نہیں ____ بالکل نہیں، البتہ داراب شاہ یہاں آ گیا ہے اور ہاتھ پاؤں مارتا پھر رہا ہے۔‘‘

’’فون آپ کے خیال میں کس نے ٹیپ کرایا ہے۔‘‘

’’پولیس بھی ہوسکتی ہے اور خود داراب شاہ بھی ____ مجھے تو وہ باقاعدہ جرائم پیشہ معلوم ہوتا ہے۔‘‘

’’آپ سے ملا تھا۔‘‘

’’نہ صرف ملا تھا بلکہ اپنی دانست میں زبردست کارروائیاں بھی کرتا پھر رہا ہے۔ میں نے کہا اور پھر میں نے شروع سے لے کر آخر تک طاہرہ کو ساری تفصیل بتادی۔ اور طاہرہ نے سر پکڑ لیا۔ دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

’’خدا کی پناہ ____ میں تو واقعی ____ خیر ____ مَیں نے بھی ایک کام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اچھا ہی کرتا ہے۔‘‘

’’کیا کام ____؟‘‘

’’میں نے مختصراً فون پر ندیم کو ساری تفصیل بتادی ہے۔‘‘

’’اوہ۔ یہ تو میں کرنے والا تھا، پھر ندیم نے کیا کہا۔‘‘

’’وہ بارہ بجے یہاں پہنچ جائیں گے، طاہرہ نے جواب دیا۔‘‘

O

نجانے کیوں ندیم کی آمد کی خبر سن کر مجھے بہت اچھا لگا تھا، حالانکہ اس سے میری زیادہ ملاقات نہیں ہوئی تھی، لیکن یہ اندازہ مجھے ضرور ہوگیا تھا کہ وہ ایک روشن خیال اور ذہین نوجوان ہے، سب سے بڑی بات یہ کہ ہمارے معاملات میں اس نے جس طرح دلچسپی لی تھی اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ ہمدرد اور رحم دل بھی ہے اور بیوی سے اس کی کافی ذہنی ہم آہنگی ہے، میں نے کہا۔

’’کیا تم اسے ایئرپورٹ لینے جاؤ گی طاہرہ؟‘‘

’’ہاں، لیکن آپ نہیں جائیں گے، سمجھ رہے ہیں نا آپ؟‘‘

''ہاں۔''

''البتہ آپ یہاں رہیں گے۔'' وہ فوراً ہی بولی۔

''یہاں تمھاری غیر موجودگی میں۔''

''کیوں خیریت ____ کیا ڈاکہ ڈالیں گے آپ یہاں پر؟''

''مناسب ہوگا۔''

''جی مناسب ہوگا۔'' طاہرہ نے انتہائی پُر اعتماد لہجے میں کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا، جب وہ ندیم کو لینے کے لیے ایئر پورٹ چلی گئی تو میں بڑے حسرت بھرے انداز میں نشیمن کے بارے میں سوچنے لگا، پتہ نہیں وہ زندہ بھی ہے یا دنیا چھوڑ دی اس نے، اس تصور سے میرا دل ڈوبنے لگتا تھا، بہرحال ندیم آ گیا، بہت ہی پرتپاک انداز میں مجھ سے ملا، میں نے ایک تھکی تھکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''میں اس معیار کو قائم نہیں رکھ سکا ندیم ____''

''نہیں نہیں بالکل نہیں، کوئی ایسی بات اپنی زبان سے نہ نکالیں، صرف ایک بات جانتے ہیں ہم، جب تک ہم اپنی آنکھوں سے نشیمن کی لاش نہ دیکھ لیں ہم یہ نہیں سوچیں کہ وہ اس دنیا سے جا چکی ہے، اب مجھے بیٹھ کر تفصیل بتاؤ۔''

''تم اتنا لمبا سفر طے کر کے آئے ہو آرام کرو، میرے لیے یہ موضوع دنیا کا سب سے اہم موضوع ہے لیکن تمھاری وجہ سے میں۔''

''جناب عالی میں پیدل نہیں آیا، جہاز میں بیٹھ کر آیا ہوں اور اتنا وقت لگا ہے: میں وہاں سے یہاں تک آنے میں جتنے میں چائے کافی یا دوسری ہلکی پھلکی چیزیں خوبصورت ہوسٹس نے مجھے دی ہیں، ایک لمحے کے لیے بھی بور نہیں ہونے دیا اس مجھے۔'' ندیم نے کہا، طاہرہ ہنسنے لگی، پھر بولی۔

''اچھا کپڑے وغیرہ تبدیل کر لو۔''

''ہاں اس کے لیے پانچ منٹ چاہئیں۔'' ندیم نے کہا، طاہرہ نے بڑے اچھے قسم کی چیزیں بنائیں اور کافی کے ساتھ لے کر آ گئی۔

''تفصیل سے بتاؤ، کیا ہوا؟''

''اتنی تفصیل تو تمھارے علم میں ہے ندیم کہ میں نے نوشی سے شادی کر لی؟''

''بالکل۔''

''کچھ عرصے کے بعد طارق جمال کو جب یہ پتہ چلا کہ میں نے اس لڑکی سے شادی کی ہے جس نے اُسے جوتوں سے پیٹا تھا تو ردعمل کے طور پر اس نے مجھے ملازمت سے جواب دے دیا، مَیں ملازمت تلاش کر رہا تھا، ذہنی الجھنوں کا شکار تھا، یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ نوشی ایک اچھے خاصے گھرانے کی لڑکی ہے، مجھے معاف کرنا، میں نے اسے اسی سطح کی لڑکی سمجھا تھا جیسے کہ درمیانے درجے کے گھروں میں لڑکیاں پرورش پاتی ہیں اور گھر کے کام کاج سب کچھ کر لیتی ہیں، کریلے پکائے تھے اس نے، جھنجلایا ہوا تھا، ویسے وہ واقعی بہت خراب پکے تھے، میں نے بس تھوڑی سی ڈانٹ ڈپٹ کر دی، زیادہ نہیں، وہ ناراض ہوگئی، لیکن آخر وقت تک وہ یہ سوچتی رہی تھی کہ شاید میں اسے روک لوں اور میں یہ بات جانتا تھا کہ وہ سیدھی طاہرہ کے پاس آئے گی کیونکہ اس کا محور یہی تھا اور طاہرہ فوراً یا تو مجھے بلا لیں گی یا خود اسے لے کر وہاں پہنچ جائیں گی، بس یہیں گڑ بڑ ہوگئی، پتہ نہیں وہ کہاں غائب ہوگئی۔'' پھر اس کے بعد میں نے داراب شاہ اور اس کی ماں اور باقی تمام تفصیلات اسے بتائیں اور جب میں نے اسے یہ بتایا کہ وہ عورت جس سے میں وہاں جا کر ملا تھا نشیمن کی اصل ماں نہیں تھی بلکہ ایک اور عورت تھی تو ندیم اُچھل پڑا۔

''او مائی گاڈ اوہ مائی گاڈ اوہ مائی گاڈ۔'' اس نے تین دفعہ کہا اور میں خاموش ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگا، پھر اس نے کہا۔

''بھلا اب اس میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ داراب شاہ نے ہی کوئی لمبا چکر چلایا ہے۔ میرا جہاں تک اندازہ ہے، اچھا خیر چھوڑو اس بات کو، یہ بتاؤ پولیس کو یہ بات بتائی تم نے؟''

''نہیں ندیم، میں نے جان بوجھ کر اس سے یہ بات پوشیدہ رکھی۔''

''اور انہوں نے پولیس کے لاکھ پوچھنے پر بھی میرا پتہ نہیں بتایا۔'' طاہرہ نے متاثر لہجے میں کہا اور ندیم گردن ہلانے لگا، پھر بولا۔

''بالکل فکر مندمت ہوں فیصل بھائی، اللہ بہتر کرے گا، یہ سارا کھیل مجھے داراب شاہ کا ہی معلوم ہوتا ہے، خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ایس پی جاوید اقبال جو تبادلہ ہو کر یہاں سے

چلے گئے تھے، واپس یہاں آ گئے ہیں، میرے تھوڑے سے رشتے دار بھی ہیں لیکن ہم نے
ایک اچھا خاصا وقت کالج میں ساتھ گزارا ہے، دیکھوں گا، ذہین آدمی ہیں، ظاہر ہے میرے
لیے وہ جو کچھ کریں گے وہ کوئی احسان نہیں ہوگا صبح کو چلتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' خاصی دیر تک باتیں کرتے رہے، پھر میں نے ہی ندیم کو مجبور کیا کہ
تھوڑی دیر آرام کرلے، البتہ طاہرہ ایک مثالی بیوی تھی، صبح چھ بجے ہی اٹھ کر اس نے ناشتہ
تیار کرنا شروع کردیا تھا اور آٹھ بجے ہم لوگوں نے ناشتہ کرلیا، جاوید اقبال کے بارے میں
معلوم کرنا تھا کہ اس کی نئی قیام گاہ کونسی ہے، کوئی ساڑھے نو بجے ندیم نے ٹیلی فون پر جاوید
اقبال سے رابطہ قائم کرلیا، اور جب اس نے بتایا کہ وہ ندیم ہے تو جاوید اقبال نے شاید بڑے
تپاک کا اظہار کیا تھا۔

''ہاں ہاں لایا ہوں لایا ہوں، بھلا گھر واپس آؤں اور تمھاری فرمائش پوری نہ ہو۔''
ندیم نے اس سے کہا تھا، بعد میں اس نے مجھے بتایا کہ جاوید اقبال کو غیر ملکی سگار بہت پسند ہیں
اور میں جب بھی شارجہ سے واپس آتا ہوں اس کے لیے سگار کی ورائٹی ضرور لاتا ہوں، جاوید
اقبال نے بڑا پُرتپاک خیر مقدم کیا تھا، مجھ سے انہوں نے بڑی خوش اخلاقی سے ہاتھ ملایا
اچھی خاصی عمر کا آدمی تھا لیکن بہت ہی اسمارٹ اور اعلیٰ شخصیت کا مالک، ندیم نے فوراً
اصل بات کا آغاز کردیا اور جو ساری تفصیل تھی وہ جاوید اقبال کو بتادی تھی، جاوید اقبال نے
کہا۔ بات بڑی دُور تک جاتی ہے بھئی، مینجر تھا وہ اس فیکٹری میں، کیسے انتقال ہوا یوسف ج
کا؟''

''فیکٹری کے مزدوروں نے اُسے مار ڈالا تھا۔''

''ہوگئی نا بات، اور داراب شاہ مینجر تھا اس فیکٹری کا۔''

''ہاں۔''

''اب ایک مسئلہ آجاتا ہے سب سے بڑا، وہ یہ کہ خود نشیمن کی ماں کا کیا کردار تھا، شوہر
کی موت کے بعد اس نے داراب شاہ سے شادی کیوں کرلی، دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں،
ایک، یا تو داراب شاہ نے کوئی چکر چلا کر اس عورت کو اپنے چکر میں پھانس لیا، کیا نام تھا

کا؟''

''تنزیب۔''

''ہاں، تو کوئی چکر چلا کر اس عورت کو اپنے جال میں پھانس لیا یا پھر وہ عورت ہی غلط
ہوگی اور دونوں کی ملی بھگت سے شوہر راستے سے ہٹا ہوگا، بات بنتی ہے بھئی، شوہر کو اپنی بیوی
کے کردار پر شبہہ ہوگا، یہی وجہ تھی کہ اس نے ساری جائیداد بیٹی کے نام لکھ دی، ضرور کوئی ایسا
ہی گھپلا ہے۔''

''اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب فیصل بھائی راجن پور پہنچے اور ان دونوں کو
ملے تو انہوں نے ان کے ساتھ بڑا شک والا برتاؤ کیا اور یہی کہتے رہے کہ فیصل بھائی نے
دولت کے لالچ میں نشیمن سے شادی کی وہ اس کے بارے میں جانتے تھے اور پھر خود کوئی ایسا
چکر چلایا کہ نشیمن یا تو قتل کردی گئی یا پھر اسے کہیں گم کردیا۔''

''او پاگل پن کی بات ہے وہ اور کیا کرسکتے تھے، بندہ اس سے زیادہ اور کرے گا بھی
کیا، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

''اصل بات تو کچھ اور تھی، اور اصل بات یہ تھی کہ جو عورت نشیمن کی ماں کی حیثیت سے
سامنے آئی وہ نشیمن کی ماں نہیں تھی بلکہ کوئی اور عورت تھی جسے نشیمن کی ماں بنا کر ان کے سامنے
پیش کیا گیا۔'' جواب میں جاوید اقبال نے قہقہہ لگایا اور ہنستا ہوا بولا۔

''یہ جرم کرنا جو ہے نا یہ بھی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے بھی اتنی بڑی کھوپڑی
چاہیے۔'' اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ''اپنی دانست میں داراب شاہ نے بہت تیر مارا اور
انھیں راستے سے بھٹکا دیا مگر گدھے کے پلے نے یہ نہیں سوچا کہ بات آگے بھی نکل سکتی ہے،
تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوئی یہ بات؟''

''اتفاق کی بات یہ ہے کہ میری بیوی کے پاس نشیمن کا جو سامان تھا اس میں اس کے
ماں باپ کی ایک پُرانی تصویر بھی تھی اور یہ بات فیصل بھائی نے بتائی کہ یہ وہ عورت نہیں تھی
جس سے وہ راجن پور میں ملے تھے۔''

''تصویر ہے؟''

''ہاں لے کر آیا ہوں۔'' ندیم نے وہ تصویر نکال کر ایس پی جاوید اقبال کو دے دی،

جاوید اقبال غور سے تصویر کو دیکھتا رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

''خیر، دُعا تو ہماری یہی ہے کہ ان کی مسز انہیں زندہ سلامت واپس مل جائیں اور میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ مل جائیں گی، کیس کس کے پاس ہے؟''

''ہمارے علاقے کا جو تھانہ لگتا ہے، اس کے انچارج شیر بدر صاحب ہیں۔''

''لو بھئی، یہ تو بہت اچھا ہوا اپنا ہی بندہ ہے وہ، بات کرتا ہوں میں اس سے۔'' پھر ایس پی جاوید اقبال نے ایس ایچ او شیر بدر کو اپنے پاس ہی بلا لیا تھا، شیر بدر تھوڑی ہی دیر کے بعد جاوید اقبال کے سامنے پہنچ گیا تھا، جاوید اقبال نے اس کے سیلوٹ کے جواب میں گردن جھکائی اور پھر بولا۔

''بھئی، ہمارا یہ بندہ اپنا نام ہمیشہ غلط بتاتا ہے، یہ اپنے آپ کو شیر بدر کہتا ہے، مگر جس طرح کا یہ آدمی ہے نا میں اسے شیر ببر کہتا ہوں۔'' ایس ایچ او ہنسنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

''ان صاحب کو میں پہچانتا ہوں، کہیے آپ خیریت سے تو ہیں نا؟''

''جی انچارج صاحب، ویسے جاوید اقبال صاحب ایس ایچ او صاحب واقعی ایک نفیس انسان ہیں، انہوں نے داراب شاہ کی شناسائی کے باوجود میری بڑی عزت افزائی کی ہے، میں بھی ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔''

''یار بندہ ہی یہ اچھا ہے، ہاں بھئی کیا کہتے ہو شیر ببر تم اس کیس کے بارے میں۔''

''مجھے تو وہ بندہ مشکوک لگتا ہے جناب اور میں مسلسل غور کر رہا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے اس کے بارے میں، ویسے ہمارے پاس سے رخصت ہو کر وہ ایک وکیل صاحب کے پاس گیا تھا، سر آپ بھی مناظر حسین کو جانتے ہوں گے، مناظر حسین صدیقی۔''

''ہاں بھئی، بہت بڑے بیرسٹر ہیں۔'' ''یہ بندہ تھانے سے نکلا تھا، میں نے اپنا بندہ بھی لگا دیا تھا کہ اس کا پیچھا کرے اور معلوم کرے کہ وہ کہاں گیا ہے، پہلے وہ وکیل صاحب کے آفس گیا، وہاں وہ کوئی سوا گھنٹے بیٹھا رہا، اندر کی بات نہیں معلوم، پر اس کے بعد وہاں سے اٹھا تو سیدھا بس اڈے پہنچا اور بس میں بیٹھ کر راجن پور چلا گیا، اس کے بعد کی باتیں نہیں معلوم۔''

''ہوں، شیر بدر صاحب، یہ میرے بہت اچھے دوست ہیں، آپ نے واقعی بہت اچ

کیا کہ ان کے ساتھ کوئی پولیس والا سلوک نہیں کیا، اب آپ یہ بتائیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔''

''سر جی، میرا تو خیال یہ ہے کہ ہمیں راجن پور جا کر اس پر چھاپہ مارنا چاہیے۔ مجھے تو یہ بندہ ہی مشکوک لگتا ہے۔'' شیر بدر نے کہا۔

''میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے، اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو بتاؤں؟''

''اجازت ہے۔'' جاوید اقبال نے کہا اور ہنس پڑا۔

''جن وکیل صاحب کے پاس یہ گیا تھا، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ وہی وکیل ہوں جنہیں یوسف حمید نے وصیت نامہ سونپا ہو، اگر ہم ان سے بھی ملاقات کر لیں۔''

''بڑی مناسب بات ہے، دیکھتے ہیں، خود وکیل صاحب کیا چیز ہیں، حالانکہ بڑے نامی گرامی آدمی ہیں وہ، لیکن بابا دنیا کے رنگ الگ الگ ہوتے ہیں، کون اندر سے کیا ہے یہ تو بعد میں ہی پتہ چل سکے گا، چلو میں اٹھتا ہوں ساتھ چلتے ہیں۔'' جاوید اقبال نے واقعی حق دوستی ادا کیا تھا، تھوڑی دیر کے بعد ہم پولیس جیپ میں بیٹھ کر وکیل مناظر حسین صدیقی کی تلاش میں چل پڑے، سیدھے کورٹ پہنچے تھے اور یہاں ان کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں، پتہ چلا کہ کسی مقدمے کی پیروی کر رہے ہیں، ہم لوگ کمرۂ عدالت میں پہنچ گئے، یہاں میں نے مناظر حسین صدیقی کو دیکھا بڑی پُر وقار شخصیت تھی اور بہت ذہین انسان معلوم ہوتے تھے، جب انہیں فراغت حاصل ہوگئی تو جاوید اقبال نے ان سے کہا۔

''سر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ہم۔''

''ارے ارے ایس پی صاحب، آئیے آئیے، خیریت، میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔''

''یہاں کوئی خدمت نہیں ہے، البتہ اگر کینٹین میں چل کر آپ ہمیں ایک ایک پیالی چائے پلا دیں گے تو دعائیں دیں گے آپ کے بچوں کو۔''

''آئیے آئیے۔''

''کوئی اہم مصروفیت تو نہیں ہے؟''

''نہیں آئیے، بار روم میں چلتے ہیں، چائے وہیں منگوالیں گے۔'' مناظر حسین

صاحب نے کہا۔ بار روم کے ایک گوشے میں چائے پیتے ہوئے جاوید اقبال نے اپنی آمد
وجہ بتائی، داراب شاہ کا نام سنتے ہی مناظر حسین صاحب نے چائے کی پیالی پلیٹ میں ر
اور میری اور ندیم کی صورت دیکھنے لگے، پھر انہوں نے کہا۔

''تم دونوں میں سے کوئی ایک نشیمن یوسف حمید کا شوہر ہے؟'' ان کے سوال پر ہم ب
چونک پڑے تھے۔

''ہاں یہ ہیں۔'' شیر بدر نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہوں، آپ تو اچھے خاصے آدمی معلوم ہوتے ہیں جناب۔ مجھے میرے صرف ا
سوال کا جواب دے دیجیے؟''

''جی۔'' میں نے متانت سے کہا۔

''کیا آپ کو واقعی نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنی دولت مند لڑکی ہے؟''

''میں آپ کو تفصیل بتا دیتا ہوں۔'' جاوید اقبال نے کہا، ہم لوگوں میں سے کسی
بولنا مناسب نہیں سمجھا تھا، جاوید اقبال نے مکمل تفصیل وکیل صاحب کو بتا دی اور انہوں
کہا۔

''یہ بندہ جس کا نام داراب شاہ ہے ایک جرائم پیشہ آدمی ہے، اب یہ کام تو پولیس
ہے کہ وہ یوسف حمید کے ساتھ ہونے والے حادثے کے بارے میں معلوم کرے، لیکن ج
تک میری اپنی سوچ کا تعلق ہے وہ یہی ہے کہ اسی نے یہ سازش کی تھی اور مزدوروں کو اس
بھڑکا دیا تھا کہ انہوں نے یوسف حمید پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، افسوس، یوسف حمید کی
نے جذبات میں آ کر وہ فیکٹری ہی بند کرا دی جہاں اس کا باپ قتل ہو گیا تھا ورنہ اگر وہ فیکٹ
قائم ہوتی اور گہرائی سے تحقیقات کی جاتی تو ہمیں یہ پتہ چل سکتا تھا کہ سازش کس طرح
اور داراب شاہ کیا چاہتا تھا، خیر، یہ ایک الگ بات ہے، میں جہاں تک اندازہ لگا سکا ہ
لڑکی داراب شاہ کے قبضے میں ہے۔'' اس بات پر ہم اچھل پڑے تھے۔

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں مناظر حسین صاحب؟''

''وہ آدمی کئی مرتبہ مجھ سے اس سلسلے میں رجوع کر چکا ہے یہ اس وقت کی بات
جب نشیمن ان کے علم میں نہیں تھی، لیکن اب صورت حال مختلف ہے، اس کے کچھ جملوں

مجھے چونکا دیا ہے۔''

''جملے۔''

''ہاں میں نے بتایا نا کہ وہ یہی کہتا رہا ہے مجھ سے کہ وکیل صاحب اتنی بڑی دولت
بے کار پڑی ہوئی ہے، وہ لڑکی تو مل نہیں رہی آپ یہ دولت اس کی ماں کے نام منتقل کر
دیجیے۔ یہ قانونی عمل ہے، میں نے اس سے کہا کہ بھائی جاؤ عدالت میں درخواست دو اور جو
کچھ ہے کرا لو، مگر وہ کہتا ہے کہ وہ دستاویزات بھی ختم کر دی جائیں جن میں دولت نشیمن کے
نام کی گئی ہے اور اس کے لیے اس نے مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں 20 فی صد کی پیش کش بھی
کی ہے، بہت بڑی دولت ہے، مگر کسی جرائم پیشہ آدمی سے تعاون کرنا خود بھی اتنا ہی بڑا جرم
کرنا ہوتا ہے، میں بھلا اپنے کیریئر کو خراب کیسے کرتا، مگر اس بار جو وہ آیا ہے تو ایک اور بات
کہہ رہا ہے۔''

''کیا؟''

''وہ کہتا ہے کہ ہم لوگ میرا مطلب ہے وہ لڑکی اس سے کہتی ہے کہ میں نے شادی کر
لی ہے، اگر مجھے میری پسند کی زندگی گزارنے کی اجازت دے دی جائے تو میں جائیداد سے
دستبرداری کے کاغذات پر دستخط کیے دیتی ہوں، مجھے اتنی رقم دے دی جائے کہ میں اپنے
شوہر کے ساتھ آرام سے زندگی گزار سکوں، وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وکیل صاحب اس قسم
کے کاغذات تیار کر لیجیے میں دستخط کرا کر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔''

''پھر آپ نے کیا کہا۔''

''میں نے کہا بھئی لڑکی کو لے آؤ، عدالت میں پیش کر دوں گا، بیان دے دے، یہاں
وہ پھر اڑ رہا ہے کہہ رہا ہے کہ وہ لڑکی کو منظر عام پر لانے کا رسک نہیں لے سکتا۔''

''اس کا مقصد ہے اس نے کھل کر اعتراف کر لیا ہے کہ لڑکی اس کے پاس ہے۔''

یہ بات نہیں کہی اس نے، لیکن بہرحال مطلب اس کا یہی ہے، آپ خود بتائیں اس
کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟''

''مگر بیرسٹر صاحب یہ تو ایک باقاعدہ ثبوت بن رہا ہے۔''

''ہاں بالکل بن رہا ہے، آپ اس پر کارروائی کیجیے، میں آپ کو اپنا تحریری بیان دے

دیتا ہوں، آپ اسے گرفتار کر لیجئے اور معلومات حاصل کیجئے۔ وکیل صاحب نے کہا۔

''واقعی بات تو بن رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے ایس پی صاحب، میں آپ کو داراب شاہ کے بارے میں اپنا بیان دے دوں گا، اس کے ذریعے آپ وارنٹ گرفتاری نکلوا سکتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک، اور پھر سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ اس نے غلط عورت کو اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنے گھر میں رکھ چھوڑا ہے، بہرحال جرم تو کر رہا ہے وہ لیکن بڑے احمقانہ انداز میں، یہ بھی ایک بڑی بیوقوفی کی بات تھی، ٹھیک ہے وہ اسے زیادہ لوگوں کے سامنے نہیں جانے دیتا ہوگا، لیکن پھر بھی، اور صاف ظاہر ہے کہ اس نے اس کی ماں کو بھی وہاں سے ہٹادیا ہے اور ہوسکتا ہے ماں بیٹی کو ایک ہی جگہ رکھا ہو۔ خیر آپ اپنا کام کیجئے میرے لائق کوئی بھی خدمت ہو وہ مجھے بتا دیجئے۔ مناظر حسین صاحب نے مہربانی سے کہا اور ہم سب نے ان کا شکریہ ادا کیا، پھر انہوں نے مسکرا کر جاوید اقبال صاحب کو دیکھا اور بولے۔

بہرحال، آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی ہے، کیا خیال ہے اٹھا جائے۔''

''ہاں بالکل۔'' جاوید اقبال صاحب بار روم سے باہر نکل آئے۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں رخصت کیا۔ مجھے بہت اچھے لوگوں کا سہارا مل گیا تھا۔ جاوید اقبال صاحب تو فرشتہ ہی ثابت ہوئے تھے انہوں نے شیر بدر کو احکامات جاری کیے اور کہا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں اور داراب شاہ اور اس کی نقلی بیوی کو گرفتار کر کے ان دونوں سے تفتیش کریں۔ افسر اعلیٰ کا حکم تھا چنانچہ شیر بدر نے ایک پارٹی ترتیب دی اور ہم راجن پور روانہ ہو گئے۔ میں نے ندا سے بہت کہا کہ وہ آرام کر لے اُسے اپنی نوکری پر واپس بھی جانا ہے۔

کچھ وقت اپنی بیوی کے ساتھ گزارے جس پر اس نے مجھے شرمندہ کر دیا اور کہا کہ نوشی کی بازیابی کے لیے آیا ہے بیوی کے ساتھ رہنے کے لیے نہیں۔

بہرحال ہم راجن پور پہنچ گئے شیر بدر نے مکان پر چھاپہ مارنے کے لیے رات کو نو بجے کا وقت مقرر کیا تھا ٹھیک نو بجے ہم نے داراب شاہ کے گھر کی بیل بجائی تو ایک ملازم لڑکے نے دروازہ کھولا ____ اس سے کسی پوچھ گچھ کے بجائے شیر بدر نے لڑکے کا گریبان پکڑ کر اُسے باہر کھینچا اور پھر اُسے اپنے آدمیوں کی تحویل میں دے کر خود اندر داخل ہو گیا۔ اس وقت

اندر سے آواز آئی۔

''معلوم کون ہے؟''

''مہمان ہیں ____ شیر بدر نے منمناتی آواز میں کہا اور داراب شاہ خود باہر نکل آیا۔''

''سلام شاہ جی ____ آپ کا خادم شیر بدر ہے۔ شیر بدر نے کہا اور داراب شاہ پر، جیسے سکتہ طاری ہو گیا ایک لمحے تک اس کے بدن میں جنبش بھی نہ ہوئی پھر اس نے خشک لہجے میں کہا۔''

''ہاں جی ____ حکم کرو۔''

''شاہ جی، ایسی بھی کیا بے رخی۔ اتنی دُور سے آپ کے پاس آئے ہیں اندر بھی نہیں بلائیں گے اور پھر آپ کے داماد بھی آپ کے پاس آئے ہیں۔''

''آپ تو بس یہ بتاؤ کہ نشیمن ملی یا نہیں۔ اس کی ماں رو رو کر پاگل ہوئی جارہی ہے۔''

''یہ بھی اندر آ کر بتائیں گے شاہ جی ____ شیر بدر نے کہا اور پھر خود ہی اندر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ ڈرائنگ روم کدھر ہے فیصل بھائی، تمھیں تو پتہ ہوگا کیونکہ تم اس گھر کے داماد ہو ____!''

''ادھر آ جاؤ ____ میرے کچھ بولنے سے پہلے داراب شاہ نے کہا۔ پھر وہ ہم سب کو ڈرائنگ روم میں لے گیا۔''

''بیان لینا ہے آپ دونوں کا، اپنی بیگم کو بھی بلا لیں۔''

''آپ لوگ بیانات لینے کے علاوہ اور کرتے ہی کیا ہو جناب، ہماری بیٹی گم کر دی گئی ہے ہمیں اس کی زندگی کی فکر پڑ گئی ہے اور آپ الٹا قاتل کی مدد کر رہے ہو۔''

''گڈ ____ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو نشیمن کے قتل کا یقین ہے شاہ جی ____ بڑی بات ہے۔''

''ٹھیک ہے انسپکٹر صاحب، ہمیں آپ کی ٹون پتہ لگ رہی ہے، داراب شاہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔''

''لگ رہی ہے نا ____ اس لیے اب بیگم صاحبہ کو بلا لیجئے ورنہ میوزیکل پروگرام بھی

شروع ہوسکتا ہے، شیر بدر بھی آخر پولیس آفیسر تھا داراب شاہ اٹھ کر اندر چلا گیا۔ شیر بد
مسکرانے لگا تھا، داراب شاہ خاصی دیر کے بعد واپس آیا، اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھ
لیکن اُسے دیکھ کر میں اچھل پڑا۔ یہ وہ عورت نہیں تھی جو اس دن سامنے آئی تھی بلکہ یہ تصو
والی عورت تھی، یعنی نشیمن کی اصل ماں، مَیں نے بے اختیار کہا۔

''یہ ____ یہ کون ہیں؟''

''یہ میری بیگم تنزیب شاہ ہیں، انسپکٹر صاحب، داراب شاہ نے میری بات نظر انداز
کرکے کہا۔''

''یہ وہ خاتون نہیں ہیں شیر بدر صاحب جو اس دن مجھے نشیمن کی ماں کی حیثیت
سے ملی تھیں۔''

''بہت ہوگئی انسپکٹر صاحب، یہ میرے گرد کوئی جال بچھایا جارہا ہے شاید ____
آدمی بہت چالاک ہے، اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔''

''خدا کی قسم ____ یہ وہ نہیں ہیں۔''

''تنزیب تم بتاؤ ____ کون ہو تم۔''

''میرا نام تنزیب ہے، یہ شخص یہاں آیا تھا اور اس نے خود کو میری بیٹی کا شوہر بتا
اور اس کی گمشدگی کی خبر دی تھی۔ اس نے ضرور میری بیٹی کو دولت کے لالچ میں قتل کر دیا
انسپکٹر صاحب خدارا آپ اسے سزا دیں۔ تنزیب شاہ نے گلوگیر آواز میں کہا۔

''اگر یہ قاتل ہے تو اسے ضرور سزا ملے گی بیگم صاحبہ ____ آپ دونوں کو ہما
ساتھ شہر چلنا ہے۔''

''کیوں چلنا ہے ____ داراب شاہ نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔''

''بس جی ____ قانون کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔''

''قانون صرف بے گناہوں کو نقصان پہنچانے کے لیے آیا ہے۔''

''نہیں جی، وہ گناہگاروں کو تلاش کر کے انہیں سزا دینے کے لیے ہوتا ہے آ
انفارمیشن غلط ہے۔ اب جلدی کریں رات زیادہ ہوتی جارہی ہے۔''

''یہ تو بڑی زیادتی ہے ہمارے ساتھ، اس کا مطلب ہے کہ مخالف پارٹی نے

رنگ جمالیا ہے۔ داراب شاہ بڑبڑانے لگا، میرے ہوش گم تھے یہ شاطر شخص خوب شطرنج
کھیل رہا تھا، اصل تنزیب کو لاکر اس نے ہمارے سامنے منصوبے کو ملیامیٹ کر دیا تھا، اور پھر
حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ تو نشیمن کی ماں نہیں تھی جو پہلے ملی تھی اس کے انداز میں نشیمن کے
لیے کوئی خاص فکر نہیں تھی لیکن نشیمن کی ماں کے تاثرات بھی اتنے غم زدہ نہیں تھے جب کہ
طاہرہ کی دی ہوئی تصویر کے حساب سے یہی نشیمن کی ماں تھی یہاں شیر بدر کو بھی چکرا جانا
چاہیے تھا، لیکن وہ واقعی شیر ببر تھا، وہ دونوں کو لے آیا۔ پھر اس نے سیدھے تھانے پر گاڑی
روکی تھی اور ہم سب اندر آگئے۔ شیر بدر نے کہا۔

''معاف کرنا شاہ جی ـــ چمگادڑ کے مہمانوں کو اُلٹے ہی لٹکنا پڑتا ہے ہمارے پاس
تو ایک ہی مہمان خانہ ہے، آپ کو رات لاک اپ میں گزارنی ہوگی۔ داراب شاہ نے کوئی
جواب نہیں دیا۔ ان دونوں کو لاک اپ میں بند کر کے ہم لوگ دوسرے کمرے میں آگئے۔
یہاں رستے میں شیر بدر نے کہا۔

الٹی گلے پڑگئی ہے بھائی لوگو ____ یہ آدمی کافی خطرناک ہے، ہم اسے معمولی سمجھتے
تھے۔

''آپ یقین کریں انسپکٹر صاحب یہ وہ عورت نہیں ہے۔''

''مجھے یقین ہے مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ بھی بیٹی کے لیے زیادہ فکر مند نہیں ہے
یک کام اور کیے دیتے ہیں اسے الگ بلا کر اس کی معلومات کرتے ہیں۔

''تنزیب کو لاک اپ سے نکالا گیا۔ اس پر داراب شاہ نے خوب اودھم مچایا تھا۔ شیر
بدر نے بڑی نرمی سے کہا دیکھئے بہن جی، ماں اس کائنات میں سب سے بڑی شے ہے ساری
باتیں اپنی جگہ ہم نہیں جانتے کہ آپ نے اپنے شوہر کی موت کے بعد اتنی جلدی داراب شاہ
سے شادی کیوں کر لی، لیکن ہمیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ نشیمن کہاں ہے۔

''میں کیا وہ یہ بات ____ آپ اس کو کیوں نہیں پوچھتے جو خود کو اس کا شوہر بتاتا ہے
____ اس سے پوچھیں بیوی کہاں ہے، تنزیب نے چیختے ہوئے کہا۔

''آرام سے آرام سے، آپ ہمیں یہ بھی نہیں بتائیں گی کہ آپ کے ہوتے ہوئے
یوسف حمید نے اپنی دولت آپ کے بجائے اپنی بیٹی کے نام کیوں کی؟''

یہ بھی میں ہی بتاؤں تو پھر آپ لوگ کیا کریں گے۔ خوب پریشان کر رہے ہیں آ
ہمیں۔

''خاصی ٹرینڈ معلوم ہوتی ہیں آپ، لیکن بی بی پولیس سے واسطہ نہیں پڑا آپ کا، ا
بتا ہی دیں کہ آپ کی یہ دولت آپ کی بیٹی کے نام کیوں کی تھی آپ کے شوہر نے؟''

''ہمیں بعد میں پتہ چلا تھا کہ یوسف حمید نے ایسا کیا ہے؟ تنزیب شاہ نے بے اخ
کہا اور پھر اس طرح منہ بند کر لیا جیسے غلطی سے یہ بات اس کے منہ سے نکل گئی ہو، بہرحا
خوب معاملات چل رہے تھے، پھر دوسرے دن ایک اور کام ہو گیا، صبح ہی صبح ایک و
صاحب جن کا نام جمال الدین تھا تھانے پہنچ گئے، انہوں نے خاصا اودھم مچایا اور کہا کہ
داراب شاہ کے وکیل ہیں، داراب شاہ اور اس کی بیگم کو بغیر کسی وارنٹ کے تھانے لا کر لا
اپ میں کیوں رکھا گیا ہے، یہ صورت حال خاصی سنگین تھی، کچھ دیر کے لیے خود شیر بدر
پریشان ہو گیا تھا، بہرحال اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اس سلسلے میں چونکہ تفتیش کی جا رہی ہے، چنانچہ وکیل مناظر حسین صاحب کے
کے مطابق داراب شاہ ان کے پاس جاتا رہا ہے اور ان سے کہتا رہا ہے کہ داراب
صاحب کی چھوڑی ہوئی دولت ان کے نام کر دی جائے، نشیمن اپنی شادی کے لیے اجاز
اور تھوڑی سی رقم کے عوض سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہے۔''

''انسپکٹر صاحب! ایسی ہزاروں کہانیاں منظر عام پر آتی رہتی ہیں، آپ بغیر کسی
ثبوت کے ایک معزز آدمی کو گرفتار کر کے لے آئے ہیں، آپ کو پتہ ہے کہ اس کی جواب
آپ کے لیے کتنی مشکل ہوگی؟''

''نہیں وکیل صاحب، اتنی مشکل بھی نہیں ہوگی، بات اس لڑکی کی گمشدگی کی ہے۔''
شیر بدر نے کہا۔

''میں ان دونوں کی ضمانت کے کاغذات تیار کرا کے لایا ہوں، کیا آپ ان کاغ
کی بنیاد پر انہیں فوراً چھوڑنا پسند کریں گے۔'' کاغذات ہر لحاظ سے مکمل تھے اور پھر
جمال الدین کی بات بھی بالکل درست تھی، صرف کسی کے سادہ سے بیان پر دو افراد کو
اپ میں نہیں رکھا جا سکتا تھا، چنانچہ ان کی بنیاد پر داراب شاہ اور تنزیب شاہ کو چھوڑنا پڑ

بدر نے بتایا۔

''مگر میرے بندے سائے کی طرح ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، وہ آدمی چالاک
ہے، اور ہم سے ایک غلطی ہو گئی جو نہیں ہونا چاہیے تھی۔''

''کیا؟''

''یار ان لوگوں کی تلاشی نہیں لی تھی، ان کے پاس موبائل فون موجود تھا جس پر انہوں
نے اپنے وکیل سے رابطہ کر کے ساری باتیں کیں، بڑا ہی خطرناک کام تھا یہ، مگر بس ہو گئی
غلطی، کیا کیا جا سکتا ہے۔'' پھر اس کے بعد ہم سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے، جاوید اقبال صاحب،
وکیل مناظر حسین صدیقی شیر بدر، ندیم اور میں، یہاں آ کر واقعی ہم بالکل بے دست و پا ہو
گئے تھے، آپس میں خاصی بحث ہوتی رہی کہ اب کرنا کیا چاہیے، جاوید اقبال صاحب کا کہنا
تھا کہ اس شخص نے یقینی طور پر نشیمن کو قتل نہیں کیا ہوگا کیونکہ نشیمن کی موت کا مطلب ہے کہ وہ
ساری جائیداد سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

''مجھے ایک خطرہ اور ہے۔ اس کے لیے بھی مجھے فوری کارروائی کرنا ہوگی۔'' جاوید
اقبال صاحب نے کہا اور ہم سب ان کی صورت دیکھنے لگے۔

''فوری طور پر شیر بدر کم از کم چار بندے ان کے گھر کے آس پاس لگا دو کہیں ایسا نہ ہو
کہ نوشی کو قتل کر کے اس کی لاش ان کے گھر سے برآمد کرا دی جائے۔ بری طرح پھنس جائیں
گے یہ بے چارے، وہ بندہ مجھے کافی خطرناک لگ رہا ہے، حالانکہ میں دو متضاد باتیں کہہ رہا
ہوں، ایک تو یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ نوشی کو ختم نہیں کرے گا، مگر ہر خطرے کو سامنے رکھنا چاہیے۔''
میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے، میں ظاہر ہے اس سے پہلے کبھی ایسے معاملات سے دوچار
نہیں ہوا تھا۔ ذرا سی دیر میں ساری زندگی جہنم کا عذاب بن سکتی تھی، شیر بدر نے فوراً ہی اپنے
ماتحتوں کو ہدایت کی اور وہ بڑی احتیاط کے ساتھ میرے گھر کی نگرانی کے لیے چل پڑے،
میں سوچ رہا تھا کہ اگر مجھے اتنے ذہین لوگوں کا ساتھ حاصل نہ ہوتا تو میں کیا اور میری اوقات
کیا، پھر دوسری اہم بات سامنے آئی۔

''مجھے سب سے بڑا تعجب اس بات پر ہے کہ تنزیب بالکل متاثر نظر نہیں آتی، یہ کیسی
ماں ہے، یہ بات تو خیر طے ہے کہ وہ کوئی اچھی عورت نہیں ہے اور اس بات کے قوی امکانات

ہیں کہ داراب شاہ سے کسی طرح اس کے تعلقات ہوگئے ہوں گے اور سارا کھیل انہیں تعلقات کی بنیاد پر چل رہا ہے، داراب شاہ کا کیا ہوتا ہے، دولت اور عورت سب کچھ تو مل رہا ہے اسے۔''

''مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہونا کیا چاہیے؟''

''صرف ایک ہی امید ہے، ہوسکتا ہے وہ کوئی ایسی لغزش کر بیٹھے جس سے ہم کسی نتیجے پر پہنچ جائیں۔''

''ذراسی غلطی بھی ہوئی ہے ہم سے، واقعی میرے زبانی بیان سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا تھا، لیکن میں بھی کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر کوئی تحریری بیان تو دے بھی نہیں سکتا تھا۔'' مناظر حسین صدیقی صاحب نے کہا۔

''نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بہرحال ہم سب ایک دوسرے کی مدد کررہے ہیں، اب سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ باقی معاملات اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیے جائیں۔'' پھر ہم سب منتشر ہوگئے۔ میں گھر کا رخ کرسکتا تھا، سبھی میرا ساتھ دے رہے تھے لیکن داراب شاہ کی شخصیت بھی معمولی نہیں تھی، گھر پہنچا تو نگرانی کرنے والوں کو صاف اندازہ ہوگیا، یہ اچھی بات تھی، میں نوشی کو گھر میں دیکھنا چاہتا تھا لیکن جو خیال جاوید اقبال صاحب نے ظاہر کیا تھا، وہ بڑا خوف ناک تھا کہ اُسے قتل کرکے اس کی لاش میرے گھر میں پہنچادی جائے اور میں اس کے قاتل کی حیثیت سے منظرِعام پر آجاؤں، یہ اطلاع بہرحال پولیس ڈیپارٹمنٹ کو دی جاچکی ہے کہ میں دولت کے لیے اُسے قتل کرسکتا ہوں، میرے پورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا، گھر کم بخت کاٹنے کو دوڑتا تھا، میں سوچتا تھا کہ نجانے کیوں میں نے یہ روگ پال لیا، یہی گھر تھا، یہی سب کچھ جو سامنے ہے، مجھے ہر طرح کا سکون تھا میں مطمئن تھا، عورت تو زندگی میں بڑا انتشار پیدا کردیتی ہے، لعنت ہے ایسی طلب پر، جسے محبت کا نام دے دیا جاتا ہے، ساری زندگی کے لیے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈال لیا جاتا ہے۔ تمام آزادی بے مقصد سلب ہوجاتی ہے، نجانے کیا کیا باتیں سوچتا رہا، پھر دوسرے دن قدرت کا ایک معجزہ رونما ہوا، غالباً میری کوئی دعا کارگر ہوگئی تھی، ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی، میں ہر اس چیز سے آس لگائے ہوتا تھا جس سے نوشی کی بازیابی کے امکانات ہوں، میں نے لپک

کر ریسیور اٹھالیا، تو دوسری طرف سے ایک آواز آئی۔

''مجھے فیصل حیات صاحب سے بات کرنی ہے۔'' بولنے والی کوئی عورت تھی، اس کے لہجے سے نقاہت ٹپک رہی تھی، میں اس آواز کو بالکل نہیں پہچان سکا، میں نے کہا۔

''جی فرمایئے، مَیں فیصل حیات بول رہا ہوں۔''

''میرا نام فضیلہ آغا ہے۔''

''جی فرمایئے۔''

''ایک چھوٹا سا پرائیویٹ ہسپتال ہے، کمال روڈ پر، ہسپتال کا نام بھی کمال الدین ہسپتال ہے، فیصل آپ فوراً وہاں آجایئے، مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

''مگر آپ ہیں کون خاتون؟''

''بس یوں سمجھ لو، نشیمن کے بارے میں تمھیں بتانا چاہتی ہوں۔'' میرے پورے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا، میں نے دوسرا سوال صرف یہی کیا۔

''آپ کا کوئی روم نمبر یا بیڈ نمبر؟''

''ہاں روم نمبر تین، پرائیویٹ روم ہے۔''

''بہتر ہے میں پہنچ رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد میں گویا اُڑتا ہوا وہاں پہنچا تھا، اتنا بھی ذہن میں نہیں آیا تھا کہ ندیم کو ہی اطلاع کردوں، بات ہی ایسی تھی، جب میں کمال الدین ہسپتال کے کمرہ نمبر تین میں داخل ہوا تو میری بے تاب نگاہیں وہاں کسی ایسے شناسا چہرے کو تلاش کرنے لگیں جسے دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہو کہ مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے اور جب میں نے بستر پر اس شناسا چہرے کو دیکھا تو ایک بار پھر مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی، یہ سوفیصدی وہی عورت تھی جو مجھے پہلی بار نشیمن کی ماں کی حیثیت سے داراب شاہ کے ساتھ ملی تھی اور بعد میں وہ تبدیل ہوگئی تھی، میں نے ایک نگاہ میں اُسے پہچان لیا، اس نے کہا۔

''دروازہ بند کردو۔ کیا تم نے مجھے پہچان لیا؟''

''ہاں۔'' میں نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"آپ؟"

"ہاں، میرا نام فضیلہ آغا ہے، بس یوں سمجھ لو کہ اپنی بدنصیبی کا شکار ہوں، بیٹھو بیٹھ جا
میں تمھیں تفصیل بتانا چاہتی ہوں۔" میں جلدی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا، میرے ذہن می
شدید تجسس تھا وہ کہنے لگی۔

"سنو! اللہ کا فضل ہے کہ میری حالت اب بہتر ہے، گولی ماردی گئی تھی مجھے لیکن بہ
تقدیر جو چاہتی ہے کرتی ہے، زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، مارنے والے سے کہیں
زیادہ بچانے والے کا ہاتھ مضبوط ہوتا ہے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا۔"

"کون؟"

"داراب شاہ۔ وہ جس فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا وہ یوسف حمید کی فیکٹری تھی
یوسف حمید کی بیوی تنزیب حمید بُری عورت نہیں تھی، لیکن وہ داراب شاہ کی ایک سازش کا شکا
ہوکر داراب شاہ کے ہاتھوں اپنی آبرو گنوا بیٹھی، داراب شاہ نے اس کی تصویریں کیا بلکہ فل
بنائی تھی اور اس فلم کے ذریعے وہ تنزیب حمید کو بلیک میل کرنے لگا، تنزیب حمید تنہا نہیں بلکہ د
دو جڑواں بہنیں تھیں، ایک کا نام تنزیب اور دوسری کا نام شاہ زیب تھا، شاہ زیب کی شاد
ایک ایسے شخص سے ہوگئی تھی جو ٹی بی کا مریض تھا۔ پیسے ویسے بھی اس کے پاس کوئی خا
نہیں تھے جس وقت اس کی شادی ہوئی اس وقت اس کے مرض کے بارے میں کسی کو نہیں
معلوم تھا، بعد میں بے چاری شاہ زیب صرف شوہر کا علاج ہی کراتی رہی، البتہ تنزیب بہت
شاندار زندگی گزار رہی تھی، وہ بیٹی کی ماں بھی بن چکی تھی، شاہ زیب فطری طور پر اس سے جل
لگی، یہاں تک کہ جب اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو وہ بالکل ہی جھلس گئی، پھر کچھ عرص
کے لیے وہ ملک سے باہر چلی گئی، غالباً دوبئی وغیرہ، وہاں وہ نرس کا کام کرنے لگی تھی، تنزیب
سے اس کی بالکل نہیں بنتی تھی، یا یوں سمجھو اپنی تقدیر کے ہاتھوں شکار ہوکر داراب شاہ تک آ
گئی اور داراب شاہ نے مجھے سبز باغ دکھانے شروع کردیے، مجھے یہ کہتے ہوئے سخت شر
ہے، لیکن جب تمھیں سب کچھ بتانا ہی چاہتی ہوں تو بتا رہی ہوں کہ داراب شاہ نے مجھے ا
داشتہ کے طور پر رکھا ہوا تھا، ایک طرف وہ یہ سب کچھ کر رہا تھا اور دوسری طرف وہ اس دول
کو ہتھیانا چاہتا تھا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ یوسف حمید کی موت کے بع

تنزیب کی جانب منتقل ہوجائے گی، پھر اس نے ایک منصوبہ بنایا، اس نے شاہ زیب سے
رابطہ قائم کیا، جس کے بارے میں اسے یہیں رہ کر معلوم ہوا تھا، اس نے شاہ زیب کو دوبئی سے
بلالیا اور اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار کرلیا، شاہ زیب کو اس نے وہیں راجن پور
میں ایک چھوٹا سا گھر لے کر دے دیا، اس کے بعد اس نے سب سے پہلے کچھ سر پھرے
مزدوروں کو یوسف حمید کے خلاف بھڑکایا اور اس طرح کی پلاننگ کی کہ یوسف حمید کے بے
شمار دشمن پیدا ہوگئے اور انہی دشمنوں نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا، ادھر اس نے تنزیب
کو وہ فلمیں دکھا کر بالکل مجبور کردیا کہ وہ داراب شاہ کے ساتھ میاں بیوی کی زندگی گزارنے
لگے، وہ عورت بزدل تھی، ادھر داراب شاہ کو یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں کوئی ایسا لمحہ نہ آجائے کہ
بات منظر عام پر آجائے چنانچہ اس نے تنزیب کو قتل کر کے اسی گھر کے ایک تہہ خانے میں دفن
کردیا اور شاہ زیب کو تنزیب کی حیثیت سے گھر لے آیا، ادھر اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا تھا
کہ جیسے ہی اس کے منصوبے کی تکمیل ہوجائے گی، وہ مجھ سے شادی کرلے گا، جب وہ شاہ
زیب کو گھر لے آیا تو میں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کردے،
چنانچہ ایک بار پھر اس نے شاہ زیب کو وہاں سے ہٹا دیا اور مجھے اپنے گھر لے آیا اور اس کی
وجہ کچھ اور بھی تھی، یہ بات اسے معلوم ہوچکی تھی کہ یوسف حمید نے اپنی دولت اپنی بیٹی کے نام
منتقل کردی ہے۔ اس کی بھی وجہ یہی تھی کہ یوسف حمید نے کئی بار تنزیب کو قابل اعتراض
حالت میں داراب شاہ کے ساتھ دیکھ لیا تھا اور وہ اس کے کردار کی طرف سے غیر مطمئن ہوگیا
تھا، چنانچہ ایک بدکار عورت کو وہ اپنی دولت نہیں دے سکتا تھا، البتہ بیٹی اس کی آنکھ کا تارا تھی،
ادھر جب نشیمن کو ساری صورت حال کا احساس ہوا تو پہلے تو اس نے وہ فیکٹری ہی بیچ دی اور
اس کے بعد وہ گھر سے ہی غائب ہوگئی۔ یہاں داراب شاہ کا سارا منصوبہ فیل ہوگیا تھا، وہ
پریشان رہنے لگا، اس نے ہر جتن کر ڈالا نشیمن کو تلاش کرنے کا، لیکن نشیمن اس کے ہاتھ نہیں
لگی، وہ جھلستا کلستا رہا، ہر جتن کرلیا تھا اس نے اور آخر کار مایوس ہوکر بیٹھ گیا تھا، پھر اچانک
ہی ایک رات نشیمن گھر پہنچی اور داراب شاہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا، اس نے فوراً ہی نشیمن کو
بڑے پیار سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ اس کی ماں کسی کام سے گئی ہوئی ہے وہ اسے ابھی بلا
لیتا ہے، میرے بارے میں نشیمن کو اس نے بتایا کہ میں گھر کی ملازمہ ہوں۔ شاہ زیب آگئی

اور نشیمن نے رو رو کر اسے اپنی داستان سنا دی، اس نے بتایا کہ اس نے شادی کر لی ہے او
شوہر سے جھگڑا کر کے آئی ہے، یہی شکر ہے کہ اس نے انھیں اپنی سہیلی کے بارے میں کچ
نہیں بتایا تھا، داراب شاہ نے اس کی بڑی دلجوئی کی اور اسے کافی میں بے ہوشی کی دوا دے ک
اسی تہہ خانے میں پہنچا دیا جہاں اس کی ماں کی قبر بنائی گئی تھی، داراب شاہ اس سے مطالبہ ک
رہا تھا کہ وہ ایسے کاغذات پر دستخط کر دے جن کی رو سے وہ داراب شاہ کو اپنی تمام جائیدا
متولی بنا دے، بس اس کے بعد جائیداد پر قبضہ کرنا داراب شاہ کے لیے مشکل نہیں تھا، پھر ا
لوگوں نے وہاں چھاپہ مارا تو اس نے فوراً ہی مجھے ہٹا کر شاہ زیب کو سامنے کر دیا، لیکن وہ بہ
کمینہ انسان تھا اس نے میرے لیے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی کہ مجھے کسی ویرانے م
لے جا کر ختم کر دیا جائے، کیونکہ بات اونچے پیمانے پر چلی گئی ہے، اس لیے مجھے کہیں نہ کہ
سے پکڑ کر تشدد کر کے حالات معلوم کیے جا سکتے ہیں، اس کے دو ساتھی مجھے ایک ویرانے م
لے گئے اور وہاں انہوں نے مجھے گولی مار دی، وہ مجھے مردہ سمجھ کر چھوڑ آئے، لیکن میری تقد
میں زندگی تھی، اتفاق کی بات ہے کہ ایک گاڑی وہاں خراب ہو گئی اور کچھ لوگوں نے مجھے ز
حالت میں دیکھ لیا اور یہاں ہسپتال تک پہنچا دیا، میرے اپنے کچھ ذرائع ہیں جن سے
نے ہسپتال کی رقم ادا کی، ان لوگوں نے بے لوث بے غرض مجھ سے کچھ معاوضہ لیے بغیر
علاج کیا کیونکہ معاوضہ تو میں نے انہیں بعد میں دیا تھا، بہرحال جب تم وہاں گئے تھے
نے داراب کو اپنا پتہ وغیرہ بتایا تھا، میری حالت جیسے ہی بہتر ہوئی میں نے آج تم سے ر
قائم کیا تا کہ تمھیں ساری صورت حال بتا دوں، اب میں نہیں جانتی کہ بات کہاں تک
ہے۔'' میں دیوانوں کی طرح یہ داستان سن رہا تھا جس نے سارے عقدے کھول دیے
پھر اس کے بعد کوئی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ ایس پی جاوید اقبال صاحب، شیر بدر، ند
میں ایک بڑی پولیس پارٹی کے ساتھ اسی رات راجن پور پہنچ گئے اور ہم نے اس گھر ک
گھیرا ڈال دیا، اس تہہ خانے کا تفصیلی پتہ فضیلہ آغا نے بتا دیا تھا وہ سب کچھ جانتی تھی، دا
شاہ اس وقت شاہ زیب کے ساتھ آرام سے سو رہا تھا جب پولیس دیواریں کود ک
دروازے توڑ کر اندر داخل ہوئی تھی، ان دونوں کو فوراً قبضے میں لے لیا گیا، داراب شاہ
چیخا چلایا تھا اور شور مچاتا رہا تھا کہ اب کی مصیبت نازل ہوئی ہے، کس بنیاد پر یہ ریڈ

ہے، لیکن جب ہم اس تہہ خانے میں داخل ہو گئے اور نوشی کو نیم مردہ حالت میں وہاں سے برآمد کر لیا گیا، تب داراب شاہ کے پسینے چھوٹ گئے، شاہ زیب نے اس وقت بھی میری بچی کہہ کر اداکاری کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے نوشی کو بتا دیا تھا کہ یہ اس کی جڑواں خالہ ہے، نوشی کو اس بارے میں تفصیلات معلوم تھیں، نوشی کی جو کیفیت تھی اس میں زندگی نہیں تھی۔ داراب شاہ اور شاہ زیب کو گرفتار کر لیا گیا، بہت سے ثبوت مل گئے تھے اور پھر سب سے بڑا ثبوت فضیلہ آغا تھی جس کی ہم نے کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کیونکہ داراب شاہ نے کچھ غنڈے بھی پالے ہوئے تھے، اس طرح یہ بیل منڈھے چڑھی، بہت عرصے کے بعد میں نوشی کو گھر لے کر آیا، نوشی نے گھر کی حالت دیکھی اور آنکھیں بند کر لیں، میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں نے وہ کریلے بھی اسی طرح رکھے ہوئے ہیں نوشی، اتنا عرصہ گزر گیا ہے، لیکن تم یقین کرو تم کہو گی تو میں اب بھی انہیں کھانے کے لیے تیار ہوں، مجھے اپنے الفاظ پر ندامت ہے، آئندہ تم جیسے کہو گی اور جو کچھ بھی پکاؤ گی میں خاموشی کے ساتھ کھا لوں گا۔'' نوشی ہنس پڑی پھر بولی۔

''اور مجھے بھی تو ایسا سبق ملا ہے کہ معمولی بات نہیں ہے، یقین کرو بہت دولت ہے میرے پاس، سو نوکر رکھ سکتی ہوں ایک عالی شان کوٹھی خرید کر، لیکن ایک وعدہ کرتی ہوں تم سے، کھانا تمھارے لیے میں ہی پکاؤں گی اور کوشش کروں گی کہ اچھے سے اچھا پکا سکوں تا کہ تمھیں شکایت نہ ہو۔'' میں نے نوشی کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ زندگی کا انتہائی بھیانک دور گزارا تھا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ نوشی گھر میں واپس آ گئی ہے۔ کیسے کیسے بھیانک کردار اس کائنات میں گردش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آسائش کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ ہوا، آگ، پانی، ضرورت کی ہر شے اور اس کی یہ حقیر تخلیق انسان، اپنے جیسوں سے سب کچھ چھین لینے پر آمادہ رہتا ہے۔ داراب شاہ تنہا ہی کائنات کا برا انسان نہیں تھا۔ لاکھوں کروڑوں برے انسان اس دنیا میں رہتے ہیں۔ میں آپ کو مسز سہیلہ دانش شیرانی کے بارے میں بتاؤں، عورت ہونے کے باوجود کس قدر زہریلی، کتنی شاطر عورت تھی وہ، بڑے بڑے شاطروں کے کان کاٹنے والی، اس کے اردگرد بے شمار بھیڑیے بکھرے ہوئے تھے،

لیکن وہ ان سے چوکھی لڑ کر جی رہی تھی، فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون ظالم ہے کون مظلوم کون کس انداز میں جی رہا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ سہیلہ، دانش شیرانی سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی لیکن اس کی داستان جو میرے علم میں آئی وہ بڑی سنسنی خیز ہے۔ اور جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان جب انسان سے بھیڑیا بنتا ہے تو در حقیقت بھیڑیوں سے زیادہ خونخوار ہو جاتا ہے۔

O

اُس دن بھی سڑکوں پر برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی بی ایم ڈبلیو ایک عالی شان کوٹھی کے سامنے رکی اور چوکیدار نے فوراً گیٹ کھول دیا۔ اتنی شاندار اور قیمتی کاروں کے سامنے دروازے بند نہیں رہتے۔ کار اندر داخل ہوگئی اور پورچ میں جا رکی۔ ڈرائیور نے نیچے اُتر کر دروازہ کھولا اور پچھلی سیٹ سے آفتاب احمد نیچے اُتر آئے۔ وہ براؤن کلر کے ایک نفیس تراش کے سوٹ میں ملبوس تھے، نیچے اُتر کر انہوں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اسی وقت شلوار قمیص میں ملبوس ایک ملازم ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سلام کر کے پوچھا، ''آپ آفتاب احمد ہیں ____؟''

''سیٹھ آفتاب احمد'' ____ آفتاب احمد رعونت سے بولے۔

''جی ____ آیئے، ملازم نے کہا اور ایک طرف بڑھ گیا، وہ ان کی رہنمائی کرتا ہوا کوٹھی کے بغلی حصے میں بنے ہوئے ایک کوارٹر کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

''یہاں ____ یہاں ____ یہاں کون ہے۔'' آفتاب احمد نے حیرت سے اس گھٹیا سے کوارٹر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس عظیم الشان کوٹھی میں تو ملازموں کے کوارٹر بھی ایسے نہیں ہونے چاہیے تھے۔

''میڈم آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔''

''یہاں ____''؟ آفتاب احمد کی آواز میں سخت حیرت تھی۔

''جی'' ____ وہ یہیں ہیں، ملازم ادب سے بولا۔

''ہوں'' ____ آفتاب احمد نے کہا اور کسی قدر الجھے الجھے اندر داخل ہوگئے۔

کوارٹر نہیں تھا بلکہ ایک بہت بڑا ہال تھا جس میں لاتعداد میزیں پڑی ہوئی تھیں، زمین پر کچھ نہیں بچھا ہوا تھا البتہ روشنی کا مناسب بندوبست کیا گیا تھا، پنکھے چل رہے تھے پورے ہال کی ساری میزیں خالی پڑی ہوئی تھیں بس ایک میز کے پیچھے پڑی کرسی پر مسز دانش شیرانی نظر آ رہی تھیں۔ سادہ سی سفید ساڑھی میں لپٹی ہوئی، ہر طرح کے میک اپ سے بے نیاز دلکش نقوش اور انتہائی متناسب بدن کی مالک، بلاشبہ اس حلیے میں وہ بے حد پُر وقار نظر آ رہی تھیں۔

''آیئے سیٹھ آفتاب احمد صاحب، آیئے پلیز ____''

''ہیلو میڈم شیرانی، میرے خیال میں یہ جگہ آپ نے اس حسین کوٹھی کے لیے نظر کے ٹیکے کے طور پر بنائی ہے۔

''تشریف رکھیے''، میڈم شیرانی نے سامنے پڑی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''جی ____ جی ہاں ____ آفتاب صاحب بادل ناخواستہ اسی معمولی سی کرسی پر بیٹھ گئے جن پر شاید ان کا کوئی ملازم بھی کبھی نہ بیٹھا ہوگا۔

میڈم شیرانی کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، کچھ لمحوں کے بعد انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کبھی کبھی ہمیں بڑی معمولی سی کاوشوں سے اپنے مدمقابل کے بارے میں جاننے کا موقع مل جاتا ہے آفتاب صاحب جیسے اس وقت ____!

''اس وقت'' ____؟ میں سمجھا نہیں۔

''آپ ایک جلد باز فطرت کے مالک ہیں، کسی چیز کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے آپ کو لفظوں کے انتخاب کا سلیقہ نہیں ہے، تاہم ایسے لوگ بُرے نہیں ہوتے، وہ زیادہ بُرے بھی نہیں ہوتے۔

آفتاب احمد بھی مسکرا دیے پھر بولے ''اور میں غور کر رہا ہوں کہ میں نے کون سے ایسے الفاظ ادا کیے ہیں جن سے میری فطرت کا یہ پہلو سامنے آیا، آہ مجھے اندازہ ہو گیا کہ اصل بات یہ ہے پھر بھی میں اپنی حیرت کو نہیں روک سکوں گا۔

"مرحوم دانش شیرانی نے میرے ساتھ، یعنی مجھ سے شادی ہونے کے بعد ترقی کا کا
کیا تھا۔ ہم دونوں میاں بیوی نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے چنانچہ ہماری نگاہو
میں بڑی وسعت پیدا ہوگئی تھی۔ دانش اب میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن میں ان کی بنائی سڑ
پر ہی چل رہی ہوں۔ یہ جگہ مجھے ان لوگوں کے قریب رکھتی ہے، جو اپنے مسائل لے
کر میرے پاس آتے ہیں، انہیں یہاں آتے ہوئے کوئی ____ جھجک نہیں ہوتی۔
یہاں لکڑی کی کرسی پر بیٹھ کر جھجکے بغیر دل کی ہر بات کہہ دیتے ہیں بلکہ میری بیٹی مثال شیرا
نے تو مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں کوٹھی کے بڑے گیٹ کے اور اس جگہ کے درمیان ایک دیوا
بنوا کر یہاں تک کے لیے ایک اور دروازہ بنوادوں تاکہ آنے والوں کی جھجک بالکل
ہو جائے۔

"اگر ایسی بات ہے تو آپ اپنا دفتر کسی کچی آبادی میں منتقل کیوں نہیں کرلیتیں۔"

"کمال ہے، آپ نے تو میرا انٹرویو ہی شروع کردیا، آپ کے اس سوال کا
جواب موجود ہے میرے پاس ____ لیکن میں دینا نہیں چاہتی، کیونکہ آپ میرے پا
کسی اور کام سے آئے ہیں آپ نے یہ نہیں کہا تھا فون پر کہ آپ کسی اخباری نمائندے
طرح عجب سی گفتگو کریں گے۔"

آفتاب احمد کے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا، لیکن پھر اس نے اپنے اعصاب کو سنبھال
ایک قہقہہ لگایا اور بولا، "آپ نے بالکل درست فرمایا۔ مجھے لفظوں کے انتخاب کا سلیقہ
ہے، براہِ کرم مجھے کچھ پلوا دیں۔ پیاس محسوس کررہا ہوں،" مسز شیرانی نے میز پر رکھی گھ
ہاتھ مارا اور وہی ملازم اندر داخل ہوگیا جو آفتاب احمد کو یہاں لایا تھا۔

"نوری سے کہو پانی لائے" ____ ملازم چلا گیا۔ آفتاب احمد نے ایک بار پھر
سنبھالا تھا۔ کیا یہ عورت اس کی توہین کررہی ہے۔ اس نے سوچا لیکن اس کا کوئی جواز نہ
اونہہ بے کار خیال ہے، میں جس کام سے اس کے پاس آیا ہوا ہوں اس پر بات شروع کر
چاہیے۔ اس کا آغاز بھی مسز شیرانی نے ہی کر دیا وہ بولی۔

"فرمایئے، میں آپ کی کیا خدمت کرسکتی ہوں۔"

"اچھا ایک بات بتایئے آپ مجھے جانتی ہیں ____"

مسز شیرانی نے ایک نگاہ آفتاب احمد پر ڈالی پھر بولی، "آفتاب کیمیکلز، آفتاب
ٹیکسٹائلز آفتاب ماربلز انڈسٹریز، آفتاب ____"

"ارے بس بس میں۔ آپ نے تو مجھے اتنا بتا دیا جتنا میں خود اپنے بارے میں نہیں
جانتا۔ خیر ____ میں جو کچھ بھی ہوں، سمندر کی ملکہ کے سامنے کچھ نہیں ہوں۔"

"سمندر کی ملکہ" ____ مسز شیرانی نے خوشگوار حیرت سے کہا۔

"جی بالکل ____!"

"یہ کون ہے جناب ____؟"

"آپ" ____ ہم نے آپ کو یہی نام دیا ہے۔

"ارے واہ کمال ہے، خود مجھے اپنا یہ نام نہیں معلوم۔ ہم سے مُراد ہے کہ کچھ اور لوگ
بھی مجھے یہی نام دیتے ہیں؟

"آپ ہیں سمندر پر آپ کی حکومت ہے آپ کی لانچیں کسی بھی طور پر سرکاری لانچوں
سے کم نہیں ہیں آپ جو چاہتی ہیں وہی ہوتا ہے۔ کھلے آسمان پر سورج ہو یا چاند، ستارے
چمک رہے ہوں یا دھوپ چیخ رہی ہو، آپ کے منہ سے نکلتا ہے کہ موسم خراب ہے۔ تیز
ہواؤں یا سمندری طوفان کا خطرہ ہے تو سمندر پر سناٹا چھا جاتا ہے اور صرف آپ کی لانچیں
سفر کرتی ہیں ____ آزادی سے ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر ____ ایسی صورت میں
اس سے اچھا نام اور کوئی نہیں ہے آپ کے لیے۔

اسی وقت دو کام ہوئے۔ پہلا تو یہ کہ کمرے کے بے تکے ماحول نے آفتاب احمد کی
ناک میں سرسراہٹ پیدا کردی اور یہ سرسراہٹ ایک زوردار چھینک کی شکل میں نمودار ہوئی،
دوسرا یہ کہ عین اسی وقت ایک بہت ہی پیاری سی شکل کی نوجوان لڑکی پلیٹ میں پانی کا گلاس
رکھے اندر داخل ہوئی۔ چھینک کی غیر متوقع آواز سے لڑکی اچھل پڑی اور اس کے ہاتھ میں
موجود پلیٹ اور گلاس اچھل کر نیچے فرش پر آرہے ____ یہی نہیں بلکہ لڑکی کے حلق سے بھی
ایک وحشت زدہ چیخ نکلی اور وہ بُری طرح اچھل کر واپس بھاگ گئی۔

ایک لمحے کے لیے آفتاب احمد بھی کچھ خجل ہو گئے پھر انہوں نے کہا۔

"سوری۔"

''نہیں کوئی بات نہیں ہے، مَیں آپ کے لیے پانی منگواتی ہوں۔''

''بچی غیر متوقع آواز سے ڈر گئی۔'' پانی رہنے دیجیے شکریہ۔ آپ نے میری آمد کی وجہ پوچھی میں وہ بتانا چاہتا ہوں۔

''بہت اچھا فیصلہ ہے آپ کا ____ ''مسز شیرانی نے کہا اور آفتاب احمد نے چونک کر اُسے دیکھا۔ اب اسے غصہ آنے لگا تھا پھر بھی اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

''آپ کی لانچوں پر آپ کا نشان لگا ہوتا ہے، اور وہ ہر شعبے سے بے نیاز ہوتی ہیں۔''

''اس کی وجہ بھی آپ جانتے ہوں گے، ان لانچوں سے کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں ہوتا۔''

آفتاب احمد کے چہرے کے عضلات میں ہلکی سی تبدیلی رونما ہوئی اس کے ہونٹ طنزیہ انداز میں کھنچے۔ لیکن دوسرے لمحے سب کچھ نارمل ہو گیا۔

''میری ایک لانچ کو کچھ دیر کے لیے آپ کی سرپرستی درکار ہے۔''

بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''بچے بہت دن سے پیچھے پڑ رہے تھے کہ کوٹھی کے بیرونی حصہ کو سیمروز سے آراستہ کیا جائے، سیمروز کے چھوٹے چھوٹے ٹائل فرانس سے ہی منگائے جا سکتے ہیں۔ حالیہ طور پر ان پر پابندی لگ گئی ہے اور انہیں منگانے کی اجازت نہیں ہے، لیکن میں تین ماہ پہلے انہیں منگا چکا ہوں، پابندی لگنے کی وجہ سے میری شپ منٹ دوبئ میں رک گئی تھی وہاں سے سیمروز ٹائل لانچ پر ہی آ سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے یہی بندوبست کیا ہے۔''

''مجھے کیا کرنا ہے۔''

''لانچ کو اگر کچھ وقت کے لیے آپ کا نشان مل جائے تو میری مشکل حل ہو جائے گی۔''

''ہوں'' ''میری مشکلات کے بارے میں جانتے ہیں آپ ____ مسز شیرانی کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا۔ آفتاب احمد کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں نمودار ہو گئیں۔

''آپ کی مشکلات؟''

تین ہزار آٹھ سو پچیس بیوائیں، سولہ سو بتیس یتیم بچے، ایک سو بارہ ایسی بچیاں جن کے

رشتے کرنے ہیں، ان کے علاوہ قدرتی آفات کے شکار بہت سے لوگ، یہ میری مشکلات ہیں۔

''مَیں جانتا ہوں لیکن ____''

''ان کی کفالت، ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کیا کچھ درکار ہوتا ہے، آپ جانتے ہیں۔''

''کیوں نہیں۔ بلکہ ان نیک کاموں میں آپ کے شانہ بشانہ چلنے کے بارے میں تو بہت دن سے سوچ رہا تھا۔ بلکہ یہ چیک بھی کئی دن سے میری جیب میں رکھا ہوا تھا،'' آفتاب احمد نے جیب سے ایک چیک نکال کر مسز شیرانی کی طرف بڑھا کر کہا۔ بیس لاکھ روپے کا چیک تھا جس پر آج ہی کی تاریخ پڑی ہوئی تھی جب کہ آفتاب صاحب نے ایک لمحے قبل کہا تھا کہ یہ چیک کئی دن سے ان کی جیب میں رکھا ہوا ہے، مسز شیرانی نے ہاتھ بڑھا کر چیک ان کے ہاتھ سے لے لیا، اس پر درج رقم دیکھی اور شاید اس سے مطمئن ہو گئیں۔ اسی وقت آفتاب احمد نے کہا۔

''آپ نے جس طرح اپنے آپ کو نیکیوں کے لیے وقف کر دیا ہے، ہم اس پر ناز کرتے ہیں، بلکہ میں تو اس بات کا خواہش مند ہوں کہ آپ میری ضروریات پر میری مدد کریں اور مَیں آپ کی ہر مشکل میں بھرپور طریقے سے آپ کی خدمت کروں۔''

''کیوں نہیں کیوں نہیں؟'' مسز شیرانی نے چیک کو ایک پیپر ویٹ کے نیچے دبا کر کہا۔ پھر بولیں۔

''ایسی کوئی مشکل آپ کو درپیش ہوا کرے تو آپ مجھ سے رجوع ضرور کر لیا کریں، آپ کی مشکل کا حل اگر تلاش کر سکی تو ضرور کروں گی، کب آ رہی ہے آپ کی یہ لانچ؟''

''بس چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ____''

''آپ کرائم کریک پر یہ لانچ منگوایئے، مجھے اطلاع کر دیجیے، کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی آپ کو۔''

''بے حد شکریہ۔'' آفتاب احمد نے کہا، اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور بیگم دانش برانی نے رسیور اُٹھا لیا۔

''ہیلو، ہاں میں سہیلہ دانش شیرانی بول رہی ہوں فرمائیے۔ ہاں ہاں ہاں۔۔۔ار۔
اچھا۔۔۔ معاف کیجئے گا ایک بہت ہی معزز مہمان آئے ہوئے تھے ان کے ساتھ بیٹھ
وقت کا احساس نہیں رہا، میں بس دس منٹ میں آپ کے پاس پہنچ رہی ہوں، جی جی پور۔
دس منٹ میں، آپ بالکل بے فکر رہیے، خدا حافظ۔'' سہیلہ دانش شیرانی نے ٹیلی فون کا ریسو
رکھ دیا، جب کہ دوسری طرف سے رسیور میں کوئی آواز نہیں آ رہی تھی، یہ ایک بٹن کا کمال
جو میز کے نیچے لگا ہوتا تھا اور اسے پاؤں سے دبا کر اس ٹیلی فون کی گھنٹی بجائی جا سکتی تھی،
ٹیلی فون مسز سہیلہ دانش شیرانی نے ایسے لوگوں کو بھگانے کے لیے لگایا تھا جو ضرورت ۔
زیادہ بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں، ضرورت کی بات ہو، بات ختم، انہوں نے معذرت آ
نگاہوں سے آفتاب احمد کو دیکھ کر سامنے رکھے ہوئے کاغذات سمیٹتے ہوئے کہا۔

''معافی چاہتی ہوں ایک بہت ہی ضروری اپائنٹمنٹ تھا۔''

''میں آپ کو لانچ کی آمد سے چار گھنٹے پہلے اطلاع دوں گا۔''

''آپ کا کام ہو جائے گا، مطمئن رہیں۔'' بیگم شیرانی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہو
اور آفتاب احمد بھی بادل نخواستہ اٹھ گئے، مسز شیرانی نے گردن خم کر کے انھیں خدا حافظ کہا
وہ دروازے کی جانب بڑھ گئے، جیسے ہی انہوں نے دروازے سے باہر قدم رکھا ایک ت
چیخ سنائی دی اور گلاس اور پلیٹ چھن سے ٹوٹنے کی آواز ابھری، آفتاب احمد بری طرح ا
کر کئی قدم پیچھے ہٹ آئے تھے، دروازے میں نوری نظر آئی تھی جس نے ایک اور چیخ
اور اس کے بعد برق رفتاری سے پلٹ کر بھاگ گئی، مسز شیرانی نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''اوہو، وہ آپ کے لیے پانی کا دوسرا گلاس لا رہی ہوگی۔'' آفتاب احمد نے
سے گر جانے والے پانی کو دونوں ہاتھوں سے جھاڑا اور پھر غصیلے انداز میں ٹوٹی ہوئی
کے ٹکڑوں پر پاؤں رکھتے ہوئے باہر نکل گئے، مسز شیرانی کے منہ سے پرمزاح انداز میں

''دو گلاس، دو پلیٹیں، بیس لاکھ روپے، جب کہ سیمروز پتھر کی قیمت ڈھائی تین
روپے سے زیادہ نہیں ہوگی، واہ آفتاب احمد صاحب، کیسے ہوتے ہیں آپ لوگ، اپنے
کو ذہین، دوسروں کو بیوقوف سمجھنے والے۔ کچھ لمحوں تک وہ کسی خیال میں ڈوبی رہیں
انہوں نے میز کی دراز سے ایک موبائل فون نکالا، اس پر ایک نمبر ڈائل کیا اور بولیں۔

''ضرغام!''

''یس میڈم۔''

''آفتاب احمد صاحب کی گاڑی چلی گئی؟''

''ابھی نہیں میڈم اسٹارٹ کر رہے ہیں، دیکھو یہاں سے کہاں جاتے ہیں، مجھے رپورٹ کرو۔''

''یس میڈم۔'' بھاری آواز سنائی دی اور بیگم سہیلہ دانش شیرانی نے ٹیلی فون بند کر دیا۔

O

شہر کے ایک ارب پتی سلطان خان کے بیٹے کی تقریب ولیمہ تھی، عظیم الشان رقبے پر پھیلی ہوئی کوٹھی کے وسیع و عریض لان پر سارے انتظامات کیے گئے تھے اور اس وقت لان کے دوسرے حصے پر لاتعداد کاریں کھڑی ہوئی تھیں اور مزید مہمان آ رہے تھے، اس تقریب میں شہر بھر کی بڑی بڑی ہستیاں شرکت کر رہی تھیں، ان بڑی ہستیوں میں جہاں آفتاب احمد کو مدعو کیا گیا تھا، وہیں بھلا بیگم دانش شیرانی کو کیسے نظرانداز کر دیا جاتا، مسز شیرانی اپنی بیٹی مثال شیرانی کے ساتھ تقریب گاہ پہنچ گئی تھیں اور ان کا اتنا پُرجوش استقبال کیا گیا تھا کہ بہت سے لوگوں کی نگاہوں میں رشک ابھر آیا تھا، ایسا استقبال بہت کم ہستیوں کا ہوا کرتا ہے، جہاں مسز شیرانی ایک انتہائی پُر وقار لباس میں ملبوس تھیں وہیں مثال بھی بے مثال نظر آ رہی تھی، اتنا حسین لباس پہنا ہوا تھا اس نے کہ وہاں موجود زرق برق لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کی آنکھوں میں حسد کے جذبات پیدا ہو گئے تھے، لڑکیوں میں کچھ اسی طرح کی گفتگو ہو رہی تھی۔

''اچھے، تو ہیں کپڑے، مگر کچھ جچ نہیں رہے۔''

''اب ایسی بات بھی نہ کہو، دوسرے لوگ ہنس پڑیں گے۔'' دوسری لڑکی نے کہا۔

''کیوں، کوئی لطیفہ سنایا کیا میں نے؟''

''لطیفہ تو نہیں البتہ اسے کثیفہ کہا جا سکتا ہے، یہ کثافت ہے جو لفظوں میں ڈھل گئی ہے۔''

''اے اے اے، تم یہاں اپنا ادب مت جھاڑو، ویسے نوشین، بات تو ٹھیک ہے، مثال

واقعی اپنی مثال نہیں رکھتی اور پھر میک اپ تو دیکھو نہ ہونے کے برابر ہے، مگر کس قدر حسین
لگ رہی ہے وہ۔۔۔"

"بابا اپنی باتیں کرو، اچھی لگ رہی ہے بس ٹھیک ہے۔" ایک طرف اس طرح
باتیں ہو رہی تھیں دوسری طرف نوجوان لڑکوں کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

"لٹ گئے برباد ہو گئے۔"

"یار، یہ پنچھی کہاں بسیرا کرتا ہے۔"

"بڑی مشہور جگہ ہے، بیگم سہیلہ دانش شیرانی کی خوبصورت کوٹھی۔"

"ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بے مثال لڑکی ہے، پتہ نہیں، کس کی تقد
میں ہے۔"

"ایک بات کہوں، بیگم سہیلہ دانش شیرانی نے اپنے سوشل ورک کے لیے اپنی کوٹھی
میں آفس بنایا ہوا ہے، ضرورت مند ان تک جاتے ہیں، ان سے اپنی ضرورتوں کا اظہ
کرتے ہیں اور وہ ہر شخص کی مدد کرتی ہیں۔ روزانہ شام کو ہزاروں افراد کے لیے کھانا پکا
جاتا ہے، نجانے کیا کیا کچھ کرتی رہتی ہیں وہ، بڑا نام ہے ان کا۔"

"تجھے کھانا چاہیے بھائی؟"

"نہیں یار، مجھے روح کی غذا درکار ہے۔"

"تو پہنچ جا بیگم شیرانی کے گھر اور بیان کر دے اپنی ضرورت۔"

"ایسی ضرورتوں کے لیے انہوں نے بہت ہی عمدہ نسل کے کتے رکھ چھوڑے ہیں
انھیں ہدایت کر دیتی ہیں کہ ضرورت پوری کر دی جائے۔"

"بکواس مت کر یار سارے جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں گے، مجھے کتوں سے ویسے
ڈر لگتا ہے۔"

"فضول باتیں، اب ہم میں سے یہاں کتنے ہیں جو اسی کام کے لیے بیگم شیرانی
گھر جا سکتے ہیں کوئی گیا؟"

"یہی تو سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیوں؟"

"بس اگر بیگم شیرانی کا موڈ بگڑ گیا تو سمجھ لو کہ زندگی جیل میں ہی گزرے گی۔" مز

کا ایک ٹولہ جو چھ سات افراد پر مشتمل تھا اور ایک میز کے گرد بیٹھا ہوا تھا، کچھ اس طرح کی چہ
میگوئیاں کر رہا تھا۔

"میں پورے دعوے کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں تم میں سے جو چاہے تصدیق کر
لینا، یہ مرحوم دانش شیرانی جو تھے نا، انہوں نے فوجی وردیوں کی سپلائی سے اپنے کام کا آغاز
کیا تھا، ان کے بارے میں یہی سنا گیا ہے کہ نہایت ایماندار آدمی تھے اور بہت مختصر سی دولت
کے مالک، یعنی کوئی خاص نام نہیں کمایا تھا انہوں نے اور اس حلقے میں شامل نہیں تھے جو صحیح
معنوں میں دولت مندوں کا حلقہ کہلاتا ہے، لیکن ان کے انتقال کے بعد سہیلہ دانش شیرانی نے
ان کی شہرت میں سولہ چاند لگا دیئے، چار چاند کہنا تو بہت معمولی سی بات ہے، یہ عالی شان
کوٹھی بہت مہنگی خریدی گئی اور اس میں بڑی توسیع کرائی گئی، وہ بذات خود بڑی سادگی پسند
ہیں، لیکن کوٹھی کی پرکاری دیکھو تو ششدر رہ جاؤ، یہ دولت دانش شیرانی کی نہیں ہے، بلکہ بیگم
سہیلہ دانش شیرانی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔"

"مگر وہ کیا کرتی ہیں؟"

"سوشل ورک۔" ایک اور شخص نے ہنس کر کہا۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔۔۔"

"نہیں نہیں، کوئی بُری بات مت سوچنا، بھئی کچھ اس طرح کا نیٹ ورک بنایا ہے انہوں
نے کہ بے شمار لوگ انہیں ان کے سوشل کاموں کے لیے بڑی رقمیں دیتے ہیں اور خفیہ طور پر
دیتے ہیں، یعنی وہ جو کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ دے تو دوسرے کو پتہ نہیں چلنا چاہیے مگر اس کے
پس پردہ کچھ اور بھی ہے۔"

"کیا؟"

"بیگم دانش شیرانی بھی ان کی بڑی مدد کرتی ہیں، کون سی وزارت ایسی ہے جہاں تک
ان کی رسائی نہ ہو، کون سے سرکاری افسر ایسے ہیں جو بیگم دانش شیرانی کی کسی بات سے انکار
کر دیں۔ دنیا کے کام اسی طرح چلتے ہیں۔

"ویسے بات بالکل ٹھیک ہے یعنی تم میری مدد کرو، مَیں تمھاری لیکن ہیں بڑے کام کی
چیز یہ بیگم شیرانی ____"

اس طرح کی تقاریب میں بڑے بڑے کام ہوتے ہیں، شادی، افطار پارٹی، سیاس
سماجی، کاروباری بے شمار تقاریب میں طے ہوجاتے ہیں رنجشیں دور ہوجاتی ہیں، سیاس
معاہدے ہوجاتے ہیں پارٹیاں تبدیل ہوجاتی ہیں، کبھی کبھی تو یوں لگتا ہے کہ کسی نے کسی ک
شادی ہی اس لیے کی ہو کہ سیاسی اور کاروباری سمجھوتے ہوجائیں بلکہ ایسا ہوتا بھی ہے۔

آفتاب احمد بھی اس تقریب میں شریک ہونے کی تیاریاں کررہے تھے خود تو ک
تیاریاں کررہے تھے اپنے جرنیل کو تیار کررہے تھے۔ یہ جرنیل ان کا ستائیس سالہ بیٹا نبیل
آفتاب تھا جسے انہوں نے آکسفورڈ میں پڑھایا تھا اور جو تعلیم مکمل کر کے تھوڑے عرصہ پہلے
ہی وطن واپس آیا تھا۔ آفتاب احمد نے اسے اپنے طور پر بھی پڑھایا تھا اور اس نے آفتاب
احمد کی دی ہوئی تعلیم کو پوری طرح سمجھا تھا جس میں اسے سمجھایا گیا تھا کہ بیٹے جعلی کرنسی چھا
جرم ہے۔ کرنسی ہی کا معاملہ ہے نا تو اس کے لیے ساری مشینری دماغ ہے۔ کام اس طر
کرو کہ قانون بنانے والے تک اسے جرم کا درجہ نہ دے سکیں۔

''پچھلے دنوں آفتاب احمد نے دس کروڑ کمائے تھے اور اس کے لیے انہوں نے بڑ
خوبصورتی سے مسز شیرانی کو استعمال کیا تھا اور اس بات پر انگشت بدنداں رہ گئے تھے کہ م
شیرانی کے ایک اشارے پر ان کا کام بن گیا تھا، انہوں نے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تیسری جنگِ عظیم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔''

''سوچ کر وحشت ہوتی ہے پاپا۔ جس قدر جنگی ہتھیار بنائے گئے ہیں ان کی موجو
سے تو پتہ چلتا ہے کہ تیسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کا تصور صرف ایک خواب رہ جاتا ہے۔''

''نہیں میری جان تمہارا خیال غلط ہے، ہتھیار بنانے والے اور بنوانے والے بھی
بات جانتے ہیں، چنانچہ اب جنگیں ایٹم اور ہائیڈروجن سے نہیں ڈالر سے ہوں گی بلکہ ہو ر
ہیں۔ دولت دولت اور صرف دولت ــــ!

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پاپا ــــ

''اور دولت کی اس جنگ میں اب تم میرے جرنیل ہو'' ــــ آفتاب احمد نے کہا

''میں ــــ''؟ نبیل نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں ــــ تم ــــ ہر محاذ پر اب تم میرے لیے کام کرو گے۔ ذرا خود کو آ

میں دیکھو ــــ آفتاب احمد نے قد آدم آئینے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور فیصل نے گھوم
کر خود کو دیکھا ــــ بے حد خوبصورت رنگ کا سوٹ جس کا اس تقریب کے لیے انتخاب
خود آفتاب صاحب نے کیا تھا۔ میچنگ ٹائی وغیرہ۔ مغرب میں گزرے ہوئے وقت نے اس
کے رنگ وروپ میں بھی اضافہ کیا تھا نقوش بھی جاذب نگاہ تھے۔ اس نے خود کو پسندیدگی کی
نگاہ سے دیکھا۔

''دیکھا ــــ''؟ آفتاب احمد نے کہا۔

''جی پاپا ــــ''

''آج میں نے خاص طور سے تمھیں سجایا ہے، جانتے ہو کیوں ــــ؟''

''جاننا چاہتا ہوں پاپا۔۔۔''

''اس تقریب میں شہر کی کریم شریک ہوگی، بڑی بڑی بیگمات، ان کی صاحبزادیاں،
میں چاہتا ہوں کہ تم بہت سی دل پھینک خواتین کی حسرت بن جاؤ ــــ بیرون ملک واپسی
کے بعد اتفاق سے یہ تمھاری پہلی تقریب ہوگی۔ میں خود تمھارے اعزاز میں ایک تقریب کا
منصوبہ بنا رہا تھا، لیکن یہ موقع مزید اچھا ہے ــــ!

''اس سے کیا ہوگا پاپا ــــ؟''

''ہم ان میں سے اپنی ضرورت کی خواتین کو چھانٹ لیں گے اور دیکھیں گے کہ کون
ہمارے کس کام آسکتا ہے، ویسے فی الحال میں تمھاری توجہ ایک خاص شخصیت کی طرف
مبذول کرنا چاہتا ہوں۔''

''کون ہے وہ ــــ؟''

''مسز شیرانی ــــ یہ وہی خاتون ہیں جن کی وجہ سے ہمارا سیمروز بخیریت پہنچ گیا
تھا، آفتاب احمد نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

''اوہ ــــ وہ ضرور کوئی عمر رسیدہ خاتون ہوں گی۔ فیصل نے کسی قدر الجھے ہوئے
لہجے میں کہا۔''

''ہاں ــــ لیکن ان کی بیٹی مثال کی عمر بائیس تئیس سے زیادہ نہیں ہے ــــ!''

''گڈ ــــ نبیل نے مسکرا کر کہا۔''

''گڈ نہیں بلکہ ویری گڈ ____ تمھیں مثال کو شیشے میں اتارنا ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ تم ایک باصلاحیت باپ کے باصلاحیت بیٹے ثابت ہوں گے، جانتے ہو تمھارے باپ نے دولت کس طرح کمائی ہے؟''

''جانتا ہوں پاپا ____ آپ ماما کے پاپا کی فرم کے اکاؤنٹنٹ تھے۔ آپ نے ماما سے دوستی کی اور راستے کے تمام پتھروں کو ہٹا کر ماما کے شوہر بن گئے ____ یہی نا ____!''

''سب سے بڑا پتھر تمھاری ماما کے پاپا تھے ____ آفتاب احمد نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''جی پاپا ____!''

''مسز شیرانی ہر مشکل کا حل ہے اور مثال اس کی اکلوتی بیٹی بس اتنا کہنا کافی ہے نا ____''

''بالکل پاپا ____!''

''او کے ____ چلو ____! آفتاب احمد نے کہا اور دونوں باپ بیٹے کوٹھی کے پورچ میں آ گئے یہاں باوردی ڈرائیور شاندار کار کے پاس مستعد کھڑا تھا۔ اس نے باپ بیٹوں کو آتے دیکھ کر کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ آفتاب احمد کے بیٹھنے کے بعد وہ دوسرے دروازے کی طرف لپکا تھا لیکن اس دوران نبیل خود دروازہ کھول کر اندر بیٹھ چکا تھا۔ چنانچہ ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھالی اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ راستے میں آفتاب احمد نبیل کو جدید معاشی جنگوں کے بارے میں بتاتا رہا تھا، پھر وہ سلطان کی محل نما کوٹھی پہنچ گئے، پارکنگ پر کاروں کا ہجوم تھا۔

''بہت بڑی تقریب ہے پاپا۔''

''تمھارے انداز میں، اس سے بھی بڑی تقریب منعقد کروں گا دیکھتے رہو۔ اور دیکھو وہ شخص جو تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہا ہے سلطان خان ہے اور وہ جو بائیں طرف ایک خاتون نظر آ رہی ہیں وہ مسز شیرانی ہیں۔ مثال شیرانی کے بارے میں تمھیں بتاؤں گا لیکن۔''

''فکر مند نہ ہوں پاپا ____ اسے میں خود تلاش کر لوں گا۔ نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔''

''ایکسیلنٹ ____ آفتاب احمد نے کہا اور سلطان خان کی طرف متوجہ ہو گئے۔''

☆

''کچھ لوگ دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں جب کہ دنیا ان کی ایک نگاہ کی طلب گار ہوتی ہے۔''

''آپ کتنی بُری اُردو بول رہے ہیں، حیرت ہوتی ہے حالانکہ یہاں موجود بہت سی لڑکیوں کا خیال ہے کہ آپ انگریز ہیں۔ مثال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ ____ انگریز، ان کی گوری چمڑی کے پیچھے کتنی گندگی ہوتی ہے آپ سوچ بھی نہیں سکتیں مثال شیرانی۔''

''کمال ہے آپ کتنی روانی سے میرا نام لے رہے ہیں حالانکہ کسی نے ہمارا تعارف بھی نہیں کرایا۔''

''ابھی آپ نے کہا ہے کہ بہت سی لڑکیوں کا خیال ہے کہ مَیں انگریز ہوں، اس کا مطلب ہے کہ میرا غائبانہ تعارف ہو گیا ہے، یعنی میں آپ کی نگاہوں میں آ چکا ہوں۔''

''یہاں موجود دوسرے بہت سے اجنبیوں کی طرح۔''

''اوہ، میرا خیال ہے آپ کے ان الفاظ سے میرا دل ٹوٹ گیا میرے کان کچھ چھناکوں کی آوازیں سن رہے ہیں'' ____! نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور مثال ہنس پڑی۔

''کیوں'' ____؟ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''آپ نے مجھے اجنبی جو کہہ دیا ____!''

''تو اور کیا ____ ابھی تک مجھے آپ کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ آپ کا نام تک نہیں جانتی مَیں۔

''اچھا ____ کیا میں اپنا نام بتاؤں؟''

''بتائیے ____!''

''میرا نام نبیل احمد ہے۔ وہ جو صاحب بیٹھے ہیں ان کا بیٹا ہوں، ان کا نام آفتاب احمد ہے۔ بزنس مین ہیں۔

"گڈ ___ میرا نام ___" مثال نے کہنا چاہا لیکن نبیل درمیان میں بول پڑا۔

"مثال، بلکہ بے مثال شیرانی ہے، دانش شیرانی مرحوم کی صاحبزادی ہیں حسن و جمال میں بے مثال ہیں بلکہ آپ کے حسن و جمال کی مثال دی جاتی ہے۔"

"اس سے پہلے آپ کسی تقریب میں نہیں نظر آئے، جب کہ خود ہمارے گھر میں اکثر تقریبات ہوتی رہتی ہیں۔ اوران میں شہر کے بڑے بڑے لوگ آتے ہیں۔"

"کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ مَیں بڑا ہو گیا ہوں، ویسے بھی بہت مختصر وقت ہوا ہے مجھے وطن آئے ہوئے۔"

"اوہو، ملک سے باہر تھے آپ ___"

"ہاں تعلیم کے سلسلے میں۔"

"تبھی تو ___! آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ مثال نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا، اد دور بیٹھے ہوئے آفتاب نے پُرغرور انداز میں گردن ہلائی۔ ان کے جرنیل نے فتوحات کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔

ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ان دنوں مسز شیرانی بہت سے لوگوں کی توجہ کا مر بنی ہوئی تھیں۔ اور بے شمار ضرورت مند ان کی توجہ چاہتے تھے۔ سلطان خان بھی شاید کوئی ا ضرورت پوری کرنا چاہتا تھا اس نے اپنے بیٹے کا ولیمہ قربان کر دیا اور لوگوں کی توجہ ا نوجوان جوڑے کی طرف سے ہٹا کر مسز شیرانی کی طرف منتقل کر دی، اس نے کہا۔

"معزز مہمانوں کی اپنی خوشیوں میں شرکت کے لیے ان کا دلی شکر گزار ہوں۔ مَیں جانتا ہوں مجھ سے محبت کرنے والوں نے اپنے بے حد قیمتی وقت میں سے میری خوشیو دوبالا کرنے کے لیے وقت نکالا ہے ___ خصوصاً میں محترمہ مسز دانش شیرانی کا شکریہ کروں گا۔ خصوصاً اس لیے کہ مجھے ان کے قیمتی وقت کا بھرپور اندازہ ہے کہنے کو تو یہ محاورہ لیکن کچھ لوگ ان محاوروں کی روح بن جاتے ہیں، جیسے محاورہ ہے کہ "سارے جہاں کا ہمارے جگر میں ہے" مسز شیرانی اسی محاورے کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ مشکلات میں گھر ہوئے لوگوں کے لیے وہ مسیحا ہیں۔ اس طرح ان کے کام آ جاتی ہیں کہ کسی کو کانوں کا نہیں ہوتی ___ لاکھوں کام کیے ہوں گے انہوں نے۔ میں ان کے ایک عمل کا خاص

سے تذکرہ کروں گا۔ پچھلے کچھ ہفتوں قبل میں کسی کام سے ان کے در دولت پر گیا۔ ضرورت مندوں کی اپروچ کے لیے انہوں نے اپنے گھر کے ایک گوشے میں ایک سادہ سا دفتر بنا رکھا ہے۔ مجھے بھی وہیں بلا لیا گیا، ہم لوگ ضروری امور پر باتیں کر رہے تھے کہ ایک پیاری سی شکل کی لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھوں میں چائے کے برتن تھے۔ میں نے بے اختیار چونک کر اُسے دیکھا تو اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ برتن اس کے ہاتھ سے گر گئے اور وہ چیختی ہوئی بھاگ گئی۔ میں حیران رہ گیا۔ میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کون بچی تھی تو میرے کئی بار اصرار کرنے پر بیگم صاحبہ نے مجھے اس بچی کے بارے میں بتایا کہ وہ ایک لاوارث بچی تھی ___ دماغی ہسپتال کے دورے کے دوران وہ انھیں نظر آئی اور بیگم صاحبہ کے دل کو لگ گئی۔ اس بچی کو اس کے والدین کی موت کے بعد اس کے چچا نے اپنے گھر میں جگہ دے دی تھی، وہاں اس پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے اور ایک مرحلے پر جب اس نے اپنی چچی کی شکایت چچا سے کی تو ان دونوں نے مل کر اس کی زبان کاٹ دی۔ تبھی سے وہ پاگل ہو گئی اور اسے ایک لاوارث پاگل کی حیثیت سے پاگل خانے میں داخل کرا دیا گیا، جہاں بس اسے رہنے کی جگہ دے دی گئی تھی، بیگم صاحبہ اسے اپنے ساتھ لے آئیں اور انہوں نے اس کا بھرپور علاج کرایا، وہ ٹھیک ہو گئی اور اب ان کے پاس ان کی بیٹیوں کی طرح زندگی گزار رہی ہے، بہت بڑی بات ہے یہ، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد بھی اپنے بندوں ہی کے ذریعے کیا کرتا ہے اور بیگم شیرانی جیسی خواتین کو خاص طور سے اس دنیا میں بھیجتا ہے، محترمہ کیا نام ہے اس بچی کا؟"

"نور جہاں، ہم سب اسے نوری کہہ کر پکارتے ہیں۔"

"وہ اب بالکل ٹھیک ہے۔"

"ہاں خدا کے فضل سے مکمل صحت یاب ہو چکی ہے وہ، لیکن چونکہ اس نے شدید ترین مظالم کے دوران زندگی گزاری ہے اس لیے ہر چیز سے خوف زدہ رہتی ہے، ذرا سی آہٹ اسے دہشت کا شکار بنا دیتی ہے کیونکہ وہ قدرتی طور پر گونگی نہیں ہے اس لیے بہری نہیں ہے، سب کچھ سنتی ہے سمجھتی ہے، لیکن بہرحال، اگر سلطان احمد ایسے کسی مسئلے کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تو میں صرف اتنا بتانا چاہتی ہوں کہ میرے دل میں تو رحم اور ہمدردی کی ایک دنیا آباد

ہے، نجانے کیا کیا خواب دیکھتی ہوں میں، ہر دوسرے انسان کو دیکھ کر میرے دل میں ہلچل پیدا ہو جاتی ہے، معاشرے کے بہت سے ایسے کردار ہیں جنھیں مدد اور اصلاح کی ضرورت ہے، ابھی پچھلے دنوں ایک اور منصوبے پر عمل کر رہی تھی مَیں، چھوٹے چھوٹے بچے، نوجوان لڑکے عمر کی کسی لغزش کا شکار ہو کر جرم کے راستوں پر نکل جاتے ہیں، انہیں سزائیں ہوتی ہیں اور ان سزاؤں کے بعد ہمارے معاشرے اور سماج کے لیے ایک مجرم تشکیل پا جاتا ہے میری آرزو ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کروں جو اتفاقیہ طور پر کسی جرم کرنے والے نوجوان لڑکے لڑکی یا بچے کو مدد دے کر قانون کی گرفت سے آزاد کرائے یا پھر انتظار کرے کہ اس کی سزا ختم ہو جائے اور اس کی اصلاح کے لیے اقدامات کیے جائیں، بات اصل میں یہ ہوتی ہے کہ انسان کبھی بُرا نہیں ہوتا، وقت حالات یا جذباتی حادثہ کسی جرم کا باعث بن جاتا ہے اور پھر اس کے بعد اس پر مکمل جرم کی چھاپ لگ جاتی ہے، اس کے بارے میں صرف یہ سوچا جاتا ہے کہ وہ ایک مجرم ہے اور مجرم بن کر ہی جیئے گا اور مجرم کی حیثیت سے ہی مر جائے گا بہت سی اس طرح کی باتیں میرے ذہن میں آتی ہیں اور میرا دل چاہتا ہے کہ ان باتوں کا حل مجھے مل جائے، بہر حال انسان کی عمر بہت مختصر ہے اور اس کی آرزوئیں بڑی پھیلی ہوئی آپ لوگوں کی محبت ہے کہ آپ لوگ مجھے اتنی پذیرائی دیتے ہیں شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتی ہوں سلطان خان۔'' انہوں نے مسکرا کر سلطان خان کو دیکھا ہر طرف سے تالیاں نج اٹھی تھیں۔ مدہم مدہم آوازیں ابھر رہی تھیں لوگ کہہ رہے تھے۔

''بس جذبے ہی تو انسان کی شناخت ہوتے ہیں، جس دل میں جذبے اُترے ہوئے ہوں وہ اسی طرح مضطرب رہتا ہے۔''

''ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے جذبوں کے بھی مختلف نام ہوتے ہیں، میڈم شیرانی کا یہی کاروبار ہے میرا مطلب ہے جذبوں کا کاروبار۔''

''بات سمجھ میں نہیں آئی۔'' کسی اور نے کہا۔

''تو مَیں کیا کروں؟'' دوسری آواز ابھری۔ سرگوشیاں ہی ہو رہی تھیں، میڈم کی پذیرائی ہوئی اس کے بعد تھوڑی دیر تک یہ تقریب جاری رہی، میڈم نے ایک انتہائی خوبصورت نیکلس دلہن کو گفٹ کیا تھا اور اس کے بعد ان کی نگاہیں مثال کی تلاش میں اُٹھ گئیں

تھیں، مثال اس وقت بھی نبیل کے ساتھ تھی، اس نے نبیل نے کہا۔

''ماما شاید جانے کی تیاری کر رہی ہیں۔''

''اتنی جلدی۔''

''آپ سمجھتے نہیں مسٹر نبیل۔ ماما کا تو ہر لمحہ مصروف رہتا ہے، کہہ رہی تھیں کہ کسی کی خوشی میں شریک ہونا بھی عبادت ہے۔ بس وہ عبادت کرنے یہاں آ گئی تھیں، اس سے زیادہ وہ یہاں رکیں گی نہیں۔''

''میں تو ابھی آپ سے دل بھر کر باتیں بھی نہیں کر سکا، دوسری ملاقات کب اور کہاں ہوگی؟''

''آپ کا جب بھی دل چاہے ہمارے گھر آ جایئے، ہمارے مہمان تو آتے ہی رہتے ہیں۔''

''سوچ لیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سوچیں کہ یہ شخص تو گلے ہی پڑ گیا۔''

''آپ پلیز، گلے بالکل نہ پڑیں، بس جب آپ کا دل چاہے آ جائیں، بلکہ بہتر ہوگا کہ فون کر لیجیے گا۔''

''بہت بہتر، کیا میں آپ کو آپ کی گاڑی تک چھوڑنے چلوں؟''

''نہیں، رفتار ذرا سست ہی رہے تو اچھا ہے تا کہ بات بنی رہے۔'' مثال نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی، نبیل سکتے کے سے عالم میں اُسے دیکھتا رہ گیا تھا، بیگم شیرانی نے بیٹی کو آتے ہوئے دیکھا تو کار کی جانب چل پڑیں، سب سے رخصت تو وہ لے ہی چکی تھیں۔ ماں بیٹی کار میں بیٹھیں، ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی، تقریب کو تو ابھی بہت دیر تک جاری رہنا تھا، لیکن سبھی جانتے تھے کہ مسز دانش شیرانی ایک انتہائی مصروف عورت ہیں اور کسی بھی تقریب کو وہ سب سے کم وقت دیتی ہیں، کار اس وقت ایک بھری پڑی سڑک سے گزر رہی تھی کہ آگے انہوں نے ٹریفک جام دیکھا اور اس کے بعد ایک دلچسپ اور عجیب تماشا، وہ ایک چھریرے بدن کا نوجوان تھا، میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس، جینز اور کئی رنگوں کی قمیص پہنے ہوئے، سر پر رومال بندھا ہوا تھا، لیکن جو کرتب وہ دکھا رہا تھا اسے کرتب نہیں کہا جا سکتا تھا، وہ کاروں کی چھتوں پر اچھلتا کودتا پھر رہا تھا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ پانچ

پولیس والے اس کا پیچھا کر رہے تھے، وہ اس تک پہنچتے تو وہ پھرتی سے دوسری کار پر چھلانگ
لگا دیتا اور جب وہ دوسری کار تک پہنچتے تو وہ نیچے ہوتا، ٹریفک اسی چکر میں رک گیا تھا، لوگ
تماشا دیکھ رہے تھے، لیکن نوجوان کی پھرتی قابل دید تھی، وہ چیک بھی رہا تھا گو اس کے الفا
سننے کو نہیں مل رہے تھے، لیکن جو کرتب وہ دکھا رہا تھا وہ ناقابل فراموش تھے، مثال حیرت سے
بولی۔

"کیا وہ کوئی بازی گر ہے، لیکن بازی گری کا یہ کھیل سڑکوں پر۔ سارا ٹریفک جام ہوا
ہے۔" بیگم شیرانی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ گہری نگاہوں سے اس نوجوان کی اس بر
رفتاری کو دیکھ رہی تھی۔ درحقیقت وہ پولیس والوں کو تگنی کا ناچ نچا رہا تھا، آخر میں اس
ایک ٹرک پر چھلانگ لگائی، پھر چھت پر چڑھ کر برابر کے گھر کی بالکونی میں کود گیا، لوگ شور
رہے تھے، پولیس والے اس گھر کے گرد گھیرا ڈالنے لگے، تماشا اب اس گھر میں منتقل ہو گیا
اس لیے گاڑیاں آگے بڑھنا شروع ہو گئیں، مسز شیرانی نے اپنے پرس سے موبائل نکالا اس
ایک نمبر سیٹ کیا اور اسے کان سے لگا کر بولیں۔

"ضرغام!"

"دیکھا؟"

"یس میڈم۔" آواز اُبھری۔

"اسے چیک کرو۔"

"او کے۔" جواب ملا اور مسز شیرانی نے موبائل بند کر دیا۔

☆

بھاری جسم اور مسخری سی شکل والا سیٹھ غلام بھائی چورسیا مسز شیرانی کی کوٹھی میں دا
ہوا اور ہونقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کے ساتھ دبلے پتلے بدن کا ایک نوج
لڑکا بھی تھا، جس کا منہ کسی اگالدان کا دہانہ معلوم ہوتا تھا۔ دور کھڑے ہوئے ملازم نے ا
پریشان دیکھا تو آگے بڑھ آیا۔

"اس طرف ____ وہ دروازہ ہے۔ ملازم نے قریب آ کر کہا، اور غلام بھائی
متشکرانہ انداز میں اسے دیکھا۔ پھر نوجوان کو دھکا دے کر بولا۔

"ابے آگے مر، تیرے کو تو "اکل" ہی نہیں ہے۔ او مر آگے جلدی کر، کچھ دیر کے بعد وہ
مسز شیرانی کے سامنے تھے، اور غلام بھائی کہہ رہا تھا۔ میرے چھوٹے چھوٹے چودہ بچے ہیں
بائی۔ خدا کسم بہت گریب آدمی ہوں۔ ابے تو سمجھ لے میں مر گیا، بچا لے میرے کو۔۔۔ میرا
کباڑہ ہو گیا۔ غلام بھائی کا انداز بین کرنے والا تھا۔

"یہ کون ہے۔" بیگم شیرانی نے اس کے ساتھی لڑکے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"منجھلا ہے، کریم بھائی چورسیا، اسے سلام کر لے مردے، تیرے کو اکل ہی نہیں ہے،
زندہ مردہ پان کی پیک تھوکنے کے لیے ادھر ادھر دیکھنے لگا، تو بیگم شیرانی جلدی سے بولی۔

"وعلیکم سلام، وعلیکم سلام، تم باہر جاؤ اور دیکھو میاں تھوکنا منع ہے اگر تم نے کہیں اپنا یہ
اگالدان خالی کیا تو ملازم تمھیں اٹھا کر باہر پھینک دے گا، اگر منہ خالی کرنا ہے تو باہر سڑک پر
جاؤ۔"

"قم ____ قم، وم وم ____ غوں غوں ____ نوجوان نے کیا اور دروازے
سے باہر نکل گیا۔۔۔۔"

"جی غلام بھائی ____ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔"

"میری مدد کر بھائی۔ مالک قسم، کتے کی موت مر جاؤں گا۔ میرا دھندہ چوپٹ
ہو جائے گا پچیس کروڑ کا گھاٹا ہو جائے گا میرے کو۔"

"صرف کام کی بات کریں۔"

"میرے کو پتہ چلا ہے بائی کہ آفتاب احمد نے تیرے کو دھوکا دے کر سیمروز پتھر کی آڑ
میں کروڑوں روپے کا "جرکون" اسمگل کیا ہے۔

"جرکون" مسز شیرانی نے حیرت سے کہا۔

"ہاں پاپا ____ سفید پتھر ____ کچا ہیرا ____"

"زرقون" ____ مسز شیرانی نے کہا۔

"ہاں جی ____ ہاں جی ____ میں جرکون کا تاجر ہوں، میرے پاس اس کا
لائسنس ہے، آفتاب بھائی چور دروازے سے جرکون کا سودا کر رہا ہے اور اسے مندے بھاؤ
دینے والا ہے۔ میری پارٹی توڑ لی ہے اس نے اور مجھے کروڑوں کا نقصان ہو جائے گا۔

میرے کو بچاؤ۔’’

‘‘اس نے زرقون اسمگل کیا ہے؟’’

‘‘کھدا کسم ____ میرے کو پتہ چل گیا ہے کہ اس نے تیرے کو دھوکا دیا ہے۔’’

‘‘تمھیں کیسے پتہ چلا؟’’

‘‘وہ ____ میرا آدمی اس کے پاس کام کرتا ہے، غلام بھائی نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

‘‘کیا نام ہے اس کا۔

‘‘اس کو رہنے دو بپا ____ میرے کو بتاؤ ____ میں کیا کروں۔’’

‘‘دیکھو غلام بھائی ____ اگر میرے پاس اپنے کام کے لیے آئے ہو تو جو میں کہہ رہی ہوں کرتے چلو ____ نام بتاؤ اس آدمی کا۔

‘‘جمیل کھاں نام ہے اس کا۔۔۔!

‘‘ٹھیک اَب آگے چلو ____ میڈم شیرانی نے یہ نام سامنے پیڈ پر لکھتے ہوئے کہا۔

‘‘میرے کو بچا لو بپا۔

‘‘کتنا نقصان ہوگا تمھیں۔’’

‘‘پچیس کروڑ کا ____ ہائے پچیس کروڑ کا۔

‘‘تم بچ گئے غلام بھائی سمجھ لو بچ گئے۔ بیگم شیرانی نے کہا اور غلام بھائی اُچھل پڑا تھا ____

O

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میڈم شیرانی کو دیکھ رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

‘‘خدا قسم آپ نے میرے کو نئی جندگی کی خبر سنائی ہے، پچیس کروڑ کا گھاٹا میرے کو جند نہیں چھوڑتا۔’’

‘‘آپ کیا چاہتے ہو غلام بھائی، جو زرقون آفتاب احمد نے اسمگل کیا ہے وہ مارکیٹ میں نہ آئے۔’’

‘‘بپا، میری ساری پارٹیاں بھاگ جائیں گی، میں تو بہت بڑا منصوبہ بنائے بیٹھا ہوں ابھی میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ اس کا اسمگل کیا ہوا پتھر سرکاری قبضے میں پہنچ جائے

میرے پاس ایسے لوگ موجود ہیں جو سرکار سے وہ پتھر خرید سکتے ہیں ابھی بس میری مارکیٹ خراب نہیں ہونی چاہیے۔’’

‘‘بات یہ ہے کہ آپ لوگ خود اپنا نقصان کرتے ہیں غلام بھائی، ہم جو نظریات رکھتے ہیں ان میں سے بڑا نظریہ یہ ہے کہ اپنی کمائی کا ایک مناسب حصہ غریب غرباء پر خرچ کیا جائے، آپ یقین کریں، ایسے مال میں ہمیشہ برکت ہوتی ہے جس میں سے غریبوں کا حصہ نکال دیا جائے، آپ گورنمنٹ کو ٹیکس دیتے ہیں ضرور دیں چونکہ ملک اسی ٹیکس کے سہارے چلتے ہیں، لیکن ایک ٹیکس آپ پر اور بھی عائد ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے غربت ٹیکس، آپ نے کچی آبادیوں میں بے گھر بے زر بے سروسامان لوگ دیکھے ہوں گے، ننگ دھڑنگ بچے، جن کے پاس نہ پہننے کو ہوتا ہے نہ کھانے کو، بیوہ عورتیں، یتیم اور معصوم بچے، آخر ان سب کی کفالت کون کرے، غلام بھائی، میرے دل میں ان سب کے لیے بڑا درد ہے اور میں مجبور ہوں اس بات پر کہ چاہے سو میں سے دو ہی سہی، دو غریبوں کی مدد کروں، پچیس کروڑ کا نقصان ہونے والا ہے آپ کو، پچیس کروڑ میں سے صرف پانچ فیصد ان غرباء کے لیے نکال لیجئے، کیا فرق پڑتا ہے آپ کو؟’’

‘‘میں تمھارے کو وعدہ کرتا ہوں میڈم، میں جرور گریبوں میں رقم تقسیم کروں گا۔’’

‘‘آپ کیوں کریں گے غلام بھائی، مَیں آخر کس کام کے لیے ہوں، آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ مخالف پارٹی کا زرقون منظر عام پر نہ آئے تو فوری طور پر پچیس کروڑ کے پانچ فی صد کا بندوبست کر لیجئے۔

‘‘فف ____ فف ____ فوری طور پر۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے بائی؟’’

‘‘کیا پئیں گے آپ یہ بتائیے؟’’

‘‘ارے میرے کو کچھ نہیں مانگنا، پہلے آپ میرے کو تسلی دے دو۔’’

‘‘وہ وقت تو آپ نے گنوا دیا، آپ کا کیا خیال ہے میں آپ سے بھیک مانگ رہی ہوں، آپ میرے پاس اتنا بڑا کام لے کر آ گئے، اور میں نے اس رقم کا صرف پانچ فیصد کمیشن کے طور پر آپ سے مانگا تو آپ مجھے کہانیاں سنانے بیٹھ گئے، آپ کے لیے میں ٹھنڈا پانی منگواتی ہوں، ایک گلاس ٹھنڈا پانی پئیں اور مجھے خدا حافظ کہیں۔’’

"ابھی آپ تو ناراض ہو گیا میڈم۔"

"غلام بھائی، دیکھئے، دنیا بھر کے کام کرنے ہوتے ہیں مجھے، آپ ایک معزز شخص ہیں
اور میرے شہر کی آبادی میں اپنا ایک نام ایک مقام رکھتے ہیں، یہ تو میں کر نہیں سکتی کہ اپ
ملازموں کو بلا کر کہوں کہ غلام بھائی کو بازوؤں سے پکڑ کر ان کی گاڑی تک چھوڑ آئیں، آپ
کیوں میرا وقت ضائع کر رہے ہیں، خدا حافظ۔"

"نہیں نہیں، آپ میرا کام کرو آپ جو حکم کرو گے میں کروں گا۔"

"کروں گا کی میرے ہاں کوئی گنجائش نہیں ہوتی سمجھے آپ۔"

"ارے بابا میرا مطلب تو سمجھو۔"

"آپ اس کاغذ پر ایک تحریر لکھیے، اس میں آپ لکھیے کہ آپ میرے رفاہی ادارو
یہ رقم ادا کر رہے ہیں، اس رقم کا آپ ابھی چیک بنایئے، میرے حوالے کیجئے، تین دن
اندر اندر آپ کا کام ہو جائے گا، ورنہ دوسری صورت میں ____"

"نہیں بابا آپ ٹھیک بولتا ہے، جیسا آپ بولتے ہو بیگم صاب، میں ویسا ہی
ہوں۔" غلام سیٹھ نے لاچارگی سے کہا اور پھر وہی کیا جو میڈم نے کہا تھا اس کا چہرہ
مانگ رہا تھا پچیس کروڑ کا یہ نقصان اور اس کا پانچ فیصد وقت سے پہلے نکل گیا تھا، اس
کے ساتھ جس کے بعد بیگم شیرانی پر کسی بھی طرح کوئی بات نہیں آتی تھی۔ کیونکہ سب کچھ
تھا، جب یہ تمام کام ہو گئے تو بیگم شیرانی نے گردن خم کر کے کہا۔

"ٹھیک ہے غلام بھائی، تین دن کا وقت مانگا ہے میں نے آپ سے، آپ کو مکمل
پر اطمینان ہو جائے گا کہ اصل واقعہ ہوا کیا ہے، زرقون سرکاری تحویل میں چلا جائے گا۔"

"ابھی اللہ آپ کو خوش رکھے میں چلتا ہوں۔" غلام سیٹھ نے کہا اور مرے م
قدموں سے باہر نکل گیا۔ سہیلہ دانش شیرانی کے ہونٹوں پر ایک مدہم سی مسکراہٹ تھی اس
بہت بڑی رقم کے اس چیک کو دیکھا اور اُسے میز کی دراز میں رکھ دیا، ساتھ ہی اس نے
دراز سے موبائل فون نکال لیا تھا۔ موبائل فون پر ایک نمبر ڈائل کر کے اس نے کہا۔

"ضرغام۔"

"یس میڈم۔"

"کہاں غائب ہو۔ میں نے تو ایک کام تمھارے سپرد کیا تھا، کوئی رپورٹ نہیں دی تم
نے؟"

"میڈم، آپ کا حکم ہے کہ رپورٹ آپ کو کام کرنے کے بعد دی جائے، بس آپ یہ
سمجھ لیجئے کہ میرا کام مکمل ہو گیا ہے اور میں اب سے دس منٹ کے بعد آپ کو رپورٹ دینے
والا تھا۔"

"ٹھیک، وہ میں بعد میں پوچھوں گی، اب تم ایک بات بتاؤ۔"

"یس میڈم۔"

"کرائن کریگ سے ایک لانچ کے ذریعے مال آیا تھا جو ایک صنعت کار آفتاب احمد کا
تھا، ہمارے بینر پر یہ مال ساحل پر اُترا تھا، میں نے تمھیں اس کی نگرانی کرنے کے لیے کہا
تھا۔"

"یس میڈم، میں اس کے بارے میں مکمل طور پر آپ کو رپورٹ دے چکا ہوں۔"

"اب اتنا مصروف رہتی ہوں ضرغام کہ بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں، کہاں لے گئے
تھے وہ لوگ یہ مال؟"

"میڈم! لانچ کے ذریعے ایک قیمتی پتھر سیمروز آیا تھا، چھوٹے چھوٹے تراشے ہوئے
ٹائلوں کی شکل میں اس کے کارٹن بنے ہوئے تھے، اور یہ سارے کارٹن ٹرکوں پر لد کر ایمسن
اسٹریٹ پہنچے تھے جہاں نمک کے گودام ہیں۔ انہی میں سے گودام نمبر ستائیس میں یہ مال اُترا
تھا اور تمام کارٹن وہاں پہنچا دیئے گئے تھے۔"

"ایمسن اسٹریٹ نمک کے گودام۔"

"ہاں، نمبر ستائیس۔"

"گڈ ____ اچھا اب یہ بتاؤ اس چھلاوے کے بارے میں تم نے مجھے ابھی تک خبر
کیوں نہیں دی؟"

"میڈم آپ نے بڑا صحیح لفظ استعمال کیا، وہ ایک چھلاوہ ہی ہے، اس کا نام سبحان ہے،
کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہے اس کا، میں مسلسل اس کی کھوج میں تھا، جہاں ہم نے اسے دیکھا
تھا وہاں سے وہ مختلف راستے طے کرتا ہوا ایک گھٹیا درجے کے ہوٹل میں پہنچا تھا جو بندرگاہ

کے علاقے میں ہے، وہاں بیٹھ کر اس نے پہلے کھانا وغیرہ کھایا اور اس کے بعد جوا کھیلنے چ
گیا، بعد میں میڈم وہ وہاں سے پائی پائی ہار کر باہر نکلا اور ایک کچی آبادی میں پہنچ گیا، جہا
ایک چھوٹی سی کھولی کے دروازے پر اس نے دستک دی اور اس میں اندر چلا گیا، میڈم بع
میں مَیں نے وہاں سے معلومات حاصل کیں تو کسی نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا
کھولی کی مالکہ نے کہا کہ اس کا نام سبحان ہے وہ اس کا منہ بولا بیٹا ہے، یہاں نہیں رہتا کہ
اور رہتا ہے، اس وقت بھی وہ یہاں نہیں ہے، حالانکہ میڈم میں نے اسے کھولی میں داخ
ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن بہر حال یہاں تھوڑی سی گڑ بڑ ہوگئی، کھولی کا پچھلا دروازہ ب
تھا، میں نے زبردستی اندر داخل ہو کر دیکھا لیکن چھوٹی سی کھولی میں کوئی بھی نہیں تھا، ا
جگہیں بھی میں نے دیکھ لیں جہاں چھپا جا سکتا ہے۔''

''مگر بابا وہ ہے کون، کیا کرتا ہے۔ تم نے پوری کہانی تو سنا دی، یہ نہیں بتایا۔''

''سوری میڈم سوری۔ چورا چکے قسم کا آدمی ہے، جیب تراشی بھی کر لیتا ہے، تجوریا
بھی توڑ لیتا ہے، اکثر لوگ اسے اپنے کام کے لیے استعمال کرتے ہیں، مگر خود انتہائی لاا
ہے، میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے ہی آپ
رابطہ قائم کروں گا، دلچسپ کردار ہے میڈم، کون ہے کہاں سے آیا ہے، کہاں اصل ٹھکانہ
اس کا یہ کوئی نہیں بتا سکتا، وہ عورت جس کی کھولی ہے بعد میں کھل گئی اس نے کہا کہ وہ تو
جگہ رہتا ہے، جب جس جگہ کا دل چاہتا ہے وہاں چلا جاتا ہے، یہاں بھی کبھی کبھی آ جاتا
مجھے اماں کہتا ہے، لیکن بڑا ہی پینٹ کٹ ہے، کبھی تو ہزاروں لٹا دیتا ہے اور کبھی ایک پیسہ
نہیں دیتا۔''

''دلچسپ کردار ہے۔''

''میڈم، بہت دلچسپ، لطف کی بات یہ ہے کہ اس کے جسم میں بجلی بھری ہوئی ہ
بندروں کی طرح چھلانگ لگا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے، کبھی ہتھیار استعمال نہ
کرتا، بعد میں مَیں نے پولیس ڈیپارٹمنٹ سے بھی اس کے بارے میں معلومات حا
کیں، تو وہاں سے بھی پتہ چلا کہ پولیس بہت عرصے سے اس اُچکے کی تلاش میں ہے اور ا
پکڑنے میں ناکام رہی ہے، لیکن اس نے آج تک کوئی ایسی واردات نہیں کی ہے جس

کسی کو ذرا بھی ضرب پہنچی ہو، البتہ پرس چھین کر بھاگ جانا، جیبیں تراش لینا، چھوٹی موٹی
چوریاں کر لینا، نقب زنی کر لینا یہ سارے کام اس کے حساب میں لکھے ہوئے ہیں۔''

''ضرغام، مجھے یہ آدمی چاہیے، تم صرف اس وقت مجھے اس کے بارے میں اطلاع
دو، جب تمہیں پتہ ہو کہ وہ کہیں موجود ہے اور وہاں رکے گا۔''

''اوکے میڈم۔''

''اس کے علاوہ ضرغام، تم ایمسن اسٹریٹ کے ایس ایچ او کو اطلاع دو کہ گودام نمبر
سا[illegible] میں بہت قیمتی سامان اسمگل کر کے لایا گیا ہے، وہاں چھاپہ پڑنا چاہیے، اس تمام
کارروائی کی نگرانی کرو اور مجھے بتاؤ، ہوسکتا ہے علاقے کے پولیس افسران اس بات سے
واقف ہوں اگر کوئی کوتاہی نظر آئے تو فوراً مجھے خبر کرنا، اس گودام پر چھاپہ پڑنا بہت ضروری
ہے، اس کا مال پولیس کے قبضے میں جانا چاہیے اور سنو اس کی اطلاع پریس کو بھی کر دو تا کہ کسی
قسم کی گڑبڑ کا اندیشہ نہ رہے۔''

''یس میڈم۔'' جواب ملا دو، مسز دانش شیرانی نے فون بند کیا پھر کرسی سے پشت لگا کر
آنکھیں بند کر لیں۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔ دیر تک وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے
بیٹھی رہیں پھر ایک ہلکی سی آہٹ ہوئی تو وہ چونک پڑیں ____ انہوں نے سامنے دیکھا،
نوری اندر آ گئی تھی، مسز شیرانی اسے سپاٹ نگاہوں سے دیکھتی رہیں، پھر ایک دم ان کے
چہرے کے نقوش بدل گئے۔ انہوں نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آؤ نوری، میری جان کس کام سے آئی تھیں میرے پاس۔ نوری نے زور زور سے نفی
میں گردن ہلا دی۔ تو مسز شیرانی نے کہا۔

''تم ٹھیک ہونا۔'' ان کے اس سوال پر نوری نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا تو مثال بھی
مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔

''کہاں ٹھیک ہیں مما۔ سخت بور ہو رہے ہیں۔''

''ارے کیوں بیٹے، تمہاری بور ہونے کی عمر تو نہیں ہے، جاؤ باہر جا کر گھومو پھرو، سیر و
تفریح کرو۔''

''مما ____ ایک دوست نے شام کی چائے پر بلایا ہے۔ اس کی اجازت لینی ہے

آپ سے۔

''ہاں ضرور جاؤ، کیا نوری بھی تمھارے ساتھ جارہی ہے۔''

''نوری ____ مثال حیرت سے بولی۔ وہ کہاں مما ____ کبھی جاتی ہے
میرے ساتھ ____ وہ گھر میں گھسے رہنے کی شوقین ہے ____'' مسز شیرانی نے مسکرا
نظروں سے نوری کو دیکھا تو نوری مسکرادی۔ مسز شیرانی کی آنکھوں میں محبت کے جذبا
سمٹ آئے پھر ان کی آواز اُبھری۔

''کیسے کیسے ظالم ہوتے ہیں لوگ۔ ایسی حسین مسکراہٹ کس طرح خاموش کرد
____!''

○

جمیل خاں آفتاب احمد کا بہت پُرانا ملازم تھا، ہر طرح قابل اعتماد تھا، آفتاب احمد
پر نبیل سے زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ کسی بھی خصوصی مُہم میں جمیل خان ہی اس کے ڈرائیور
حیثیت سے ساتھ ہوتا تھا۔ لیکن جمیل خاں آفتاب احمد سے خوش نہیں تھا، وہ جانتا تھا کہ اگر
آفتاب احمد کے لیے سینے پر گولی بھی کھالے تو آفتاب احمد زیادہ سے زیادہ اس کی تدفین
دے گا اور بس۔ وہ اپنے کسی بھی ملازم سے کوئی خاص رعایت نہیں کرتا تھا، چنانچہ اپنی ڈ
اچھی طرح کرتا تھا اور اس نے کبھی کوتاہی نہیں کی تھی، البتہ اس کے دل میں اس وقت گرہ
تھی جب گاؤں میں اس کے بڑے بھائی کی بیوی جسے وہ ماں کا درجہ دیتا تھا سخت بیمار پڑ گئ
، بڑا بھائی کسان تھا بیوی کے لیے کچھ نہ کرسکا۔ جمیل خاں کو پتہ لگا تو اس نے بھائی سے کہ
بھابی کو شہر لا کر ہسپتال میں داخل کرادے۔ اس کا مالک آفتاب احمد سارا انتظام کردے
پھر اس نے آفتاب احمد سے بات کی تو وہ بولا۔

''ہاں، ہاں، داخل کرادو، میں تمھیں ایک مہینے کی تنخواہ ایڈوانس دے دوں گا۔''

''مالک اس کے علاوہ آپ ہسپتال میں سفارش کردیں۔''

''میری وہاں کوئی واقفیت نہیں ہے۔''

''مالک، آپ کو کون نہیں جانتا، آپ کے دو بول ہی ہماری مشکل حل کردیں گے

''وہ ____ ہاں ٹھیک ہے کل کچھ کروں گا، لیکن دوسرے دن آفتاب احمد سے

بھول کر ہانگ کانگ چلے گئے، جب کہ جمیل خاں کے بھائی بھابی ہسپتال کے کوریڈور میں
پڑے ہوئے تھے۔ جمیل خاں کو کوئی تنخواہ وغیرہ بھی ایڈوانس نہیں ملی تھی، پھر اس وقت جب وہ
ہسپتال کے ایک ڈاکٹر کے سامنے گڑگڑا رہا تھا اس وقت غلام بھائی بھی کسی کام سے وہاں آ
نکلا۔ دو تین بار اس نے جمیل خاں کو آفتاب احمد کے ڈرائیور کی حیثیت سے دیکھا تھا۔

''تم آفتاب بھائی کے ڈرائیور ہونا ____''

''جی سیٹھ صاحب ____''

''کیا بات ہے، کیا ہوا ہے غلام سیٹھ نے کہا اور جمیل خاں نے اسے پوری تفصیل بتادی
____ غلام سیٹھ نے کوئی اور بات کہے بغیر ڈاکٹر سے کہا۔'' اس کی بھابی کو فوراً کمرہ دیں
ڈاکٹر صاحب اور اس کا بالکل ٹھیک علاج کریں۔ بل میں دوں گا۔''

جب جمیل خاں کی بھابی صحت یاب ہوکر گاؤں واپس چلی گئی تو جمیل خاں غلام بھائی کا
شکریہ ادا کرنے گیا۔ ہماری کھال حاضر ہے غلام بھائی صاحب، جوتے بنا کر پہن لیں آپ
نے ہمارے اوپر جو احسان کیا ہے ہم اسے کبھی نہیں بھولیں گے۔

''ارے بابا میرے کو کائے کو مرواتا ہے، انسان کی کھال کے جوتے پہنوں گا تو پولیس
دھرے گی اور پھر میں تو جوتے پہنتا ہی نہیں چپل پہنتا ہوں، میری بات سن نوکری آفتاب ہی
کے پاس کر مگر جب بھی پیسوں کی ضرورت ہو میرے پاس آجایا کر ____''

''میں آپ کا احسان کیسے اُتاروں گا سیٹھ صاحب۔''

''وہ میں تیرے کو بتادوں گا۔''

اور بہت سے موقعوں پر غلام بھائی نے اس سے آفتاب احمد کے کاروبار کے بارے
میں معلومات حاصل کیں، جمیل خاں اب ہر بات میں گھسا رہتا تھا چنانچہ سیمروز پتھر کی آڑ
میں جو چیز آئی تھی اس کے بارے میں بھی جمیل خاں نے غلام بھائی کو اطلاع دی تھی۔

لیکن اس بار جمیل خاں کے ستارے گردش میں آگئے تھے۔ غلام بھائی نے بحالت
مجبوری اطلاع کا ذریعہ مسز شیرانی کو بتایا تھا اور مسز شیرانی نے یہ نام پیڈ پر لکھ لیا تھا اور یہ معمولی
بات نہیں تھی۔

''بات یہ ہے ضرغام کہ ہمارا کچھ بگڑے گا تو نہیں لیکن ایک ایسے آدمی کو آزاد نہیں رہنا

چاہیے جو یہ بات جانتا ہے کہ سیمروز کے حصول کے لیے آفتاب احمد نے اپنی لانچ پر ہمارا بیز استعمال کیا تھا، بندہ بشر ہوتا ہے، یہ بات اس کے منہ سے کہیں بھی نکل سکتی ہے، چنانچہ اب مجبوری ہے، اسے اٹھالو اور بلیک چیمبر میں پہنچادو۔''

''یس میڈم۔'' ضرغام کی مخصوص آواز ابھری تھی اور پھر جمیل خاں کو ایک بھری پڑی سڑک سے اٹھالیا گیا، آفتاب احمد کی کوٹھی ہی کے علاقے میں کسی کام سے باہر نکلا تھا، پرانے ماڈل کی ایک فورڈ ویگن اس کے قریب سے گزری اور اس پھرتی سے کام ہوگیا کہ آس پاس موجود لوگوں کو بھی صورت حال کا علم نہیں ہوا، ویگن کا دروازہ کھلا اور جمیل خاں کو بالوں سے پکڑ کر پھرتی سے اندر کھینچ لیا گیا، ویگن آگے بڑھ گئی، دروازہ بھی بعد میں ہی بند ہوا تھا اور جمیل خاں کا ایک جوتا ویگن سے باہر گر گیا تھا، اس کے حلق سے چیخ البتہ نکلی تھی، لیکن اتنی معمولی کہ اس کا کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا، وہ وحشت زدہ نگاہوں سے ویگن کی چھت اور پھر خود پر جھکے ہوئے چہروں کو دیکھنے لگا، تین آدمی تھے، جن میں سے ایک نے پھرتی سے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور پھر اس پر ٹیپ لگا دیا، دوسرے نے اُسے اوندھا کر کے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے، تیسرے نے پاؤں کس دیئے، پھر پہلے نے ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر لگایا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہلنا جلنا بند کر، ورنہ یہیں دفن کر دوں گا۔'' جمیل خاں تو بس غیر اختیاری طور پر ہی ہل رہا تھا، ورنہ اس بے چارے میں ہلنے جلنے کی سکت کہاں رہ گئی تھی، پھر کوئی دس منٹ کے کے بعد ویگن رکی اور اسے اسی بے دردی سے نیچے کھینچ لیا گیا، لیکن اس سے پہلے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی اور پھر اسے وہی تین آدمی اٹھائے ہوئے آگے بڑھے تھے البتہ کسی کمرے میں داخل ہونے کے بعد اسے فرش پر ڈال دیا گیا، پھر اس کے دونوں پاؤں ہاتھ اور آنکھیں کھول دی گئیں، منہ کا کپڑا بھی نکال دیا گیا، وہ سہمے ہوئے کبوتر کی طرح ا جگہ زمین پر پڑا ان تینوں کو گھورتا رہا، وہ تینوں اسے گھورتے ہوئے باہر نکل گئے تو جمیل ا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

''میرے مالک یہ کیا ہوگیا، کون لوگ ہیں جو مجھے اٹھا لائے ہیں اس طرح، معا کر دے مالک، کوئی غلطی ہوئی ہوگی مجھ سے، ضرور کوئی غلطی ہوئی ہوگی جس کے لیے سزا

رہی ہے، وہ زاروقطار روتا رہا، کوئی ایک گھنٹے کے بعد کمرے میں ایک مردانہ آواز ابھری۔

''جمیل خاں اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔'' وہ بُری طرح اچھل پڑا تھا اور پھر وہ اٹھ کر وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔

''جمیل خاں ہے تمھارا نام؟''

''ہاں ہاں مالک، کوئی غلطی ہوگئی ہے تو معاف کر دو، جان کر کوئی غلطی نہیں کی گئی ہوگی۔'' جمیل خاں کی رندھی ہوئی آواز ابھری۔

''تم سے جو کچھ پوچھا جا رہا ہے وہ بتاؤ۔ کیا کام کرتے ہو؟''

''مالک! سیٹھ آفتاب احمد کا نوکر ہوں، ان کی گاڑی چلاتا ہوں اور دوسرے کام بھی کرتا ہوں۔''

''پچھلے دنوں آفتاب احمد کا کچھ مال ایک لانچ کے ذریعے آیا تھا، کیا مال تھا وہ؟''

جمیل خاں کو چکر آگیا، لیکن بولنا ضروری تھا، دہشت نے اس کے اعصاب بالکل ہی مضمحل کر دیے تھے اُس نے کہا۔

''مالک، پتھر تھا، سیمروز۔''

''اور؟''

''اور مالک، سفید کچا پتھر جسے زرقون کہتے ہیں، یہ پتہ نہیں مالک کہ اس کا کیا کیا جاتا ہے۔''

''تم نے یہ بات غلام بھائی چورسیا کو بتائی تھی۔''

''مم۔۔۔۔ مالک۔۔۔۔ مم۔۔۔۔ مالک آپ۔۔۔۔''

''مرنا چاہتے ہو؟''

''نن۔۔۔ نہیں مالک بتائی تھی میں نے۔''

''اور کیا بتایا تھا اُسے، مطلب یہ کہ مال کیسے آیا تھا؟''

''مالک شہر میں ایک بہت بڑی میڈم رہتی ہیں، ان کی لانچیں بھی چلتی ہیں، آفتاب احمد نے انہیں دھوکہ دے کر اس لانچ پر ان کا نام لگا دیا تھا اور اس طرح وہ کنارے پر پہنچ گئی تھی آرام سے۔''

''تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟''

''میں اس پورے معاملے میں شریک تھا، آفتاب احمد صاحب نے مجھے ساری تفصیا
بتا کر کہا تھا کہ ہوشیاری سے سارے کام کرنے ہیں۔''

''اور تم نے غلام بھائی کو یہ بات بتادی؟''

''ہاں مالک، اس لیے کہ غلام بھائی نے مجھ پر احسان کیا ہے جب کہ آفتاب احم
احسان صرف یہ ہے کہ وہ مجھے میری محنت کی تنخواہ دیتے ہیں، اس کے علاوہ انہوں
میرے لیے کبھی کچھ نہیں کیا، مالک کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اللہ سے معافی مانگتا ہوں، مگر یہ
فرض تھا، جو کام میرے مالک کو کرنا چاہیے تھا وہ دوسرے آدمیوں نے کیا۔ میں دل سے
کی بڑی قدر کرتا ہوں۔'' دوسری جانب پھر کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی، البتہ موبائل پر م
کی آواز ابھری تھی اور انہوں نے کہا تھا۔

''ضرغام۔''

''یس میڈم۔''

''بہت معصوم سا آدمی ہے یہ، اسے ایسا کرو سال دو سال کے لیے بلیک چیمبر
مہمان بنالو لیکن بُرے انداز میں نہیں خاص طور سے ہدایت کر دینا اس وقت تک جب تک
بہت سی باتیں بھول نہ جائے اُسے ہمارا مہمان رہنا پڑے گا، میں ایسے آدمی کو باہر کی دنیا
رکھنے کا رسک نہیں لے سکتی۔''

''یس میڈم۔'' موبائل پر ضرغام کا جواب ابھرا اور پھر جمیل خاں کو وہاں سے
ایک دیہاتی علاقے میں لے جایا گیا، جہاں ایک بہت عظیم الشان فارم ہاؤس بنا ہوا
خوشنما پھولوں اور پھلوں کا ایک ایسا فارم ہاؤس جہاں جانے والے اگر ایک بار جائیں تو
بھول نہ پائیں، لیکن اس کے نیچے ایک زبردست تہہ خانہ تھا اور اس تہہ خانے میں دس
عورتیں ان کے چھوٹے بچے اتنے ہی مرد موجود تھے جن کے چہروں سے بے کسی اور
ٹپک رہی تھی، جمیل خاں کو اس نجی جیل میں پہنچا کر ان کے درمیان چھوڑ دیا گیا۔

☆

آفتاب احمد کو یہ روح فرسا خبر ملی تھی، یہ خبر گودام کے چوکیدار نے دی تھی اس نے

''سر جی، گودام پر چھاپہ پڑا ہے، پولیس کی بہت سی گاڑیاں اور ایک ٹرک آئے اور گودام کو چاروں طرف سے گھیر لیا، سر جی بالکل اتفاق کی بات ہے کہ میں ایک دوسرے گودام کی دیوار کے ساتھ بیٹھا پیشاب کر رہا تھا کہ میں نے گودام کے گرد پولیس کو گھیرا ڈالتے ہوئے دیکھا، سر جی میں وہیں سے بھاگ گیا اور دُور سے یہ کارروائی دیکھنے لگا، پولیس نے گودام کے دروازے کو توڑا، بڑی نفری تھی، پھر وہ بڑی بڑی روشنیاں لیے ہوئے اندر داخل ہوگئے، باہر بھی پہرہ سنبھال لیا گیا جی، اور اس کے بعد سر جی اندر سے مال نکالا جانے لگا، سارا مال ٹرکوں پر لادا دیا گیا اور ٹرک چلا گیا، لیکن پولیس کے بہت سے بندے اب بھی وہاں موجود ہیں۔'' آفتاب احمد کے پورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا۔ دس کروڑ روپے کا پتھر جس کا سودا وہ کئی پارٹیوں سے کر چکے تھے۔ پولیس کی تحویل میں چلا گیا تھا یہ غیر قانونی طریقے سے منگوایا گیا تھا اور اس سے آفتاب احمد کئی فائدے اٹھانا چاہتے تھے۔ اپنے مدمقابل غلام بھائی کو ایک بہت بڑی چوٹ دی تھی، انہوں نے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی دس کروڑ روپے بھی کما لیے تھے۔ لیکن اب دس کروڑ کی بیس کروڑ ادائیگی کرنا پڑے گی یہی طریقہ کار ہوتا ہے بیس کروڑ کے گھاٹے نے ان کے ہوش درست کر دیئے تھے پھر انہوں نے کہا۔

''تم کہاں ہو؟''

''سر جی چھپا ہوا ہوں میں ابھی تک، مجھے بھی تلاش کیا جا رہا ہے کیونکہ پاس پڑوس کے گوداموں کے چوکیداروں نے انھیں میرے بارے میں بتادیا ہے۔''

''ہوں، تم ایسا کرو یہاں سے فوراً نکل جاؤ، پیسے ہیں تمھارے پاس۔''

''جی سر جی ہیں۔''

''فوراً کہیں جا کر روپوش ہو جاؤ اور خبردار مجھ سے کوئی رابطہ مت قائم کرنا، تقریباً پندرہ دن تک تمھیں روپوش رہنا ہے، کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتانا، کسی جاننے والے کے پاس مت جانا۔''

''ٹھیک ہے سر جی۔ پندرہ دن کے بعد میں آپ کو فون کروں گا۔''

''ہاں مجھے اپنا نام اصل مت بتانا، بس یہ کہہ دینا کہ صبح کا ستارہ ڈوب چکا ہے، یاد رہے گا۔''

''ہاں جی یاد رہے گا۔''

''جاؤ ہوشیاری سے، اگر تم پولیس کے ہاتھ لگ گئے تو میرے آدمی تمھیں خاموشی سے
گولی مار دیں گے اس بات کا خیال رکھنا، آفتاب احمد نے خوفناک لہجے میں کہا۔''

''ٹھیک ہے سر جی آپ اطمینان رکھو۔'' فون بند ہونے کے بعد آفتاب احمد پر تشنج
کیفیت طاری ہوگئی، بیس کروڑ کا نقصان، خیران کا نام تو نہیں پتہ چل سکتا تھا کیونکہ نمک کا ب
گودام نمبر ستائیس انہوں نے ایک جعلی نام سے لے رکھا تھا اور اس جعلی نام سے ایک جعلی دفتر
بھی قائم کر دیا تھا جو کبھی نہیں کھلتا تھا اور جس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اس دفتر
کے ذریعے کیا ہوتا ہے، اس طرح کی کارروائیاں دو نمبر کاموں کے لیے ہی کی جاتی ہیں او
آفتاب احمد اس میں ماہر تھے، لیکن یہ بڑی حیرت کی بات تھی آخر کیسے پتہ چل گیا، مخبری ک
ذریعہ کیا ہوسکتا ہے۔ کوئی ایسا کردار سامنے نہیں تھا بڑی اُلجھن کا شکار تھے وہ، اگر ذہن جا
تھا تو صرف ایک طرف اور وہ تھی بیگم شیرانی جسے آفتاب احمد نے بیس لاکھ روپے کا چیک د
تھا، مگر بیگم شیرانی تو خود مصیبت میں گرفتار ہوسکتی تھی کیونکہ مال اسی کے بینر تلے آیا تھا، یہ بڑ
قصہ ہے اس بات کے امکانات بھی ہوسکتے تھے کہ بیگم شیرانی نے ڈبل گیم کھیلا ہو۔ لیکن کوئی
فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی تھی۔ بیس کروڑ کا گھاؤ اتنا معمولی نہیں تھا کہ اسے یونہی بھول جا
جائے، سراغ لگانا ضروری تھا دوسرے دن ناشتے کے بعد انہوں نے نبیل کو اپنے کمرے میں
بلا لیا۔ ''میں اسے اپنی غلطی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ تمھیں بتدریج اپنے تمام کاروباری امور سے
آگاہ کرنا چاہتا ہوں، اور اپنے تمام اندرونی اور بیرونی معاملات بھی تمھیں بتانا چاہتا ہوں۔''

''جی پاپا'' ___ حکم نبیل نے کہا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ معاشی جنگ میں تم میرے جرنیل ہو۔''

''مجھے آپ کے یہ جملے بہت اچھے لگے تھے پاپا۔''

''ایک افسوس ناک خبر ہے، جو تمھیں بتانا ضروری ہے۔''

''خیریت پاپا۔''

''گزری رات اچانک مجھے بیس کروڑ روپے کا نقصان ہوگیا ہے۔''

''ویری سیڈ ___ کیسے پاپا۔ نبیل نے افسوس بھرے لہجے میں کہا اور آفتاب احمد نے

تفصیل بتانے لگا۔ مکمل تفصیل بتا کر اس نے کہا۔''

''اس طرح کے کھیل میں نفع نقصان ہوتا رہتا ہے، لیکن ہمیں دوست اور دشمن کی
شناخت رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یہی شناخت ہماری کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔''

''یقیناً پپا، نبیل نے کہا۔''

''مسز شیرانی کی بیٹی سے تمھاری دوسری ملاقات ہوئی ___؟''

''تیسری بھی ہوچکی ہے پپا۔''

''گڈ ___ وہ خود آئی تھی؟''

''پہلا فون میں نے کیا تھا، وہ آگئی، میرے ساتھ ہوٹل میں چائے پی، تیسری ملاقات
کے لیے خود اس نے پوچھا تھا۔''

''ہوئی تیسری ملاقات ___''

''جی پپا ___''

''مسز شیرانی کو علم ہے ان ملاقاتوں کا ___؟''

''نہیں ___ وہ بہانہ کرکے آتی ہے۔''

''تمھیں کیسے معلوم ___؟''

''خود اس نے بتایا تھا ___''

''ہوں، میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ خود اس کے ذہن میں تمھارا کیا مقام ہے میرے خیال
میں مسز شیرانی ایک آزاد خیال خاتون ہیں اور ظاہر ہے انہوں نے بیٹی کو بھی آزادی دی ہوگی
لڑکی، انھیں تمھارے بارے میں بتا کر بھی تم سے مل سکتی تھی، لیکن جب دل میں چور ہوتا
ہے، تبھی جھوٹ بولا جاتا ہے۔

''میں اس بارے میں نہیں جانتا پپا، آپ مجھے بتائیے کیا میں مثال شیرانی سے اس
بارے میں کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں ___؟''

''کیا ___؟ آفتاب احمد اُچھل پڑا۔ اس نے عجیب سی نظروں سے نبیل کو دیکھا پھر
بولا ''تم اتنی احمقانہ بات بھی سوچ سکتے ہو، مجھے اس بات پر حیرت ہوئی ___''

''کیوں پپا ___؟''

”نہیں بیٹے ___ اپنی سوچ کو اپنی عمر سے کافی آگے بڑھانا ہوگا، تمھیں بھلا اس بارے
کے کیا امکانات ہیں کہ سہیلہ شیرانی نے ایسے معاملات میں اپنی بیٹی کو راز دار بنایا ہو، سوال ہی
نہیں پیدا ہوتا، وہ ایک زیرک عورت ہے۔ اپنے آپ کو درویش بنا رکھا ہے اس نے سوشل
ورک کرتی ہے اس قدر چالاک ہے کہ اس نے صرف مفروضات سے کام نہیں چلایا بلکہ سچ مچ
بڑے بڑے رفاعی ادارے کھول رکھے ہیں جن پر وہ بڑی بڑی رقومات خرچ کرتی ہے لیکن
ان کا دس فیصد بھی نہیں جو وہ ڈونیشن کی شکل میں حاصل کرتی ہے، اور جو اس کے خفیہ اکاؤنٹس
میں جاتے ہیں۔ ان اداروں کے ذریعہ اس نے اپنی گڈول بنائی ہے شہرت کمائی ہے اور ہر
طرح کے محکموں میں اپنے اثر ورسوخ قائم کیے ہیں ___ اس کے بعد اس کی اپنی کمائی
ہے۔“

”مائی گاڈ ___ نبیل نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔“

”تمھیں اس شیرنی کے حلق میں ہاتھ ڈالنا ہے نبیل، مگر اتنی معصومیت سے نہیں جس کا
مظاہرہ تم نے ابھی کیا۔ اگر ایسی چوک کی تو وہ تمھارا ہاتھ چبا جائے گی۔“

”مجھے بتائیے پپا، اس میں، میری نادانی کی کون سی بات تھی ___“

”کبھی اس کی بیٹی پر یہ ظاہر نہ ہونے پائے کہ تم اس سے اس کی ماں کے بارے میں
کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو، ہمیشہ اس کے سامنے مسز شیرانی سے دلی عقیدت کا اظہار کرنا،
اگر کبھی ماں کو کوئی شبہہ بھی ہو جائے تو خود اس کی بیٹی تمھاری طرف دار ہو۔“

”پھر وہ جنگ کیا ہوگی، پپا ___؟“

”وہ میں تمھیں بتاؤں گا ___“

”او کے پپا ___ مجھے ہمیشہ آپ کی رہنمائی کی ضرورت رہے گی۔“

”جاؤ ___ آرام کرو۔ میرے دیئے ہوئے سبق یاد کرو۔“

”پپا مجھے اس رقم کے نقصان کا بہت افسوس ہے۔“

”اس کے محرکات منظر عام پر آنے دو بیٹے، بیس کروڑ کے پچاس کروڑ نہ وصول کیے
تو آفتاب احمد نام نہیں۔“

نبیل کے جانے کے بعد آفتاب احمد ایک کاغذ پر لکیریں بنانے لگا اس کی آنکھیں

سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں، پھر اچانک اس نے ایک نام کاغذ پر لکھا ___ یہ نام تھا غلام
بھائی ___ پھر اس نے موبائل فون اٹھالیا اور اس پر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا ___

کافی دیر کے بعد فون ریسیو کیا گیا تھا۔

”زندہ ہو“ ___ آفتاب احمد کی غراہٹ ابھری۔

”اوہ سر، سوری سر، رات کو دیر تک جاگتا ___“

”بکواس بند کرو ___ اب ہوش میں ہو۔“

”جی سر، بالکل۔“

”سنو،“ دوپہر ایک بجے سے پہلے مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ غلام علی کے اکاؤنٹس
سے کوئی بڑی رقم ڈرا کی گئی ہے یا نہیں، کوئی چیک کسی کے نام اشو ہوا یا نہیں ___ جتنے بنک
ہیں سب سے معلومات حاصل کرنی پڑے گی تمھیں، یہ بھی معلوم کرنا پڑے گا اگر چیک جاری
ہوا ہے تو یہ رقم کس کے اکاؤنٹ میں گئی ہے۔

”سر ___ یہ کیسے ممکن ہے؟“ فون پر آواز آئی۔

”ناممکن ہے نا ___“ آفتاب احمد کی آواز کسی بھیڑیئے کی آواز سے مماثل تھی۔

”نہیں سر ___ میرا مطلب ہے کہ۔۔۔“

”یہ شہر نہیں، یہ ملک کتنی دیر میں چھوڑ سکتے ہو۔“

”سوری سر، دوپہر ایک بجے سے پہلے میں آپ کو اطلاع دوں گا“ دوسری طرف سے
کہا گیا اور آفتاب احمد نے فون بند کر دیا، پھر اس کی آواز ابھری۔

”ناممکن ___ بیس کروڑ روپے، پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔ اور کسی ملازم کو
آواز دی۔ ملازم کے آجانے پر اس نے کہا، جمیل خاں کو بلاؤ ___“

”وہ مالک، جمیل خاں کوٹھی میں موجود نہیں ہے۔“

”کیا ___؟ اسے تو کہیں جانے کی اجازت نہیں ہے۔“

”ہم لوگ یہی باتیں کر رہے تھے، کل سے غائب ہے وہ۔ اس طرح آج تک نہیں ہوا
مالک۔“

”کل سے غائب ہے ___ آفتاب احمد نے آہستہ سے کہا، کل سے غائب ہے۔

دوسری بار وہ چیخ پڑا تھا ___ اوہ ___ اوہ ___ کل سے۔''

O

ایک خوبصورت ہوٹل کے لونگ ہال میں نبیل نے مثال شیرانی کا استقبال کیا، وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا، مثال نے بھی حسین رنگ کا قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ نبیل نے اس کے لیے کرسی کھینچی اور مثال شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔

''کیسی ہیں مثال ___؟''

''جیسی بھی ہوں آپ کے سامنے ہوں مسٹر نبیل ___! مثال نے برجستہ کہا اور نبیل مسکرا دیا۔''

''کاش میں بھی آپ کی طرح لفظوں سے کھیل سکتا۔ لیکن مایوس نہیں ہوں تھوڑے ہی عرصہ میں آپ سے بہت کچھ سیکھ جاؤں گا۔''

''اندازاً کتنے عرصہ میں، مثال نے شریری مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا ___!''

''بس بہت جلد ___''

''ہاں جلدی کریں ___ میرے مزاج اور موسم کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔''

''نہیں سمجھا ___؟''

''کوئی مشروب منگوایئے، خوب ٹھنڈا ___ اور میرے لیے چائے منگوایئے۔ مثال آج شرارت پر آمادہ تھی، نبیل ویٹر کو اشارہ کرتے کرتے رک گیا۔''

''کیا مطلب ___ اپنے لیے مشروب منگواؤں کیوں ___؟''

''بس میں نے اپنے مزاج اور موسم کی بات جو کی۔ آپ ضرور ان الفاظ کا مطلب پوچھیں گے اور میں جو جواب دوں گی اس کے بعد آپ کو ضرور کسی ٹھنڈی چیز کی ضرورت پیش آئے گی۔''

''اتنی اچھی دوست کو اتنا بُرا انداز زیب نہیں دیتا ___ میں نے تو اپنا ہر راستہ آپ کی طرف موڑ دیا ہے۔''

''اور میں نے بھی اپنے سارے سچ آپ کے نام کر دیئے ہیں۔''

''اپنے مزاج کے بارے میں کچھ بتائیں گی۔''

''لوگوں کا خیال ہے میں متلون مزاج ہوں، گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ۔ کسی کو دوست بنایا تو اس طرح کہ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی، پھر اچانک نئے چراغ جلائے۔''

''میرے ساتھ بھی یہی ہوگا۔''

''بالکل نہیں'' ___! مثال نے کہا اور ہنس پڑی۔

''مثال پلیز ___ مذاق میں بھی ایسا نہ کہیں ___ نبیل نے بھاری لہجے میں کہا۔''

''میں نہیں کہہ رہی، لوگ میرے بارے میں یہی کہتے ہیں۔ حالانکہ میں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی بس ہو جاتا ہے۔''

''آپ نے مجھے افسردہ کر دیا۔''

''تب پھر آپ بھی اپنے لیے چائے منگایئے۔ مثال دوسری طرف دیکھ رہی تھی، نبیل کی آنکھیں زہریلی ہوگئیں، اس نے دل ہی دل میں کہا۔''

''یورپ سے آیا ہوں محترمہ ___ ابھی تو اس شکار گاہ میں بہت سی ہرنیاں کلیلیں مارتی پھر رہی ہیں، آپ تو میرے پپا کی فرمائش ہیں، ابھی تو آپ اپنی مما سے بہانے کر کے آ رہی ہیں بہت جلد آپ دیواریں کودنے پر مجبور ہو جائیں گی۔ اپنا کام تو میں نے ابھی شروع ہی نہیں کیا ہے۔''

''چائے آنے تک خاموشی طاری رہی۔ پھر مثال نے اچانک کہا۔''

''آپ تو بالکل خاموش ہو گئے مسٹر نبیل۔''

''ہاں ___ سوچ رہا ہوں۔''

''کیا ___؟''

''یہی کہ جب آپ کا مزاج بدلے گا اور آپ مجھے چھوڑ دیں گی تو میں اس کے بعد کیا کروں گا۔''

''یہ کیسی باتیں شروع کر دیں آپ نے۔ بات اصل میں لفظوں کے کھیل کی ہو رہی تھی، میں نے آپ سے کہا کہ آپ لفظوں کا کھیل جلدی سیکھ لیں بتایئے اس دوران میں نے ایک بار بھی [illegible]

''گویا آج آپ شرارت کے موڈ میں ہیں۔''

''ہاں، مثال نے مستانہ لہجے میں کہا اور نبیل کو ایک شخص کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی ہر لڑکی اپنی ذات میں قلوپطرہ ہوتی ہے، اپنے محبوب کے لیے ظالم، اسے گھائل کرنے کی شوقین لیکن اندر سے کچھ اور ____''

''آج بھی مما سے بہانہ کیا۔''

''ہاں۔''

''ایسا ہی کرتی رہیں گی۔''

''بالکل نہیں ____ بس کسی مناسب موقع پر آپ کو اپنے گھر بلانے والی ہوں پھر مما سے کہوں گی کہ آپ میرے دوست ہیں۔''

''جلدی کریں، کون جانے آپ کے مزاج کا موسم بدل جائے ____'' نبیل نے کہا اور مثال ہنس پڑی۔

O

آفتاب احمد کو دوپہر ایک بجے اطلاع مل گئی۔ ''جی سر، غلام بھائی نے ایک کروڑ پچیس لاکھ کا چیک دو دن پہلے شو کیا ہے، یہ رقم میڈم دانش شیرانی کے اکاؤنٹ میں گئی ہے۔

آفتاب احمد نے مزید کچھ کہے بغیر فون بند کر دیا، ان کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا تھا۔ بدن میں ایک لرزش سی پیدا ہو گئی تھی۔ بمشکل تمام انہوں نے ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی اور اس کے آ جانے کے بعد کہا۔

''پانی لاؤ۔''

''ملازم جلدی سے فرج کی جانب بڑھ گیا بیڈ روم فرج سے اس نے پانی کا جگ نکالا اور ایک گلاس پانی آفتاب صاحب کو دیا تو انہوں نے جگ اس کے ہاتھ سے لیا اور پھر وہ غٹا غٹ پانی کے کئی گلاس چڑھا گئے۔ ملازم مؤدب کھڑا ہوا تھا، انھیں اچانک اس کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ غصیلے لہجے میں چیخے۔

''اب یہاں کیوں مر رہے ہو دفع ہو جاؤ۔'' ملازم جلدی سے باہر نکل گیا تھا، آفتاب احمد صاحب بہت دیر تک آنکھیں بند کیے اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر انہوں نے اٹھ کر لباس

تبدیل کیا اور باہر نکل آئے گاڑی کی چابی انہوں نے ملازم سے طلب کی، جمیل خاں ہمیشہ ان کی ڈرائیونگ کیا کرتا تھا، حالانکہ ڈرائیور اور بھی تھے لیکن انہوں نے کسی کو ساتھ نہیں لیا اور خود کار ڈرائیو کرتے ہوئے مسز شیرانی کی کوٹھی کی جانب چل پڑے تھوڑی دیر کے بعد وہ مسز شیرانی کے آفس میں داخل ہو رہے تھے، مسز شیرانی نے معمول کے مطابق ان کا خیر مقدم کیا اور بولیں۔

''خیریت آفتاب احمد صاحب، کوئی اطلاع بھی نہیں کی آپ نے اپنے آنے کی۔''

آفتاب احمد صاحب نے ایک نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کچھ لوگ اتنے اپنے لگتے ہیں کہ ان کے سلسلے میں رسمی باتیں بُری لگنے لگتی ہیں'' معافی چاہتا ہوں، آپ نے آج تک جو اپنائیت دی ہے، اس نے حوصلے بہت بڑھا دیے ہیں اور پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ اگر ملاقات نہ ہوئی تو اپنا پیغام چھوڑ کر چلا جاؤں گا، دوبارہ آ جاؤں گا۔''

''تشریف رکھیے، تشریف رکھیے، جب دل چاہے یہاں آیئے، ایک فون کرنے سے ذمے داری پیدا ہو جاتی ہے اور پھر باقاعدہ انتظار کیا جاتا ہے، فرمایئے سب خیریت؟''

''جی بالکل، بس ذرا سی اُلجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں، ویسے آپ نے اس دن اپنے جن خیالات کا اظہار کیا تھا اس نے میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت پیدا کر دی ہے، میں سوچتا رہا ہوں کہ آپ نے کس طرح بے لوث اپنے آپ کو انسانوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے، بہت کم لوگ اس طرح سوچتے ہیں، بہر حال میری آرزو ہے کہ اپنی کچھ ذمے داری آپ میرے شانوں پر بھی ڈالا کریں، مالی طور پر بھی میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں، یہ ایک چھوٹا سا چیک پیش خدمت ہے، میری کم مائیگی ذہن میں رکھیے گا، جو کچھ کماؤں گا اس میں سے کچھ حصہ آپ کے اس ادارے کے لیے ضرور پیش کرتا رہوں گا۔''

آفتاب احمد صاحب نے دس لاکھ کا چیک مسز شیرانی کو دیتے ہوئے کہا۔

''خلوص و محبت سے ایک روپیہ بھی دیا جائے تو آفتاب احمد صاحب یہ بڑی حیثیت رکھتا ہے بے حد شکریہ آپ کا۔''

''ویسے ابھی دو دن پہلے مجھے بیس کروڑ کا نقصان ہو چکا ہے، اس نقصان نے میری

بنیاد ہی ہلا دی ہیں، لیکن بات وہی آتی ہے کہ جو ہونا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے، کچھ عجیب وغریب اُلجھنوں میں پھنس گیا ہوں۔ میرا ایک خاص ملازم جمیل خاں طویل عرصے سے میرے پاس کام کرتا تھا، اس رات بھی وہ میرے ساتھ تھا جب سیمروز پتھر میں نے اپنے گودام میں منتقل کیا تھا، ایک دم غائب ہو گیا ہے، اس کی گمشدگی میرے لیے حیران کن ہے۔'' آفتاب احمد اس گفتگو کے دوران گہری نگاہوں سے مسز شیرانی کا جائزہ لے رہے تھے، وہ ان کے چہرے کے عضلات میں کوئی تبدیلی دیکھنا چاہتے تھے، لیکن مسز شیرانی کے چہرے پر افسوس کے سوا اور کوئی تبدیلی نظر نہ آئی، انہوں نے کہا۔

''ارے بیس کروڑ تو بہت بڑی رقم ہوتی ہے، آپ ہی کی ہمت ہے جو اتنا بڑا صدمہ برداشت کرنے کے باوجود پُرسکون ہیں۔''

''میں پرسکون نہیں ہوں مسز شیرانی، البتہ یہ سوچ رہا ہوں کہ بیس کروڑ کا یہ نقصان کرانے والے کو کون سی جگہ لے جا کر ماروں۔''

''وہ کردار آپ کے ذہن میں ہے۔؟''

''ہلکا ہلکا پختہ ہو جائے تو فیصلہ کروں اس کے بارے میں، بہرحال میں یہ رقم آپ کو پیش کرنا چاہتا تھا تاکہ ذرا سا سکون پاؤں، اس طرح کے کاموں میں بڑا سکون ملتا ہے۔ اجازت دیجیے۔''

''نہیں، آج میں آپ کو کوئی ٹھنڈا سا مشروب ضرور پلاؤں گی، حالانکہ یہ میرے اُصولوں کے خلاف ہے۔''

''بالکل زحمت نہیں دوں گا آپ کو، جو کام کرنا تھا کر کے جا رہا ہوں، باقی پھر۔۔۔''

آفتاب احمد فوراً ہی اٹھ گئے وہ واپس مڑے اور کمرے سے باہر نکل گئے، مسز شیرانی کے ہونٹوں پر ایک شریری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

○

آفتاب احمد کو گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا اور مسز شیرانی نے فوراً ہی فون آن کر کے کان سے لگا لیا۔

''ہاں۔''

''میڈم، وہ نظر آ گیا ہے، اس وقت نیو اسٹریٹ پر ایک چھوٹے سے ہوٹل میں بیٹھا کھانا کھا رہا ہے، میں وہیں موجود ہوں۔''

''میں آ رہی ہوں'' اور پھر مسز شیرانی نے اپنی کار نکلوائی اور برق رفتاری سے چل پڑیں، کسی کا کیا ٹھکانہ کون کب کہاں چلا جائے۔

نیو اسٹریٹ پہنچ کر انہوں نے پھر ضرغام سے رابطہ قائم کیا تو اس نے کہا۔

''جی ہاں موجود ہے ابھی کھانا ہی کھا رہا ہے۔'' اس نے اس چھوٹے سے ہوٹل کے بارے میں بتایا اور تھوڑی دیر کے بعد مسز شیرانی اس کچے پکے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئیں جو نان نہاری کا ہوٹل تھا۔ اور یہاں انہوں نے دوسری بار اس انوکھے نوجوان کو دیکھا جو بالکل سامنے ہی بیٹھا ہوا ابھی تک کھانا کھا رہا تھا مسز شیرانی اسے دیکھتی رہیں، انہوں نے دل میں اعتراف کیا کہ بے حد خوبصورت نقوش کا مالک ہے، عمدہ جسمانیت رکھتا ہے۔ پتہ نہیں کس گھر کا چراغ ہے، پتہ نہیں ایسی زندگی کیوں گزار رہا ہے، وقتی طور پر وہ باقی ساری باتیں بھول گئی تھیں، یہ نوجوان کچھ زیادہ ہی ان کے دل کو بھا گیا تھا، بہرحال وہ اس کے فارغ ہو کر باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اسے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور تیار ہو گئیں۔

○

وہ ان کے قریب سے گزرا تو مسز شیرانی نے اُسے پکارا۔ ''سنو، بچے بات سنو۔ وہ ٹھٹک کر رک گیا۔

''میرے کو بولا میم صاحب____؟'' اس نے چند قدم آگے بڑھ کر پوچھا۔

''ہاں بیٹے، مجھے تھوڑا سا وقت دو گے؟ مسز شیرانی نے نرم لہجے میں کہا۔

''بولو کیا کام ہے۔'' گاڑی کو دھکا مارنا ہے؟

''نہیں، تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں، بیٹھو گے میرے پاس۔ آؤ پلیز!''

''گاڑی میں بیٹھنا منگتا ہے کیا____''

''ہاں آؤ____!''

''ابھی تمھارے کو ایک بات بولے میم صاحب، اپن کا سالا کوئی استاد نہیں ہے۔ پرٹیم

سالا سب کا استاد ہوتا ہے، ٹیم میرے کو سکھایا کہ کھلا آسمان آزادی کا نشان ہوتا ہے، لوہے کا پنجرہ گاڑی ماڑی کی شکل میں ہو، یا پولیس لاک اپ کے جنگلے کی شکل میں قید خانہ ہی ہوتا ہے۔

''میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں سمجھ گیا کوئی کام کرانے کو منگتا ہے تیرے کو کس نے بولا کہ اپن کسی اور کے لیے کوئی کام کرتا ہے، میم صاحب اپن نہ کنٹری پیتا ہے نہ چرس، گانجا، ہیروئن، اپن کا شوق صرف اچھا کھانا ہے، یہ شوق دھندہ مندہ کر کے پورا کر لیتا ہے، اور کوئی کام ہو تو میرے کو بولو۔

''میں تمھیں اپنا بیٹا بنانا چاہتی ہوں۔''

''کائے کو؟''

''تم ایک ایسے لڑکے کے ہمشکل ہو جو مجھے بہت پیارا تھا۔ وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ میں تمھیں کئی بار دیکھ چکی ہوں، اس دن جب تم گاڑیوں پر اچھل کود رہے تھے اور پولیس تمھارے پیچھے لگی ہوئی تھی، پھر میں نے تمھیں ____ مسز شیرانی ضرغام سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق اسے تفصیلات بتانے لگی۔''

''واڑے، آپ تو پورا جاسوسی کرتا رہا ہے میرے بارے میں اتنا تو پولیس کو بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اپن کو وہ کھولی چھوڑنا پڑے گا، اپن ایک بات بولو، آپ میرے سے منگتا کیا ہے؟''

''کچھ نہیں، میں تمھیں بدلنا چاہتی ہوں۔ تمھارا حلیہ، تمھاری زندگی تمھاری شخصیت اپنا بیٹا بنانا چاہتی ہوں تمھیں، کوٹھی، کار سب کچھ دینا چاہتی ہوں تمھیں۔''

''اور ____ وہ بولا۔''

''جو تم چاہو ____ وجہ میں تمھیں بتا چکی ہوں، کہ تم میرے ایک چہیتے بیٹے کے ہمشکل ہو۔''

''وہ رام اور شام، سیتا اور گیتا۔ تمھارا وہ چھوکرا مر گیا تھا نا؟''

''ہاں'' ____ مسز شیرانی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''تو بابا اپن کا جھٹکا کائے کو کرتا، کیا پتہ تمھارے پاس آ کر اپن کا بھی دھڑن تختہ ہو جائے۔''

''خدا نہ کرے۔ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔''

''اس لیے میم صاحب کہ اپن نالی کا کیڑا ہے جو نالی میں ہی زندہ رہ سکتا ہے، آپ نے کتے کی دم کو کبھی سیدھا ہوتے دیکھا۔ جاؤ بابا اپنا کام کرو، اور اپن کو اپنا کام کرنے دو، تمھارے کو معلوم ہے کہ اپن کا دھندہ کیا ہے، نہیں معلوم ____ اے دیکھو ____ یوں ہاتھ آگے بڑھایا ____ ایسے پرس اٹھایا اور ایسے نو دو گیارہ ____

اس نے مسز شیرانی کی گاڑی کے ڈیش بورڈ پر رکھے پرس کو نہ جانے کب سے تاڑا ہوا تھا، چنانچہ اس پر جھپٹا مار کر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور پھر کسی چھلاوے ہی کی طرح غائب ہو گیا ____ مسز شیرانی کے چہرے پر کوئی اضطراب نہیں پیدا ہوا تھا ایک پُرسکون مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی، پھر اس کی آواز اُبھری۔

''پیارے بچے ____ یہ تو آج تک نہیں ہوا کہ میں نے کچھ چاہا اور وہ نہ ہو سکا۔ تمھارا یہ پیارا سا چیلنج مجھے قبول ہے۔ اُس نے نیچے ٹرے میں رکھا ہوا موبائل فون اٹھایا اور اس پر نمبر ڈائل کرنے لگی۔

''ضرغام'' ____ اس نے کہا۔

''یس میڈم'' ____ ضرغام کی آواز سنائی دی۔

''اس کا ایکسیڈنٹ کر دو، اس کے بعد اسے ہسپتال پہنچا دو اس سے وہیں ملاقات کروانی ہو گی۔''

''یس میڈم؟''

''زیادہ زخمی نہیں ہونا چاہیے، بس ہفتہ پندرہ دن ہسپتال میں رہنا کافی ہے۔''

''او کے میڈم ____ ضرغام نے کہا۔''

O

''مما نبیل کو جانتی ہیں آپ ____؟''

''کون نبیل ____؟'' مسز شیرانی نے سرسرے انداز میں پوچھا۔

''اس کے ڈیڈی کا نام آفتاب احمد ہے۔''

''اوہ، تم اُسے کیسے جانتی ہو____؟'' اب مسز شیرانی لاتعلق نہیں رہ سکتی تھی۔

''مما وہ میرا دوست بن چکا ہے۔''

''دوست بن چکا ہے کب؟ کیسے؟''

''مما اسی دن تقریب میں ملاقات ہوئی تھی، اس کے بعد سے ہم روز ملتے ہیں۔''

''روز۔'' مسز شیرانی نے اپنے سامنے بکھرے ہوئے کاغذات سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیئے۔''

''ہاں مما روز، ہم گہرے دوست بن چکے ہیں۔''

''مگر بیٹا آپ نے مجھے بتایا نہیں۔؟''

''بس مما نہیں بتایا، ایسے ہی کوئی خاص بات نہیں تھی۔'' مثال نے کہا اور مسز شیرانی کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے، ایک لمحے کے لیے پیشانی پر ایک شکن نمودار ہوئی لیکن پھر فوراً ہی معدوم ہوگئی، ذہن ان چند دنوں میں پیچھے لوٹ گیا، مثال کا ایک مخصوص وقت پر جانا کچھ تبدیلیوں کے ساتھ۔ انہوں نے مثال کو شروع ہی سے آزادی دے رکھی تھی، اکلوتی بیٹی تھی وہ اسے زندگی کی ہر خوشی ہر آسائش دینا چاہتی تھیں، اعتماد کا ایک رشتہ تھا ماں بیٹیوں کے درمیان، مثال معصوم فطرت تھی، مسز شیرانی نے دولت کے حصول کے لیے جتنے جال پھیلا رکھے تھے مثال کو ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا، بہت ہی زیرک خاتون تھیں مسز شیرانی، ہمیشہ اس طرح ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرتی تھیں کہ کسی کے فرشتوں کو بھی اس کے بارے میں شبہہ نہ ہوسکے، لیکن ان کے اپنے سارے معاملات چوکس تھے، بیٹی کے بارے میں اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا، آفتاب احمد ایک عام انسان تھا، دوسری بار دس لاکھ روپے کا چیک لے کر آیا تھا اور بیس کروڑ کے نقصان کا اشارہ کر گیا تھا، دس لاکھ اس نے اور قربان کر دیئے تھے، یقیناً کسی اور چکر میں ہوگا، لیکن بہر حال بیٹی کے اعتماد کو قائم رکھنا تھا، جانتی تھیں کہ بگڑے ہوئے حالات کو کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے، پیشانی کی اس شکن کو ایک لمحے میں مٹانے کے بعد انہوں نے بیٹی سے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے ہماری بیٹی ہمیں دوست نہیں صرف مما سمجھتی ہے۔ بیٹا ہم نے تو کبھی

آپ کو کہیں جانے سے منع نہیں کیا، پھر آپ نے ہمیں بتایا کیوں نہیں اس بارے میں؟''

''بس مما آپ سے جھوٹ بولنے کو دل چاہا تھا سوری۔''

''ٹھیک ہے بیٹا، آپ کی مرضی ہے، ہم تو ہمیشہ آپ کا دوست بننے کے خواہش مند رہے۔''

''مما آپ میری دوست ہیں، اصل میں دیکھئے نا ایک بات اور بھی تو ہے، وہ اس تقریب میں مجھے ملا بہت اچھا لگا تھا مجھے، میں نے اسے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا، پھر دوسرے دن میں اس سے ملی اور اس کے بعد روزانہ مل رہی ہوں۔ اتنا بُرا نہیں ہے مما وہ، ٹھیک ہے۔''

''آفتاب احمد کا بیٹا ہے، دیکھا تو تھا میں نے اس دن وہ یورپین نقوش والا۔''

''ہاں مما وہی اس کے نقش و نگار تبدیل ہوگئے ہیں۔ اس نے ایک طویل عرصہ ملک سے باہر گزارا ہے، بہت ہی سلیقے کا آدمی ہے، بڑی اچھی باتیں کرتا ہے، میرا بہت اچھا دوست بن گیا ہے، میں نے سوچا مما کہ اُسے آپ سے ملاؤں۔''

''تو بیٹے بلا لو کسی بھی دن، کسی بھی وقت۔''

''آج ہی مما، آپ کہیں تو میں اُسے شام کی چائے کی دعوت دے دوں۔''

''آج____'' مسز شیرانی نے کہا اور اپنے پروگرام پر نگاہیں دوڑائیں، کوئی خاص پروگرام نہیں تھا ان کا چنانچہ انہوں نے کہا۔

''ٹھیک ہے بیٹا کس وقت بلاؤ گی؟''

''چھ بجے مما۔''

''اوکے، میں انتظار کروں گی۔'' مثال نے نبیل کو ٹیلی فون کیا۔

''ہیلو، مثال۔''

''ارے آپ نے میری آواز کیسے پہچان لی مسٹر نبیل؟''

''اصل میں ریسیور کان کے بجائے دل سے لگا رکھا تھا، بس اتفاق ہی تھا۔''

''اچھا آپ دل سے بھی سنتے ہیں۔''

''کچھ آوازیں دل سے ہی سنی جاتی ہیں۔''

''آپ نے کبھی شاعری کی ہے۔؟''

''نہیں اب سوچ رہا ہوں اور ایک دو شعر کہہ بھی دیے ہیں۔''

''اچھا ذرا سنایئے۔'' مثال نے کہا۔

''ضرور سنیئے۔''

آواز دی ہے تم نے کہ دھڑکا ہے دل میرا
کچھ خاص فرق تو نہیں دونوں صداؤں میں

''ارے ارے ارے آپ تو سچ مچ شاعری کر رہے ہیں، آپ کا اپنا شعر ہے۔''

''جی نہیں، آج کل دل کے جال میں پھنسا ہوا ہوں، ہر بات دل سے نکلتی ہے۔''

''بہت رومینٹک ہو رہے ہیں، خیر ہے۔''

''خیر ہی تو نہیں ہے۔''

''اور مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ کو لفظوں کی جادوگری سکھا دوں، یہ اتنے سارے لفظ کہاں سے آ گئے آپ کے ذہن میں۔؟''

''بس ضرورت بہر طور پوری ہو ہی جاتی ہے، بعض چیزیں خود بخود راستے تلاش کر لیتی ہیں۔''

''چلیے خاصی باتیں ہو گئیں، شام کی چائے آپ ہمارے گھر پیجیے۔ مما سے میں نے آپ کا تعارف کرایا ہے، شام کی چائے کی دعوت انہوں نے ہی دی ہے۔''

''خدا خیر کرے، دعائے خیر کی تھی آپ نے ہمارے حق میں؟''

''کیوں۔ میری مما کیا اتنی خونخوار ہیں۔''

''ہرگز نہیں، میں نے تو ان کی آنکھوں میں محبت کی شفق پھوٹتے دیکھی ہے، آپ انہیں خونخوار کہہ کر میری سوچ کی توہین نہ کریں۔''

''ارے باپ رے باپ، اتنے جذباتی ہو رہے ہیں آپ کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ایسا کیسے ہو گیا، خیر چھوڑیئے ان باتوں کو شام کو چھ بجے پہنچ رہے ہیں۔''

''آہ نجانے شام کب ہو گی۔'' نبیل نے کہا۔

''میں انتظار کر رہی ہوں۔''

''ابھی سے۔''

''بھئی کھانا شام کو چھ بجے۔''

''او کے او کے۔ ہم سر کے بل پہنچیں گے۔''

''جی نہیں، پیروں کے بل ہی آیئے، بلکہ گاڑی میں بیٹھ کر آیئے، سر کے بل چلنے سے بال خراب ہو جاتے ہیں، اچھا خدا حافظ۔'' مثال نے فون بند کر دیا اور نبیل کی باتوں کو یاد کر کے مسکرانے لگی، لیکن اس طرف نبیل ریسیور کو ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا تھا۔

''ریسیور رکھ دو بیٹے اُسے۔'' آفتاب احمد کی آواز سنائی دی اور وہ اچھل پڑا، آفتاب احمد کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ انہوں نے کہا۔

''سہیلہ شیرانی کی بیٹی تھی نا؟''

''جی پپا، وہی تھی۔''

''مگر بیٹے، آپ ریسیور ہاتھ میں لیے کیوں بیٹھے تھے، یہ بے خودی تو کسی ایسے جذبے کا اظہار کرتی ہے، جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے، بیٹے اس جنگ میں جہاں دل آڑے آیا سمجھ لو صورت حال خراب ہو گئی، لگ رہا ہے اس لڑکی نے آپ کے دل پر براہِ راست اثر ڈالا ہے۔

''میں اس سے انکار نہیں کروں گا پپا، بہت اچھی لڑکی ہے، اب اگر آپ نے یہ سوال کر ہی لیا ہے تو مجھے ایک بات بتایئے؟''

''ہاں پوچھو۔''

''پپا، اگر میں اسے اپنی زندگی میں شامل کر لوں تو کیا مسز شیرانی ہماری مٹھی میں نہیں آ جائے گی؟''

''اس سوال کا جواب مجھے سوچنا پڑے گا بیٹے۔''

''یونہی سرسری طور پر پپا ہم اس موضوع پر بات کرتے ہیں۔''

''بیٹے دیکھو جب ایک کام ہو جاتا ہے نا تو اس کا تجسس ختم ہو جاتا ہے، مسز شیرانی کوئی معمولی عورت نہیں ہے، میں آج بھی اسی شبہے کا شکار ہوں کہ غلام بھائی کو گودام کا پتہ اسی نے دیا تھا، ہمارا مال اس کے بینر تلے آیا تھا میں نہیں کہہ سکتا کہ اسے ہمارے گوداموں کے بارے میں کیسے معلوم ہوا، میں اسی مخمصے میں تھا کہ جمیل خاں پُراسرار طور پر غائب ہو گیا، جمیل

خاں کی گمشدگی بھی اسی مجسمے کا انحصار کرتی ہے۔"

"صرف جمیل خاں ہی کیوں پپا، اور لوگ بھی تو ہوں گے۔"

"وہ سب ایسے لوگ ہیں ____ آفتاب احمد بات کرتے کرتے رک گیا پھر کچھ توقف کے بعد بولا، یہ سب عقلی گدھے ہیں لیکن ایک بات مسلم ہے۔"

"وہ کیا پپا ____؟"

"مجھے بیس کروڑ کا نقصان ہو گیا، خیر بات مسز شیرانی کی ہو رہی تھی، یہ بات اس کے علم میں آ جانا کوئی بری بات نہیں ہے کہ اس کی بیٹی تم سے محبت کرنے لگی ہے اور کسی مناسب موقع پر یہ بات اس کے علم میں آ جانی چاہیے ____ لیکن دوسرے طریقے سے۔"

"دوسرا طریقہ کیا پپا ____؟"

"یہ کہ وہ تم سے عشق کرتی ہے۔"

"اور میں ____"

"تم اپنے مستقبل کو زیادہ عزیز رکھتے ہو۔"

"میرا مستقبل ____"

"ہاں، تمھارا مستقبل، تم کنسٹرکشن کے بزنس میں بہت کشش محسوس کرتے ہو۔ اپنی تعلیم کے برعکس تم عمارتوں کی کمی کے خواب دیکھتے رہے ہو۔ بڑے بڑے پلازے، اور ہوٹل تعمیر کرنا تمھاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے۔"

"مگر پپا میں تو اس کا الف بے بھی نہیں جانتا۔"

"میں جانتا ہوں، میں تمھیں سکھاؤں گا۔"

"کیا یہ بات آپ نے پہلے سے سوچی ہوئی تھی پپا۔ میں نے تو اپنے خیال کا اظہار ابھی کیا ہے۔"

"پہلے سے سوچی ہوئی باتوں کا نتیجہ ہمیشہ بہتر نہیں نکلتا۔ دماغ ہونا چاہیے سوچنے کے لیے۔"

"مجھے کچھ اور بتائیے پپا۔"

"مسز شیرانی اس طرح کیش ہو سکتی ہے۔ اسے جب یہ علم ہو جائے گا کہ اس کی بیٹی

نہیں چاہتی ہے تو تم اس کی نگاہوں میں ایک مقام حاصل کر جاؤ گے۔ پھر وہ تمھاری خواہشات کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھے گی اور ____"

"اور کیا پپا ____؟"

"وہ تمھاری مدد کرے گی، میری نگاہوں میں ایسی کئی زمینیں ہیں جنھیں اپنے قبضے میں لے کر ہم کروڑوں نہیں اربوں روپیہ کما سکتے ہیں اور یہ زمینیں وہ کوڑیوں کے مول ہمیں دلوا سکتی ہے، اس کے ایسے ہی اختیارات ہیں۔"

"مائی گاڈ ____ آپ کتنا کوئیک سوچتے ہیں پپا ____"

"نہیں کھیلوں کا کھلاڑی ہوں، بیٹے ____ چلو ٹھیک ہے، تم اپنے کھیل کا آغاز کرو، لیکن اناڑی کی حقیقت سے نہیں کھلاڑی کی حیثیت سے۔"

"آپ ہی کا بیٹا ہوں پپا، بے فکر رہیں ____ نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور آفتاب احمد کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔"

"وصول کرنا ہے، اسی سے وصول کرنا ہے، بیس کروڑ کا نقصان پہنچا ہے مجھے اس کے ذریعے، میں ہر کام منافع سے کرنے کا عادی ہوں، گھاٹا تو میں نے زندگی میں اٹھایا ہی نہیں، یہ عارضی نقصان ہے اس کے بعد، اس کے بعد مسز شیرانی، تم بھی میرا یہ نقصان سود در سود بھرو گی، تم ____ تم ____ تم ____" آفتاب احمد کا چہرہ بھیانک ہو گیا، نبیل مسکراتی نگاہوں سے باپ کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا۔"

"اور میں آپ کا جرنیل پپا۔"

"آئی پراؤڈ یو مائی سن۔"

○

نرس کمرے میں داخل ہوئی اس کے ساتھ ایک وارڈ بوائے بھی تھا، وہ جاگ رہا تھا اور وارڈ بوائے ہی نے نرس کو جا کر اطلاع دی تھی کہ روم نمبر تین کے مریض کو ہوش آ گیا ہے، اور اب وہ سریلے گیتوں میں کراہ رہا ہے۔"

"سریلے گیتوں میں ____"

"ہاں میڈم فلمی گانوں کی آواز نکال رہا ہے منہ سے، لیکن کراہوں کی شکل میں۔" نرس

بے اختیار مسکرا دی اور پھر وارڈ بوائے کے ساتھ کمرہ نمبر تین میں داخل ہوگئی اس وقت بھی ایک فلمی گانے کی طرز میں کراہوں کی آواز ابھر رہی تھی، آہٹ پر اس نے گردن گھمائی اور نرس نے اسے غور سے دیکھا، خوبصورت سا نوجوان لڑکا تھا، بھرے بھرے بدن کا مالک، بھرا بھرا چہرہ جس پر ہلکی شیو ابھر آئی تھی، گورا چٹا رنگ، خوبصورت آنکھیں، اس کی مسکراہٹ بڑی دلکش تھی، کہنے لگا۔

''ہوگیا کام۔ یار وہ تم لوگوں نے طوطوں والی کہانی سنی ہے، ہائے ـــــ'' نرس اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیسی طبیعت ہے؟''

''پتہ نہیں، ویسے میرا خیال ہے بہت بُری طبیعت کا آدمی ہوں مَیں، لوگ مجھے پسند نہیں کرتے۔''

''میں نے تمھارے زخموں کے درد کے بارے میں پوچھا تھا۔''

''میرے زخموں کے درد کے بارے میں پوچھ کر تم کیا کرو گی سفید لڑکی، اتنے زخم ہیں میرے سارے وجود میں کہ بتانے بیٹھوں گا تو پاگل ہو جاؤ گی۔''

''کمال کے انسان ہو، واقعی کمال کے انسان ہو۔ ان حالات میں بھی اتنا بول سکتے ہو۔''

''حالات بتاؤ گی۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''تمھارا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔''

''اس کی تو میں ـــــ'' وہ جملہ اُدھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا تھا، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''تم ذرا منہ اُدھر کرلو مَیں گالی بکنا چاہتا ہوں۔'' نرس ہنس دی پھر بولی۔

''اچھے بچے گالی نہیں بکتے۔''

''نیلے رنگ کی کار تھی وہ، پرانے طرز کی فورڈ، اگر میں اس کار کو تباہ بھی کردوں تو کچھ جائے گا، کوئی نقصان نہیں ہوگا، پتہ نہیں کون اندھا اسے چلا رہا تھا، کیا تم لوگوں کو اس بارے میں کچھ معلوم ہے۔''

''لو بھلا ہمیں کیا معلوم ہوگا۔''

''مطلب یہ کہ مجھے یہاں کون لایا تھا۔؟''

''ایک نیک دل خاتون، سوشل ورکر ہیں۔ تم ایک لاوارث زخمی کی حیثیت سے سڑک ڑے تھے کہ ان کی کار ادھر سے گزرنے لگی، انہوں نے فوراً تمھیں اٹھایا اور ہسپتال پہنچایا پھر ہسپتال کے سب سے بڑے ڈاکٹر کو بلا کر کہا کہ تمھیں بھرپور طبی امداد ملنی چاہیے، راجات کی پرواہ نہ کی جائے جو کچھ بھی خرچ ہو جائے اور اس کے بعد انہوں نے ایک بڑی ہسپتال کے اکاؤنٹ میں جمع کرادی اور کہا کہ جتنی بھی رقم کی ضرورت پڑے، انھیں صرف ن کردیا جائے، شہر کی بہت بڑی شخصیت ہے ان کی۔''

''کمال ہے ـــــ کیا عمر تھی؟'' اس نے ایک آنکھ دبا کر پوچھا اس کے انداز کی لفتی بتاتی تھی کہ ہنسنے بولنے کا عادی ہے، نرس کے چہرے پر ملامت کے آثار پھیل گئے۔ رڈ بوائے جھک کر بولا۔

''تمھاری ماں کے برابر تھی۔'' دوسرے لمحے اس کا الٹا تھپڑ وارڈ بوائے کے منہ پر پڑا۔

''میری ماں کے برابر کوئی ہو ہی نہیں سکتا، گدھے کی اولاد، دوبارہ یہ الفاظ کہے تو ارے دانت باہر نکال دوں گا۔'' ایسا زوردار تھپڑ تھا کہ وارڈ بوائے کا منہ ٹیڑھا ہوگیا، نرس ستہ آہستہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔

''یہ یہ کیا کر رہے ہو تم؟''

''دیکھو ماں، اس سے پوچھو یہ ماں کا مقام جانتا ہے، ماں کیا چیز ہوتی ہے۔''

''سب جانتے ہیں کون نہیں جانتا۔ تم نے تو بڑے اوباش انداز میں اس کی عمر کے رے میں پوچھا تھا، تمھارا کیا خیال ہے وہ تم پر عاشق ہو کر یہاں تک آئی تھی۔''

''ابی کون بولتا ہے بابا کہ کوئی اپن پر عاشق ہو سکتا ہے، ابی چھوڑو دل مت دکھاؤ، تم اذ، تم میرے پر عاشق ہو سکتی ہو؟''

''ارے ارے یہ تمھاری زبان کو کیا ہوگیا، ابھی تھوڑی دیر پہلے تو بالکل ٹھیک ٹھاک بول ہے تھے تم۔'' اسی وقت ایک اور نرس آئی اور اُس نے کہا۔

''میڈم، مسز شیرانی آئی ہیں اور ان سے ملنا چاہتی ہیں، مَیں نے انہیں بتا دیا ہے کہ یہ

ہوش میں آ گئے ہیں۔"

"بلالوان کو، ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کوئی بات چیت ہوئی۔"

"انھی کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں، ان کے ساتھ ہی آ رہی ہیں۔"

"کون مسز شیرانی، میرے پاس کیوں آ رہی ہیں وہ؟"

"یہی وہ خاتون ہیں جنھوں نے تمھیں ہسپتال میں داخل کرایا ہے، پرائیویٹ وارڈ سے اٹھوا کر اس مہنگے کمرے میں پہنچایا ہے اور ہر طرح سے تمھارے اخراجات پورے کر رہی ہیں۔" وارڈ بوائے اپنا جبڑا سنبھالے ہوئے باہر نکل گیا تھا، کچھ لمحوں کے بعد مسز شیرانی ہسپتال کے ڈاکٹر کے ساتھ اندر داخل ہوئی، نرس وہیں موجود تھی۔ وہ مسز شیرانی کو دیکھ کر بولا۔

"مر گیا، ارے بپا، مر گیا، اب کیا پیچھے پولیس بھی ہے۔" یہ الفاظ اس نے چیخ کر کہے تھے، مسز شیرانی مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئیں۔

"تو آپ لائی تھیں مجھے یہاں؟"

"ہاں تقدیر دیکھو، تم سے دوسری ملاقات بھی ذرا سی دیر کے بعد ہی ہو گئی۔"

"اور وہ منحوس پرس کہاں ہے جو میری زندگی کے لیے عذاب بن گیا، ہائے ____"

"وہ پرس تمھاری ملکیت ہے۔"

"کیا میں پولیس کسٹڈی میں ہوں؟"

"کیوں ایسی کیا بات ہے؟" مسز شیرانی نے کہا اور اس نے گردن گھما کر نرس اور پھر ڈاکٹر کو دیکھا اور اسی وقت ڈاکٹر بولی تھی۔

"تم نے وارڈ بوائے کو تھپڑ مارا ہے، اس نے ابھی مجھ سے شکایت کی ہے۔"

"ضرورت سے زیادہ بول رہا تھا وہ، کہنے لگا جن خاتون نے مجھے ہسپتال میں داخل کرایا ہے وہ میری ماں جیسی ہیں، آپ خود بتایئے ڈاکٹر صاحب ماں جیسا کوئی ہو سکتا ہے؟"

ڈاکٹر اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی، مسز شیرانی نے کہا۔

"ہاں ہو سکتا ہے۔"

"نہیں ہو سکتا۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"ہو سکتا ہے، ہر عورت اندر سے ماں ہوتی ہے اور کسی کے اندر یہ جذبے شدید ہو جاتے ہیں، تمھارے بدن سے بہنے والے خون کے ہر قطرے نے میرے دل پر داغ ڈالا ہے، تم کیسی باتیں کرتے ہو کہ ماں جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"میری ماں جیسا کوئی نہیں ہو سکتا سمجھیں تم؟"

"ٹھیک ہے، تم جو کچھ بھی کہہ لو، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"کہا تو ہے تم نے ابھی بڑے دعوے سے کہ ہاں ہو سکتا ہے۔"

"میرا یہ دعویٰ اب بھی قائم ہے میرے پیارے بچے، اور کیا کہہ سکتی ہوں اس بارے میں تم سے ____" وہ کسی قدر جذباتی سا ہو گیا تھا، پھر رفتہ رفتہ وہ نارمل ہونے لگا، مسز شیرانی نے اس سے کہا۔

"ایک بات بتا دو صرف مجھے۔ اس وقت تم اچھی خاصی زبان بول رہے ہو، جب کہ پہلے جب تم مجھے ملے تھے تو پتہ نہیں کیا ٹیڑھی میڑھی زبان میں بول رہے تھے۔"

"وہ سڑکوں کی زبان تھی جہاں میں رہتا ہوں، اس سے پہلے ہسپتال کبھی نہیں آیا، اس لیے ہسپتال کی زبان بول رہا ہوں۔" مسز شیرانی کے ساتھ ڈاکٹر بھی ہنس پڑی۔

"تمھارے خیال میں یہ ہسپتال کی زبان ہے۔"

"ارے بابا، اپن نے بس سڑکیں ہی دیکھی ہیں، اپن کو ایسے کچھ لوگ بھی مل گئے ہیں جن کو جو اپن سے الگ ہی زبان بولتے ہیں، اچھی لگتی ہیں ان کی باتیں۔ بندے بندے کی بات ہوتی ہے آپ لوگوں سے اس طرح باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے، تمھیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"نہیں، ہاں سنو، تمھارا وہ پرس میرے پاس ہے۔"

"کہا ناں، میں نے تم سے اب وہ تمھاری ملکیت ہے،" مسز شیرانی نے کہا۔

"ارے نہیں تمھارا پہلے ہی میرے پر کافی خرچہ ہو گیا ہے۔"

"نام نہیں بتاؤ گے اپنا۔"

"نام ____ میرا نام منگیز خان چنگول ہے، چلے گا؟ اس نے کہا اور بے اختیار ہنس ا۔"

”اپنی ماں سے بھی تم ایسے ہی مذاق کرتے ہو____؟ مسز شیرانی نے کہا اور اس کی
ہنسی کو بریک لگ گئے، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔“

”ہاں____ کرتا تھا اور وہ خوب ہنستی تھی۔“

”مجھے اس سے ملاؤ گے؟“

”اُس سے ملنے کے لیے اوپر جانا پڑے گا____“ وہ افسردگی سے بولا۔

”اوہ____ مجھے افسوس ہے۔“

اور پھر اچانک اس کا لہجہ خشک ہو گیا۔

”ہاں____ اگر تمھیں ایک ماں کی ضرورت ہو تو مجھے پکار لینا میں تمھیں ماں بن کر
دکھا دوں گی۔“

”دیکھو____ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ میں تمھارا احسان مانتا ہوں مگر میں
سڑکوں کا پلا ہوا ہوں____ میرا دماغ الٹا ہے، جو بات دل چاہے کر لینا۔ بس ماں کے
بارے میں کوئی بات مت بولنا____ تم عورت ہو یہ بات جانتی ہو کہ ماں صرف ماں ہوتی
ہے۔ دکھ درد اٹھا کر اولاد کو جنم دیتی ہے، اس کی پرورش کرتی ہے، پھر دوسری عورت ماں جیسی
کیسے ہو سکتی ہے۔“

میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ قدرت نے ہر عورت کے اندر ماں کی جگہ رکھی ہے
اس کے جذبے ماں جیسے ہو سکتے ہیں۔

”میں کہتا ہوں نہیں ہو سکتے؟“

اور میں نے کہا تھا کہ ہو سکتے ہیں۔

”اب میں تمھارے کو کیا بولوں____ میرے کو ایک بات بتاؤ____“

”ہاں کہو۔“

”میرے سے شرط لگاؤ گی۔“

”بولو____ مسز شیرانی نے کہا۔“

”تم خود کسی کی ماں بن کر دکھا سکتی ہو؟“

”ہاں دکھا سکتی ہوں۔“

”ابی میں ادھر سے جاؤں گا، میرے کو اپنا ایڈریس دو، میں تمھارے پاس کسی یتیم بچے
کو لاؤں گا تم اسے ماں کا پیار دینا اگر تم ایسا نہ کر سکا تو____ تو____ تو____ وہ
سوچنے لگا۔“

”ہاں بولو____“

”تو تم میرے کو بیس ہزار روپیہ دینا۔“

”یہ شرط ہے تمھاری____ مسز شیرانی نے مسکرا کر کہا۔“

”بالکل____!“

”میری بھی ایک شرط ہے۔“

”بولو____! اس نے دلچسپی سے کہا۔“

”وہ بچے تم ہو گے۔“

”میں____؟ وہ اچھل پڑا۔“

”ہاں تم____“

”ابی دیکھو، تم نے میرے پر احسان کیا ہے میں تمھارا کباڑہ نہیں کرنا چاہتا، میں نسل کا
بچھو ہوں، ڈنک مارے بغیر نہیں رہ سکتا، تم میرے کو نہیں سنبھال سکتا میڈم۔“

”تمھارے اندر سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ سارے فیصلے خود کر لیتے ہو۔ بہر حال
میری شرط پوری کر سکتے ہو تو ٹھیک ہے۔ اور اگر ہار جانے کا خدشہ ہے تو رہنے دو کوئی بات
نہیں ہے۔ مسز شیرانی نے کہا اور وہ اُسے گھورنے لگا، پھر ایک دم مسکرا کر اس نے ڈاکٹر کی
طرف دیکھا۔“

”وہ جو مثال ہوتا ہے گیدڑ شہر کو بھاگتا ہے، ٹھیک ہے میڈم تم میرے کو ماں بن کر
دکھاؤ۔“

”زبان کے پکے ہو، مسز شیرانی نے کہا۔ اور اس نے زبان باہر نکال دی، سب لوگ
ہنس پڑے تھے۔“

O

مثال نے اپنی کوٹھی کے خوبصورت لان پر نبیل کا استقبال کیا، نبیل اس وقت بے حد

خوبصورت نظر آ رہا تھا، چمچماتی ہوئی کار سے اُترا تھا اور لگ رہا تھا کہ کسی دولت مند گھرانے
فرد ہے۔ مسز شیرانی نے کافی فاصلے سے اُسے دیکھا اور ان کے منہ سے بڑبڑاہٹ نکلی۔

''کاش تم آفتاب احمد جیسے شاطر کے بیٹے نہ ہوتے، میں تمھیں خوشی سے اپ
خاندان میں شامل کر لیتی، لیکن ____

مثال نبیل کو ساتھ لے کر کرسیوں کے قریب آ گئی، مسز شیرانی نے کہا۔

''ہیلو نبیل، آؤ بیٹے، خوش آمدید۔''

''ہیلو آنٹی آپ کا بے حد شکریہ ____ کیسی ہیں آپ؟''

''فائن'' ____ آؤ بیٹھو، میرا تم سے مکمل تعارف ہے مثال تمھارے بارے میں
چکی ہے۔''

''جی آنٹی ____ حالانکہ میں باہر کی دنیا میں رہا ہوں، لیکن یہاں آنے کے بعد
ہی دنوں میں آپ کے بارے میں اتنا سنا کہ ملے بغیر ہی آپ کا مداح ہو گیا پھر مثال نے ر
سہی کسر پوری کر دی، اتنے اچھے خاندان کی اتنی قربت حاصل ہو جائے تو اس سے ب
____ خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے خاص طور سے ایک ایسے شخص کی جو دنیا کو تسخیر کرنے
خواب دیکھ رہا ہو۔

''گڈ ____ کیا تم سکندر اعظم بننا چاہتے ہو؟ مسز شیرانی نے مسکراتے ہو
پوچھا۔

''جی آنٹی ____ ایسا ہی ہے، بس تھوڑے سے فرق کے ساتھ ____''

''فرق کیا ہے؟''

''اس نے اپنی فوجوں کے ساتھ فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تھا اور ملکوں پر قبضہ کیا
میں اپنی محنت، لگن، اور جذبوں کے ساتھ دلوں کو فتح کرنا چاہتا ہوں۔''

''ایکسیلنٹ، دلوں کی فتح سے تمھیں کیا حاصل ہوگا۔''

''سب کچھ آنٹی، میرے والد ایک کامیاب بزنس مین ہیں انہوں نے ساری دو
اپنے ٹیلنٹ، اپنی محنت سے حاصل کی ہے، میں اپنا الگ مقام چاہتا ہوں۔''

''بہت اچھی بات ہے۔ کیا تم اپنے والد سے الگ کچھ کرنے کے خواہش مند ہو۔''

''ہاں آنٹی ____ انہوں نے میرے لیے اپنے کاروبار کے حوالے سے تعلیم کا فیصلہ
کیا ____ میں نے ان کی پسند کی ڈگریاں ان کے حوالے کر دیں۔ لیکن اپنی فیلڈ الگ
بنائی۔''

''گڈ ____ کیا فیلڈ منتخب کی تم نے۔''

''کنسٹرکشن ____ آنٹی خدا کے فضل سے ہمارا ملک ہر طرح کے وسائل رکھتا ہے،
ہمارے ہاں دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں نے ہالینڈ کے ''لیچن سٹی'' دیکھے ہیں پیرس کے
''بوٹے ڈی بولون'' اور دنیا کے کئی ملکوں کے ہالیڈے کیمپ دیکھے ہیں ____ میں اپنے
وطن کے پُر فضا مقامات ____ اسی طرح کی عمارتیں بناؤں گا، میں جانتا ہوں آنٹی اس کام
میں میرے راستے میں بڑی بڑی رکاوٹیں آئیں گی لیکن ہر بڑے کام میں رکاوٹیں ضرور آتی
ہیں۔''

''کیسی رکاوٹیں ____ مسز شیرانی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا اور وہ سوچ
میں ڈوب گیا، پھر بولا۔''

''پپا کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے میں ان سے کچھ مانگوں گا تو وہ مجھ سے یہ نہیں
پوچھیں گے کہ میں اس رقم کا کیا کروں گا، لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ میں ان کی خواہش
اور اپنی تعلیم سے الگ کچھ کر رہا ہوں، تو آنٹی، ظاہر ہے ایسی بات کوئی پسند نہیں کرے گا۔''

''پھر تم اپنے باپ کی مرضی کے خلاف کیوں کرنا چاہتے ہو ____؟''

''مجھے صرف یہ بتایئے آنٹی ____ کیا یہ غلط ہے، آپ کا انداز فکر الگ ہے میرا
الگ، میں کوئی اچھا کام کرنا چاہتا ہوں آپ دوسرے انداز سے سوچتی ہیں تو مجھے بتایئے کیا یہ
مناسب ہے ____؟''

''تم اسے بہت اچھا سمجھتے ہو ____''

''ہاں آنٹی ____ میں نے بہت سے ملک دیکھے ہیں، وہاں سیاحوں کی بھرمار رہتی
ہے ان ملکوں کو حسن و جمال کا مرقع کہا جاتا ہے لیکن کوئی جذباتی بات نہیں کہہ رہا میرا ملک ان
ملک سے لاکھ گنا زیادہ حسین ہے اگر اس کی تزئین کر لی جائے تو اس کے سامنے سارے
چراغ بجھ جائیں، میں یہی کرنا چاہتا ہوں، میں جدید پیمانے پر ان خوبصورت جگہوں کو

آراستہ کرنا چاہتا ہوں، پھر آپ دیکھئے یہاں سیاح برسیں گے۔''

جذبہ بہت اچھا ہے، مسز شیرانی نے کہا۔

''مجھے سہارے درکار ہیں آنٹی ____ آپ جیسی آہنی شخصیتوں کے سہارے۔''

''میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔''

''صرف ایک وعدہ'' ____ نبیل نے کہا۔

''کیا ____؟''

''جہاں کہیں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پیش آئی وہاں آپ آگے ضرور بڑھیں گی۔''

''ہاں کیوں نہیں۔''

''وعدہ کریں آنٹی، نبیل نے ضدی لہجے میں کہا۔''

''اگر میں وہ مدد کر سکی۔''

''جی آنٹی ____ ''نبیل نے کہا۔

اپنے مہمان کو انٹرٹین کرو مثال، مَیں اپنے تھوڑے سے کام کر لوں۔

''آیئے مسٹر نبیل ____! مثال نے کہا اور نبیل اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ خاموش سا تھا۔ مثال نے اس بات پر توجہ نہیں دی۔ نبیل نے کہا۔''

''کہیں باہر چلیں مثال ____!''

''کیوں ____ یہاں دل نہیں لگ رہا۔''

''ایسی بات نہیں ہے، میرا خیال تھا آنٹی ہمیں وقت دیں گی۔''

''انہوں نے ہمیں جتنا وقت دے دیا اسے ہی غنیمت سمجھئے مسٹر نبیل اتنا وقت تو منسٹروں کو دیتی ہیں۔''

''تمھارے حوالے سے ہماری حیثیت کسی منسٹر سے کم ہے ____؟ نبیل نے کہا۔''

''مما اپنے اصولوں میں بہت سخت ہیں۔''

''ان کی یہ سختی ہمارے راستوں کی مشکل تو نہیں بنے گی۔''

''کون سے راستے ____؟'' مثال نے پوچھا۔

''میرا مطلب ہے مستقبل کے راستے ____''

''میرا مستقبل مما کے ہاتھوں میں ہے، جہاں تک ہماری دوستی کا تعلق ہے مما میرے چھے دوستوں کے لیے رکاوٹ نہیں بنتیں۔ مثال نے بولڈ لہجے میں کہا اور نبیل سنبھل گیا۔ ے احساس ہوا کہ دونوں کاموں میں وہ جلد بازی کر گیا ہے، مسز شیرانی جیسی گھاگ عورت ے اس نے پہلی تفصیلی ملاقات میں اپنی ضرورت کا اظہار کر کے غلطی کی تھی اور اب مثال ے مستقبل کی بات کر کے بھی جلد بازی کی تھی۔''

''اس کا خیال بالکل ٹھیک تھا۔ اس کے جانے کے بعد مسز شیرانی نے مثال کو طلب کر یا۔''

''نبیل چلا گیا ____؟''

''جی مما ____!''

''مجھ سے مل کر نہیں گیا۔''

''مَیں نے اُسے ٹال دیا مما ____ وہ ملنا چاہتا تھا۔''

''کیوں ٹال دیا ____؟''

''یقین کریں مما ____ کوئی خاص وجہ نہیں تھی، میں آپ کے وقت کی اہمیت کا احساس دلانا چاہتی تھی اُسے، ورنہ زیادہ بے تکلف ہو سکتا تھا۔''

''دل خوش کر دیا تم نے مثال، کچھ باتیں بتانا چاہتی ہوں تمھیں!''

''جی مما ____!''

''اچھا ایک بات بتاؤ ____''

''جی ____!''

''کیا تم اسے بہت پسند کرتی ہو؟''

''بہت کا لفظ نکال دیں مما ____''

''صرف پسند کرتی ہو ____''

''ہاں، باہر سے آیا ہے، اور اُسے بات چیت کا سلیقہ آتا ہے، عمدہ لباس پہنتا ہے روشن خیال ہے۔''

"ہوں____اور____"

"اگر کوئی خاص بات پوچھنا چاہتی ہیں مما تو نہ پوچھیں مجھ پر آپ کے جو حقوق ہیں ہر حال میں محفوظ ہیں۔ مثال نے کہا اور مسز شیرانی نے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کر ا گلے لگا لیا۔ مثال کے ان الفاظ نے انہیں بے پناہ متاثر کیا تھا۔ وہ اُسے گلے لگائے رہیں بھاری لہجے میں بولیں۔"

"فخر ہے مجھے تم پر، تمہارا یہ کردار، تمہارا یہ اعتبار میری زندگی کے بہت سے سال ب دے گا، مثال ہر کردار اپنے سینے میں ایک کائنات چھپائے ہوتا ہے، ہر چہرہ ایک طو داستان ہوتا ہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں اس کے دل میں اپنی چاہت کے خواہش مند بھی ہو ہیں، تم اگر مجھے اتنا بڑا مقام دیتی ہو تو مجھے اس کائنات میں کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہ رہتی____ میرا ایک ماضی ہے مثال، ایک تکلیف دہ ماضی، میں تمھیں اس کا راز دار بناؤں گی کسی مناسب وقت____ خیر چھوڑو، تمھیں چند باتیں بتانا چاہتی ہوں____"

"جی مما، ضرور____"

"نبیل آفتاب احمد کا بیٹا ہے، اور آفتاب احمد بلا کا شاطر شخص ہے۔ وہ مٹی سے بنانے کے چکر میں رہتا ہے، نبیل اس کا اکلوتا اور یقیناً اس کا دست راست ہے، اسے صر ایک دوست کا درجہ دینا مثال ورنہ وہ باپ بیٹے مل کر ہماری گردن پر پاؤں رکھ سکتے ہیں ممکن ہے اس کا ذریعہ وہ تمھیں بنانے کی کوشش کریں، میری بات سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"جی مما____!"

"اتفاق کرو گی مجھ سے۔"

"سو فیصدی۔"

"ٹھیک ہے ہم موضوع بدل رہے ہیں، اب میں تم سے اپنی ایک بات کہنا چا ہوں۔ میں نے کچھ دن قبل سڑکوں پر ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا تھا، بجلی کی طرح کوندتا بے حد سرکش، بہت بدتمیز، کسی جنگلی سانڈ کی مانند، چوری، جیب تراشی، نقب زنی، تج توڑنے میں ماہر، غرض ہر بُرائی ہے اس کے اندر____ میں نے اسے اپنی ذات کے چیلنج بنا لیا ہے۔ ماں کی عبادت کرتا ہے____ مسز شیرانی نے سجان کے بارے

تفصیلات بتائیں پھر بولیں۔ میں اُسے یہاں لا رہی ہوں۔

"کیا____؟ مثال اچھل پڑی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک چیخ سنائی دی اور برتن ٹوٹنے کے چھناکے ابھرے۔

"نوری____ مسز شیرانی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔"

"ضرور اس نے بھی آپ کے یہ الفاظ سن لیے ہیں۔ مثال نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ پھر بولی، میں دیکھتی ہوں آپ کے لیے چائے بھی لاتی ہوں۔

"بیٹھو____ مجھے بات ادھوری رہ جانے سے سخت کوفت ہوتی ہے وہ خود ہی اپنی مشکل حل کرے گی۔

"جی مما____ آپ ایک عجیب بات کہہ رہی تھیں کہ آپ اسے یہاں لائیں گی۔ کیوں مما____؟"

"میں اس جانور کو انسان بناؤں گی۔"

"مگر اتنا خطرناک آدمی مما____"

"چیلنج ہے وہ میرے لیے اور میری زندگی ہمیشہ چیلنج قبول کرتے ہوئے گزری ہے۔"

"سوچ لیے مما۔"

"تمھارے یہ الفاظ نادانی پر مبنی ہیں، تمھارا کیا خیال ہے میں یہ سب کچھ بغیر سوچے سمجھے کروں گی۔"

"نہیں میرا مطلب ہے____" مثال نے کہا۔

"نہیں بیٹے____ انسان ایک معصوم بچے کی شکل میں اس کائنات میں آتا ہے اور پھر وقت کی ہوائیں اس کی شخصیت کی تشکیل کرتی ہیں۔ وہ چور، ڈاکو، قاتل خونی بھی بنتا ہے، پوپ الیگزینڈر، ٹالسٹائی، ٹیگور، اور "ٹینی سن" بھی جو کہتا ہے کہ "انسان ہر لمحہ زندہ مرجاتا ہے اور مردہ زندہ ہو جاتا ہے یہ موت اور زندگی اس کے احساس اور عمل کی محتاج ہوتی ہے۔"

"خدا کی پناہ مما____ اتنی گاڑھی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں"____ مثال نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو تمھیں کیا کرنا ہے بیٹے____"

"آپ بتائیے مما ____!"

"اسے انسان بنانے میں میری مدد ____"

"ٹھیک ہے مما ____ آپ جیسا کہیں گی۔"

"گھر کے ملازموں کو بتا دو کہ ایک آدھ دن میں گھر میں ایک چور، ڈاکو، رہنے آ رہا ہے، وہ کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اس سے سب کو ہوشیار رہنا ہوگا۔

ایک اور نسوانی چیخ فضا میں لہرائی۔ اس بار برتن ٹوٹنے کے ساتھ کسی کے دھڑام سے گرنے کی آواز بھی ابھری دروازے سے پرلات بھی پڑی اور دروازہ کھل گیا ____ نوری فرش پر پڑی نظر آئی ____ بیگم شیرانی نے آہ بھر کر کہا۔

"چائے کا دوسرا سیٹ بھی گیا ____ جاؤ دیکھو ____!"

O

نوری بہت بری طرح گری تھی، چائے کا دوسرا خوبصورت سیٹ بھی واقعی ٹوٹ گیا تھا، مثال نے اسے سہارا دے کر اٹھایا تو اندر سے مسز شیرانی کی آواز سنائی دی۔

"اسے اندر لے آؤ۔" مثال نوری کو سہارا دے کر اندر لے گئی، نوری لنگڑا کر چل رہی تھی۔ مسز شیرانی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا ہوا تمھیں نوری کیا بات ہے بیٹا، بار بار کیوں گر رہی ہو۔" نوری کے چہرے پر وحشت اور اضطراب کے آثار نمودار ہوئے، اس نے خوف زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا، پھر اشارے سے اپنا مقصد بیان کرنے لگی، بات وہی تھی، اس نے دونوں بار اس چور اور ڈاکو کے بارے میں سنا تھا جو اب اس گھر میں آ رہا تھا، اشاروں کی زبان میں اسے اپنے خوف کی وجہ سے بتائی تو سہیلہ دانش شیرانی بے اختیار ہنس پڑی۔

"تو اس گھر کی سب سے دولت مند لڑکی ہے نا۔ ارے بابا اپنا جو مال و اسباب ہے اسے میرے پاس چھپا دینا، میں اس کی حفاظت کروں گی، بلکہ اسے لاکر میں رکھوا دوں گی۔"

نوری کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات ابھر آئے تو سہیلہ بیگم کو اور ہنسی آئی۔

"یہ مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ لاکر کیا ہوتا ہے؟"

"ماما آپ بے مثال ہیں، آپ نے یہ بات بھی سمجھ لی، میرے تو فرشتے بھی اس کی

بات نہیں سمجھ سکتے تھے۔"

"بیٹا جو انسان پودا لگاتا ہے وہی اس کے مستقبل سے واقف ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ درخت کیسے پروان چڑھے گا، یہ بچی بظاہر تو مجھے صرف ایک چیلنج کی حیثیت سے ملی تھی، لیکن بعد میں اس نے اس طرح میرے دل میں گھر کر لیا کہ اب یہ مجھے غیر لگتی ہی نہیں ہے، بات صرف ہمدردی کی نہیں ہے بلکہ اس سے محبت کی بھی ہے، میں اسے واقعی بے پناہ چاہنے لگی ہوں۔" نوری نے واپس جانے کی اجازت مانگی اور باہر نکل گئی۔ مسز دانش شیرانی مثال سے پھر وہی باتیں کرنے لگیں، بیٹی کی طرف سے وہ مکمل طور سے مطمئن ہو گئی تھیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیے دونوں نے اپنے گھر کے ماحول کو بہت محفوظ بنا لیا تھا، گھر میں جتنے ملازم تھے ان میں سے کوئی بھی ان کا مخالف نہیں تھا، وہ ہر ایک کے ساتھ بہت ہی محبت کا سلوک کرتی تھیں، حالانکہ بہت بار انہیں ان ملازموں سے اس طرح کی شکایت ملی تھی کہ وہ اس سے خوف زدہ ہو گئی تھیں کہ کہیں وہ آگے چل کر ان کے لیے مصیبت نہ بن جائیں، لیکن ان کا طریقہ کار بہت مختلف تھا، وہ درگزر کی عادی تھیں، لیکن اگر کوئی شخصیت ایسی ہو جائے جو ان کے لیے سنگین نوعیت کی حامل ہو تو پھر وہ اس کا معقول بندوبست کر لیتی تھیں، ضرغام نے جمیل خاں کو جس قید خانے میں پہنچایا تھا وہ ان کی ذاتی جیل تھی جو انہوں نے دور دراز فارم ہاؤس کے تہہ خانے میں بنائی تھی، اس جیل میں موجود قیدیوں کے ساتھ کوئی سخت سلوک نہیں ہوتا تھا، نہ ہی ان سے کوئی مشقت لی جاتی تھی، کھانا پینا وغیرہ سب ان کو معقول طریقے سے دیا جاتا تھا، بس باہر کی دنیا سے ان کا رابطہ کٹ جاتا تھا، کئی ایسے بھی تھے جو اسی جیل میں مر گئے تھے، اگر کسی کو اس جیل تک پہنچانے کی نوبت آ ہی جاتی تو پھر اس کی گلوخلاصی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا تھا، ایک بھی فرد اس جیل سے فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا، حالانکہ کوشش کی گئی تھی، لیکن انہوں نے اس طرح کا نظام قائم کر رکھا تھا کہ اس جیل سے کسی قیدی کے فرار کی کوئی گنجائش نہ ہو، گھر کے دو تین ملازم اسی جیل میں زندگی گزار رہے تھے، سہیلہ دانش شیرانی بظاہر اپنے چہرے مہرے اور اپنے عادات و اطوار سے بہت ہی نفیس خاتون لگتی تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ لوگوں کو ان کے ہاتھ سے ضرب پہنچی تھی، لیکن وہ بھی یہی

سمجھتے تھے کہ بس وہ ایک چالاک خاتون ہیں، ان کے اندر ایک ایسی درندہ صفت عورت چھپی ہوگی اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم تھا اور یہ لازمی امر ہے کہ ہر کردار کا ایک پس منظر ہوتا ہے، انسان کی تشکیل کسی نہ کسی خاص وجہ سے اس کی فطرت کے مطابق ہوتی ہے، بہر حال ان کا ماضی تاریکی میں پوشیدہ تھا، البتہ کچھ پُرانے جاننے والے یہ بات ضرور جانتے تھے کہ مسٹر دانش شیرانی نے اتنا کچھ نہیں چھوڑا جتنا اب سامنے نظر آتا ہے، بہر حال وہ مثال سے باتیں کر رہی تھیں کہ نوری ایک بار پھر کمرے میں داخل ہوئی وہ رومال میں کچھ لپیٹ کر لائی تھی، دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ نوری نے وہ رومال ان کے سامنے کھول دیا، مسز دانش شیرانی نے حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر اس کی لائی ہوئی چیزوں کو اور اس کے بعد انہوں نے پیشانی پر ہاتھ مارا اور سر ہتھیلی پر ٹکا لیا، رومال میں گلٹ کے بنے ہوئے اُلٹے سیدھے زیورات، شیشے کی چوڑیاں، کچھ نقلی انگوٹھیاں، کچھ تانبے کے تعویذ اور خاصی مقدار میں ریزگاری تھی جو نوری لے کر آئی تھی۔ مثال بھی حیرانی سے ان چیزوں کو دیکھنے لگی۔

''یہ کیا ہے؟''

''اس کا اثاثہ جسے وہ اس چور اور ڈاکو سے بچانے کے لیے میرے پاس پوشیدہ کر دینا چاہتی ہے۔'' مسز شیرانی نے کہا اور مثال ہنس پڑی۔ نوری زور زور سے گردن ہلانے لگی تھی جیسے بتا رہی ہو کہ یہ قیمتی اشیاء حفاظت سے رکھنا ضروری ہیں۔

O

آفتاب احمد بے چینی سے بیٹے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ نبیل خاصی رات گئے آئے گا، لیکن خلاف توقع نبیل جلدی آ گیا تھا، آفتاب احمد نے اوپر کی منزل کی کھڑکی سے اس کی کار کوٹھی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھی اور پھر اس کا انتظار کرتے رہے تھے، آخر میں انہوں نے ایک ملازم کے ذریعے نبیل کو طلب کر ہی لیا۔ نبیل مسکراتا ہوا ان کے سامنے پہنچ گیا، آفتاب احمد اس کا چہرہ غور سے دیکھ رہے تھے، انہوں نے مسکرا کر بیٹے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے۔

''تمہارا انتظار کر رہا تھا میں۔''

''سوری پاپا، میرا خیال تھا کہ آپ آرام کرنے لیٹ گئے ہوں گے۔''

''ابھی تو رات بھی زیادہ نہیں ہوئی ہے، میں اتنی جلدی سوتا نہیں ہوں اور پھر تمہارا انتظار بھی میرے لیے ضروری تھا، کیونکہ بہر طور میرا جرنیل فوجوں کے بغیر میری جنگ پر گیا تھا۔''

''جنگ بہت مشکل ہے، میرا مطلب ہے محاذ۔''

''وہ تو میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا بیٹے۔''

''دیر لگے گی پاپا تھوڑی دیر لگ جائے گی۔''

''میں اسے بُرا نہیں سمجھتا، بلکہ اس مثال کو درست سمجھتا ہوں کہ دیر آید درست آید۔''

''جی بالکل، ایسا ہی ہے، ماں بیٹیاں مجھے ضرورت سے زیادہ ہی چالاک معلوم ہوتی ں۔ مثال تو خیر اپنی عمر کے مطابق زیادہ مشکل چیز نہیں ہے، لیکن وہ محترمہ، میں انہیں پڑھتا ہوں پاپا، بڑی خطرناک عورت ہے، سب سے بڑی خطرناک عورت وہ ہوتی ہے جو اپنے ے کے تاثرات چھپا جائے، آنکھیں جو ہوتی ہیں نا پاپا، آنکھیں دلی تاثر کی غماز ہوتی ں، لیکن جو اپنی آنکھوں کے تاثرات پر بھی قابو پا لے، آپ سمجھیں وہ دنیا کا خطرناک ترین ردار ہے۔'' آفتاب احمد خوشی سے اچھل پڑے۔

''یہ تمہارے خیالات ہیں یا کسی نے تمہیں اس بارے میں بریف کیا ہے؟''

''پاپا آپ کیا سمجھتے ہیں ہم لوگوں کو، بے شک آپ کو عمر بھر کا تجربہ حاصل ہے، آپ دنیا بہت زیادہ دیکھ چکے ہیں، لیکن پاپا یہ جو نیا دور ہے نا یہ نیا دور سمجھ لیجیے وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں آپ کا تجربہ ختم ہو جاتا ہے۔''

آفتاب احمد نے مسکراتی نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا اور بولے۔

''بیٹے ایک بات کہوں تم سے دیکھو تم بے شک ٹھیک کہہ رہے ہو گے، تمہاری علومات تمہیں یہی بتا رہی ہوں گی، لیکن بیٹا میں بھی تمہیں ایک بات بتاؤں۔ پکی بات ہے کہ تجربہ ہمیشہ عمر کا محتاج ہوتا ہے۔ نوجوان نسل بے حد ذہین ہے، میں تسلیم کرتا ہوں اسے، گر یہ بات بھی مانتا ہوں کہ تم لوگ وقت کو بہت پہلے سمجھ لیتے ہو، ہم لوگوں کو دیر لگا کرتی تھی، لیکن فرق یہی ہے کہ ہم لوگوں کو صرف دیر لگتی تھی، سمجھ رہے ہو نا میری بات، سمجھ ہم بھی جاتے تھے ساری باتیں اور پھر بیٹا میں آپ کو ایک بات بتاؤں، جو لوگ لاکھ کے دس لاکھ، دس لاکھ

کے پچاس لاکھ، اور پچاس لاکھ کے کروڑ بنا سکتے ہیں وہ بہرحال تجربے سے اتنے دُور نہیں ہوتے اور ابھی تم نے کہا ہے کہ وہ عورت گھاگ ترین عورت ہے، کیا کہتے ہو اس کے تجربے کے بارے میں۔ کیا وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے؟''

''نہیں پپا، خدانخواستہ مَیں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ آپ لوگ ہم سے کسی طرح کمتر ذہنیت کے مالک ہیں، یہ بس آپ کی بات کے جواب میں یہ بات کہہ رہا تھا کہ تھوڑی بہت معلومات ہم بھی اپنے طور پر رکھتے ہیں۔ خیر ہم غلط موضوع میں پھنس گئے۔ مَیں نے کارڈ چل دیا ہے دیکھنا یہ ہے کہ دوسری طرف سے کیا آتا ہے۔''

''ممکن ہو تو مجھے تفصیل بتاؤ۔''

''ضرور پپا۔ نبیل نے لفظ بہ لفظ ساری باتیں آفتاب احمد کو بتا دیں، آفتاب احمد کے چہرے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ نبیل کے خاموش ہونے پر انہوں نے کہا۔

''اس طرح کی کنسٹرکشن کے بارے میں پہلے سے کوئی خیال تمھارے ذہن میں تھا یا یہ صرف اتفاق ہے۔''

''مجھے تو تعمیرات کے الف بے تک کا تجربہ نہیں ہے پپا۔ وہ تو بس اخبارات میں آج کل اشتہارات دیکھ رہا ہوں کئی کمپنیوں نے ان پہاڑی مقامات پر اپنے پروجیکٹس کی بکنگ شروع کر رکھی ہے ان اشتہارات کی وجہ سے یہ بات میرے ذہن میں آ گئی۔''

''تب میں اسے تائید غیبی کہہ سکتا ہوں کیونکہ بہت اچھا خیال آیا ہے تمھارے ذہن میں۔ پہاڑی علاقوں میں آج کل بڑی تعمیرات ہو رہی ہیں اور لوگ خوب اسی طرف متوجہ ہو رہے ہیں مسز شیرانی کے سرکاری حلقوں میں بے پناہ تعلقات ہیں ہم ان علاقوں کا سروے کر کے کوئی بھی بہترین جگہ منتخب کریں گے اور پھر تم اس کے حصول کے لیے کوشش کرو گے۔''

''کیا آپ اس بزنس کی طرف آنا چاہتے ہیں پپا؟''

''میرا دماغ خراب نہیں ہے بیٹے۔''

''تو پھر ____''

''زمین حاصل کر کے فروخت کی جا سکتی ہے اربوں روپے کی بچت ہو سکتی ہے اس طرح کے کاموں میں ایکسپرٹ ہوں مَیں۔''

''آپ میری کامیابی کی دُعا کریں پپا۔ آپ کے جرنیل کی جنگ بڑے خطرناک دشمن سے ہے۔'' نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بس تم رگوں کا کھیل کھیلو۔''

''رگوں کا کھیل، نبیل نے ایک خوشگوار اچھنبے سے کہا۔''

''ہاں بدن میں پھیلی ہوئی یہ رگیں انسانی زندگی کی چابی ہوتی ہیں۔''

''پوری باڈی کی کنٹرولنگ پاور انھیں رگوں میں ہوتی ہے اور مثال سہیلہ شیرانی کی شہ رگ ہے، اگر تمھارا انگوٹھا اس شہ رگ پر مضبوطی سے جم گیا تو سمجھ لو وارے نیارے ہیں۔''

''میں کوشش کروں گا پپا۔'' نبیل نے کہا۔

○

وقت کے فیصلے کیا ہوتے ہیں، انسان کبھی نہیں سمجھ سکتا، وہ اپنے طور پر سوچتا ہے لیکن کرتا وقت ہے۔ مسز شیرانی بے حد زیرک عورت تھی، بہت ذہین اور مطمئن تھی لیکن سبحانی کے معاملے میں بظاہر یہی لگتا تھا کہ وہ صرف جذباتی ہو گئی ہے ورنہ سبحان ایسی کوئی اہم شخصیت نہیں تھا۔

وہ ہسپتال پہنچ گئی۔ سبحان تقریباً ٹھیک ہو چکا تھا، اگر پرائیویٹ روم نہ ہوتا تو اب تک سے کبھی کا ہسپتال سے نکالا جا چکا ہوتا۔ مسز شیرانی کو دیکھتے ہی اس نے ایک دہاڑ حلق سے نالی اور بستر سے چھلانگ لگا کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

''ماں، پیاری ماں ____ پیاری ماں دعا کرو میں جلد بڑا ہو جاؤں، اے ماں تیری صورت سے الگ بھگوان کی صورت کیا ہو گی۔ اے میری پیاری ماں مجھے بتا دے تو اب تک بڑی ماں ہے یا مجھے عقل آ گئی؟''

''اس کا مطلب ہے تم ٹھیک ہو گئے۔ چلو بیٹھو، انسان بنو ____ مسز شیرانی نے حلیمی سے کہا۔''

''ابی یہی تو مَیں بھی بولتا پڑا۔ خدا کسم اس دور کا انسان ہی تو ہوں میں، لوٹنا، مارنا، دوسرے کو نقصان پہنچانا اذیتیں دینا، یہ سوچے سمجھے بغیر کہ ان کی جیب میں جو کچھ ہے کہیں وہ ان کی زندگی تو نہیں ہے اس کی جیب صاف کر دینا۔ بتا میری ماں یہ انسانیت نہیں تو اور کیا

ہے؟''

''لیڈر بننا چاہتے ہو۔''

''لیڈر ہوں میں، انسانوں کو لیڈ کر رہا ہوں اور کیا کروں۔ اس نے کہا اور مسز شیرانی اُسے دیکھنے لگی، پھر بولی۔

''اب تم ٹھیک ہو، چلو گے میرے ساتھ؟''

''بیس ہزار روپے والی شرط یاد ہے۔''

''ہاں یاد ہے۔''

''بے ایمانی تو نہیں کرو گی؟''

''نہیں۔''

''مجھ سے اکتا کر مجھے پولیس کے حوالے تو نہیں کرو گی۔''

''نہیں کروں گی۔''

''ایک بار پھر سوچ لو مدر انڈیا، میں بچھو ہوں ڈنگ ضرور ماروں گا، اگر تم نے مجھے کوئی نقصان پہنچایا تو تمھیں ایسی چوٹ دوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھو گی۔ ویسے اگر تم چاہو تو اپنی ماتا کو یہاں بھی چالو رکھ سکتی ہو، یہ لوگ تمھارے حساب میں اپن کو خوب کھلا پلا رہے ہیں، یہ خوب صورت نرس اپن کو لائن مار رہی ہے اور اپن اس سے چکر چالو ہے۔ اس نے پاس کھڑی نرس کی طرف اشارہ کیا اور نرس ہونق بن کر رہ گئی۔ اس نے گھبرا کر ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور روہانسی آواز میں بولی۔

''نن ____ نہیں، میں نے تو ____ میں نے تو۔''

''بی بی، میں میڈم کو سمجھا رہا ہوں کہ بچھو کیا ہوتا ہے وہ بدستور مسخرے پن سے بولا۔''

''ٹھیک ہے، تم نہیں چلنا چاہتے نہ چلو میرے ساتھ، بس ایک تجربہ کرنا چاہتی تھی۔ نہ سہی۔ مسز شیرانی نے کہا۔''

''ماں، پیاری ماں، اپنے بچے کی معمولی سی شرارت پر تیری ماتا سو گئی بس ____''

''نہیں ____ تم نے ماں کو بڑا مقام دیا تھا۔ میں سمجھی تم ماں کا بڑا مان کرتے ہو، مجھے مسلسل ماں کہہ رہے ہو اور اس نام کے ساتھ مذاق کیے جا رہے ہو، میں واقعی تمھاری ماں

نہیں ہوں، لیکن تم نے ابھی مجھے کئی بار ماں کہا ہے۔ او کے ڈاکٹر، ان کا اب تک کا بل مجھے بھیج دیں۔ اس کے بارے میں آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا کرنا ہے۔'' ارے نہیں نہیں ____ میں آپ کے ساتھ چلوں گا ____ بیس ہزار ایسے تو نہیں چھوڑ سکتا۔''

''مسز شیرانی نے پرس کھولا اور اس سے بیس ہزار کے نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔'' تم سمجھ لو میں ہار گئی ____ اس نے نوٹوں کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے، کچھ لمحے خاموش رہا پھر بولا۔

''ابی لے چلو نہ مجھے ساتھ بابا ____ ہو سکتا ہے اپن کا اشٹائل چینج ہو جائے ____ چلو سوری۔ سوری۔''

''انہیں ڈسچارج کر دیں ڈاکٹر'' ____ مسز شیرانی نے کہا۔

کار میں وہ بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ مسز شیرانی نے کئی بار اس کا جائزہ لیا پھر بول ہی پڑی۔

''کیا سوچ رہے ہو ____''

''بہت اہم بات ____'

''بتاؤ گے مجھے ____؟''

''اس دن جب میں تمھارا پرس لے کر بھاگا تھا تو اس میں کل نو سو بتیس روپے تھے، لپ اسٹک اور میک اپ کا دوسرا سامان تھا اور آج ____ باپ رے باپ پوری گڈی تھی ہزار ہزار کے نوٹوں کی اور تم نے بڑی بے پرواہی سے اس میں سے بیس ہزار نکال کر میری طرف بڑھا دیے تھے۔''

''پھر ____؟ مسز شیرانی نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''نہیں کچھ نہیں ایسے ہی رال ٹپک رہی تھی۔'' اس نے کہا، مسز شیرانی ایک لمحے کے لیے بھنا گئی، اس نے ڈرائیور سے کہا۔

''ڈرائیور گاڑی روک دو۔'' ڈرائیور نے انڈیکیٹر دیا اور پھر گاڑی سڑک کے ایک سائیڈ کر کے روک دی۔

''یہ پرس رکھا ہے، اس گڈی کے علاوہ بھی اس میں ایک گڈی اور ہے، اٹھاؤ یہ پرس

اور اُتر جاؤ گاڑی سے۔''

''کائے کو؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''تمھاری نیت خراب ہو رہی ہے نا، جاؤ لے جاؤ یہ رقم، ماں کی قیمت تمھاری نگاہوں میں بس اتنی ہی ہے۔'' دفعتاً ہی اس چہرہ سرخ ہو گیا، اس نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا لی تھی، کوئی پچاس سیکنڈ اسی طرح گزر گئے تو مسز شیرانی نے کہا۔

''گاڑی چلاؤ ڈرائیور۔'' اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

O

آفتاب احمد کو دوسری ناکامی کا سامنا اس وقت کرنا پڑا تھا جب اس نے اپنی معلومات کے مطابق یہ معلوم کیا کہ گودام نمبر ستائیس سے پکڑا جانے والا پتھر کب نیلام کیا جا رہا ہے، تب اسے معلوم ہوا کہ وہ پتھر تو خریدا جا چکا ہے اور خریدنے والے کا نام غلام بھائی ہے۔" آفتاب احمد نے یہ سن کر آنکھیں بند کر لی تھیں، شکست۔۔۔۔شکست پر شکست، دیر ہو گئی تھی اس نے بڑی مشکل سے خود کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ مزید نقصان اٹھائے اور پکڑا جا والا پتھر خرید لے، لیکن اسے اس بات کی امید نہیں تھی کہ تحقیقات اس قدر جلد مکمل ہو جا گی، سوچتا رہا تھا وہ کہ پکڑے جانے والے زرقون کے بارے میں پہلے تو یہی معلومات حاصل کی جائے گی کہ آخر وہ ہے کس کا، کیسے آیا، ایک بات کی اُسے امید تھی اور یقین تھا کہ گودام کے سلسلے میں اس کی نشاندہی نہیں ہو سکے گی، متعلقہ لوگ فرار ہو گئے تھے، کسی کے پولیس کے ہاتھ لگنے کا امکان باقی نہیں رہا تھا، البتہ جمیل خاں کا معاملہ ذرا سنگین تھا، بس وہ ایک ایسا کردار تھا جو ہاتھ نہیں لگا تھا اور اس کے سلسلے میں آفتاب احمد کو کئی راتیں گھنٹوں جاگ پڑا تھا، وہ سوچتا رہا تھا کہ جمیل خان کا کیا ہوا، کہیں وہ پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائے، یا کوئی اسے پولیس کی تحویل میں نہ دے دے۔ کئی بار اس کا خیال مسز شیرانی کی جانب بھی گیا، لیکن پھر حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ مسز شیرانی اس سلسلے میں ملوث نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ غلام بھائی سے حاصل شدہ رقم کے عوض اس نے غلام بھا کو گودام کا پتہ بتا دیا ہو، لیکن یہ بات بھی ناقابل یقین سی تھی، زرقون اور سیمروز پتھر کرا کرنگ نے اس کے گودام تک سخت نگرانی میں پہنچا تھا اور مسز شیرانی کا کوئی آدمی وہاں مو

نہیں تھا، بظاہر یہی لگتا تھا کہ مسز شیرانی اپنا کام سرانجام دینے کے بعد بے تعلق ہو گئی ہو، لیکن پھر ایک کروڑ پچیس لاکھ روپے کی وہ رقم ڈونیشن کے طور پر مسز شیرانی کو کیوں دی گئی تھی۔ معاملات اتنے اُلجھے ہوئے تھے کہ آفتاب احمد کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا اور پھر نجانے کس کس طرح اس نے اپنے آپ کو زرقون کی نیلامی میں اسے خریدنے کے لیے تیار کیا تھا، یہ بھی صرف جھلاہٹ ہی تھی کہ اتنے بڑے نقصان کے بعد وہ مزید نقصان پر آمادہ ہو گیا تھا، دولت کی بے شک اس کے پاس کوئی کمی نہیں تھی، لیکن اس سے پہلے اس نے کبھی اس طرح دولت ضائع نہیں کی تھی، حالانکہ غلام سیٹھ اس سے کہیں زیادہ کنجوس تھا، لیکن ایک کروڑ پچیس لاکھ، سارے معاملات الجھے ہوئے تھے، اب صرف ایک امید تھی، وہ صرف یہ کہ اگر نبیل مسز شیرانی کی بیٹی مثال کو اپنے شکنجے میں کسنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو شاید یہ نقصان پورا ہو جائے، اس نے بڑے خفیہ طریقے سے اپنے کچھ مخصوص آدمیوں کو جو اس کے کاروباری مشیر تھے، ان علاقوں کی طرف متوجہ کیا جہاں بہت سے پروجیکٹس اناؤنس ہوئے تھے اور ہو رہے تھے، اس نے ان سے کہا کہ ایسی کوئی بہت ہی اعلیٰ زمین تلاش کی جائے اور ا ل کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے کہ اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے، پھر اتفاق سے ایک تقریب میں اس کی ملاقات غلام بھائی سے ہو گئی، غلام بھائی بھی اس تقریب میں شامل تھا، آفتاب احمد نے کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھا اور کچھ لمحوں کے بعد وہ غلام بھائی کے پاس پہنچ گیا۔

''آخاہ۔۔۔۔آفتاب بھائی کیسے ہو آپ، آپ سے تو ملاقات ہوتی ہی نہیں ہے۔''

''ملاقات تو کرنے سے ہوتی ہے غلام بھائی، میرا خیال ہے ان دنوں آپ کچھ زیادہ ہی دولت مند ہو گئے ہیں، کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتے۔''

''ارے بابا کائے کو میرا مذاق اُڑاتا ہے۔ ابھی آفتاب احمد سیٹھ کے سامنے غلام بھائی بے چارے کا کیا حساب، آپ بڑے آدمی ہو بابا، غریب آدمیوں کا مذاق مت اڑایا کرو۔''

''ہاں ہاں آئیے، چائے ساتھ ہی بیٹھ کر پئیں گے۔''

''ضرور ضرور۔'' غلام بھائی نے خوش دلی سے کہا اور اس کے بعد وہ ایک میز کے گرد جا بیٹھے، اس طرح کی تقریبات ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے ہی ہوا کرتی ہیں، صاحب

تقریب بے چارے کو اتنا وقت ہی کہاں ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک پر توجہ دے، یہاں پر تو سارے ہی بڑے آدمی تھے، یہ اتفاق ہی تھا کہ اس تقریب میں مسز شیرانی موجود نہیں تھی، دعوت نامہ تو اُسے بھی پہنچایا گیا تھا، لیکن مسز شیرانی نے جو کھلونا پالا تھا، اب اس وقت وہ اس کھلونے پر پوری توجہ دے رہی تھی، دونوں کے سامنے مشروبات آ گئے، آفتاب احمد نے کہا۔

''کہیے کاروبار کیسا جا رہا ہے؟''

''بابا کاروبار تو کاروبار ہوتا ہے، کبھی اونچا کبھی نیچا، یہ اونچ نیچ تو کاروبار کا ایک حصہ ہوتا ہے۔''

''ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے اور کاروبار میں جنگیں بھی کاروبار ہی کا حصہ ہوتی ہیں۔''

''ارے بابا، میں کمزور آدمی بھلا کسی سے کیا جنگ کروں گا۔''

''مگر غلام بھائی کام تو آپ نے دکھایا ہے، مسز شیرانی کو ایک کروڑ پچیس لاکھ کی ڈونیشن اور وہ بھی آپ کی طرف سے، میرا خیال ہے، معافی چاہتا ہوں آپ نے زندگی میں کبھی پچیس روپے بھی کسی کو خیرات نہیں کیے۔''

''بابا تمھیں میرے گھر کا حال کیسے معلوم، کیا میرے چوکیدار سے تمھارا دوستی ہے؟''
غلام بھائی نے بھرپور وار کیا اور آفتاب احمد مسکرا دیا۔

''اچھا کلیو دیا آپ نے غلام بھائی۔ کرنی پڑے گی دوستی بڑے داؤ کھیل جانتے ہیں آپ، ہمارا ایک خاص آدمی آپ کے بارے میں بہت کچھ بتا رہا تھا ہمیں۔''

''اچھا اچھا، ہم سب لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں، اچھی طرح جانتے ہیں آفتاب احمد، ہماری زندگی بھی ایک شطرنج کی طرح سے ہوتی ہے، چالیں چلی جاتی ہیں بابا، کہیں شہ کہیں مات۔''

''جمیل خاں نام تھا اس کا۔'' آفتاب احمد نے کہا اور اس کی تیز نگاہوں نے ایک لمحے کے اندر بھانپ لیا کہ غلام بھائی کے چہرے پر ایک لہر آ کر گزر گئی ہے۔ لیکن صرف ایک لہر، دوسری لہر چہرے پر نظر نہیں آئی تھی اس نے مشروب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔

''جانتے ہیں نا آپ اُسے؟''

''کیسے؟'' اس بار غلام بھائی کے لہجے میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

''جمیل خاں جمیل خاں۔''

''یہ کوئی نیا بزنس مین ہے کیا؟''

''بہر حال غلام بھائی ملتے رہا کریں، ایک دوسرے کے خیالات کا پتہ چلتا رہتا ہے اور کوئی نیا بزنس نہیں شروع کر رہے آپ۔''

''بابا بولا نا تمھارے کو غریب آدمی ہے، غریب آدمی چار پیسے کما لے یہی بہت بڑی بات ہے، غلام سیٹھ پینترے بدل رہا تھا، کسی طرح وہ آفتاب احمد سے کم نہیں تھا، دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے، لیکن آفتاب احمد کو یہاں بھی کوئی کامیابی نہیں حاصل ہوئی، غلام بھائی بھی بہر حال اسی کی ٹکر کا آدمی تھا۔

O

سبحان راستے بھر خاموش رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے مسز شیرانی کے الفاظ نے اس پر اثر کیا ہو۔ گھر آنے تک وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ مسز شیرانی نے کئی بار اس کا چہرہ دیکھا تھا، وہ آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا، پتہ نہیں غصے میں تھا یا شرمندہ تھا۔

کار کوٹھی میں داخل ہو کر رک گئی، مسز شیرانی نے نیچے اُتر کر اسے آواز دی تو وہ چونک پڑا۔ اس نے مسز شیرانی کو دیکھا تو وہ بولی، نیچے اُترو غیر متوقع طور پر وہ خاموشی سے نیچے اُتر آیا تھا۔ ''آؤ ___ مسز شیرانی بولی اور وہ اس کے ساتھ چل پڑا ___ مسز شیرانی اس کے لیے کمرہ سیٹ کرا چکی تھی، وہ سیدھی اسے لے کر اس کمرے میں داخل ہو گئی۔ ''یہ تمھارا کمرہ ہے، الماری میں چند جوڑے کپڑے ہیں میں نے اندازے سے خریدے ہیں ممکن ہے کچھ چھوٹے بڑے ہوں، اور کپڑے تمھارے ناپ کے آ جائیں گے۔ وہ غسل خانہ ہے نہاؤ اور الماری سے اپنی پسند کے کپڑے نکال کر پہن لو ___ میں چلتی ہوں۔ اس پر بھی وہ کچھ نہیں بولا تو مسز شیرانی باہر نکل آئی ___ اس کے بعد وہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی ___ باہر بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی ملازموں وغیرہ کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ نیا مہمان ایک خطرناک چور ہے وہ اسے دیکھ بھی چکے تھے اور کانا پھوسیاں کر رہے تھے۔

''بہت خطرناک لگتا ہے۔''

"ممکن ہے کچھ قتل بھی کیے ہوں۔"

"شکل سے ہی خونی لگتا ہے۔"

"یہ بیگم صاحب کو کیا سوجھی۔"

"مالک ہیں جو مرضی کریں۔"

"خطرہ تو سب کو ہے۔"

"نوکری چھوڑ دو۔"

"یہ کون کہتا ہے۔"

"آج تک کوئی نقصان پہنچا ہے اس گھر میں کسی کو۔"

"بیگم صاحب سب کا خیال رکھتی ہیں ___ یہ نوکروں کے تبصرے تھے۔ آدھے گھنٹے کے بعد مسز شیرانی خود اس کے کمرے میں گئی ملازموں کو وہ ابھی اس کے پاس نہیں بھیجنا چاہتی تھیں۔ کمرے میں داخل ہوئیں اور اسے دیکھ کر چونک پڑیں۔ وہ ایک کرسی پر خاموش بیٹھا ہوا تھا چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے۔ مسز شیرانی اس کے پاس پہنچ کر محبت سے بولیں۔

"سبحان ___ ! اس نے نگاہیں اٹھا کر انھیں دیکھا اور مسز شیرانی کو احساس ہوا کہ اس کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔"

"تم سے بات کرتی ہے،" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"تم نہائے نہیں؟"

"بولو نا تمھارے سے بات کرنی ہے۔" اس کے لہجے میں کچھ عجیب سی بات تھی، مسز شیرانی نے ادھر ادھر دیکھا، پھر ایک کرسی گھسیٹی اور اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"ہاں بولو۔" وہ دیر تک مسز شیرانی کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"دنیا میں بے کارسی زندگی گزاری ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، بہت تجربہ ہے میم صاب، بہت تجربہ ہے اس دنیا کا، اچھی طرح جانتا ہے اپن کہ اس دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا، سب اپنی غرض کے بندے ہوتے ہیں دیکھو اپن نے کبھی کسی کا نوکری نہیں کیا، مرضی کا لائف گزارا، میم صاب، نوکری بہت ملتا تھا،

اپن بولتا کس کے لیے نوکری کرے، پہلے بھی تمھارے کو بتا چکا ہے کہ اپن کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، زیادہ روکڑا ابھی نہیں کمانا چاہتا کیا کرے گا اس کا، ابھی ایک بوڑھی مائی اپنی ایک پاگل بیٹی کو علاج کے لیے کدھر لے جانا چاہتی ہے، میرے کو اس نے بولا کہ سبحان بیس ہزار روپے اگر ہوں تو اس کی بیٹی ٹھیک ہو جائے گی، میں نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا، اس کا وجہ جانتے ہو میم صاب، اپن چوری کرتا ہے، پرس مارتا ہے، کئی بار لوگ میرے کو بولا کہ میں ان کے ساتھ مل کر کام کروں، بڑی بڑی تجوری بڑے بڑے تالے اپن کے سامنے چٹکی بجاتے کھل جاتے ہیں، پر اپن بولا دیکھ بابا، گولی مار دے میرے کو، کام کروں گا تو اپنی مرضی سے کروں گا، کیا ضرورت پڑا ہے میرے کو، تو اپنی مرضی سے میرے سے کام کرائے گا اور پھر میرا تیرا جھگڑا ہوئے گا، نہیں کیا اپن نے اس کا کام، تو میم صاب آپ میرے کو بتاؤ اور سچ بولو میرے کو کہ آپ میرے سے کیا چاہتے ہو، اب میں اتنا بیوقوف تو نہیں ہوں کہ اس دنیا میں کوئی کسی کو اس طرح اپنے گھر میں لا کر چھوڑ دے۔" پہلی بار مسز شیرانی کو یہ احساس ہوا کہ واقعی اس پہلو پر تو انہوں نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ وہ اتنا بیوقوف انسان نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس طرح کی جنگوں کی ماہر تھیں وہ انہوں نے فوراً ہی کہا۔

"تمھیں یاد نہیں رہا شاید سبحان، میں نے تمھیں بتایا تھا کہ تم ایک ایسے بچے کے ہمشکل ہو جس سے مجھے قلبی لگاؤ تھا، وہ میرا بیٹا نہیں تھا، لیکن مجھے بہت عزیز تھا اور وہ کائنات میں نہیں ہے، میں تمھیں اپنے بیٹوں جیسا ہی مقام دینا چاہتی تھی۔"

"دیکھو میم صاب، اس دنیا میں کوئی رشتہ اتنا کامیاب نہیں ہوتا، صرف منہ سے بول دینے سے زندگی کے سارے راستے طے نہیں ہو جاتے، میں مانتا ہوں کہ صرف محبت سے میرے کو ادھر بلایا ہے، پر بہت جلدی آپ کو احساس ہوگا کہ آپ سے غلطی ہوگئی اور بہت جلدی مجھے بھی احساس ہو جائے گا کہ میرے سے غلطی ہوگئی، آزاد زندگی، دنیا پر بے اعتباری، یہی اس دنیا کا قانون ہے، مجھے اعتبار کے لوگ کبھی نہیں ملے اور دیکھو آپ لائی ہو مجھے محبت سے، میں مان لیتا ہوں، پر کل جب آپ کو اکتاہٹ کا احساس ہوگا اور آپ مجھے یہاں سے بھگاؤ گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا، ابھی فیصلہ کرلو، میں آپ کو ایک بات اور بتا دوں، کسی نے آپ سے غلط نہیں بولا تھا۔ بچھو کی فطرت پیدا ہوگئی ہے میرے اندر، کیونکہ دنیا نے

کبھی میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا اس لیے میں نے بھی دنیا کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا خیال دل سے نکال دیا ہے، مَیں عادتاً بُرائی کرتا ہوں، آپ میرے کو اپنا نمک کھلاؤ گی مگر مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہوگی اس لیے کہ میری عدالت میں نمک بہت سستی چیز ہے۔ ہزاروں بار اسے کھاؤ کیا فرق پڑتا ہے۔ کھانے کی تو ہر چیز ہوتی ہے پھر نمک ہی کیوں؟''

''ایک بات بتاؤ، کیا تم میرے گھر چوری کرو گے؟''

''فرض کرو نہ کروں۔''

''مار پیٹ کرو گے؟''

''ہاں کروں گا۔''

''مجھے قتل کر دو گے؟''

نہیں کروں گا۔''

''بس تو پھر ٹھیک ہے، مار پیٹ بھی جب ہی کرو گے جب کوئی تمھیں دکھ پہنچائے گا۔''

''ہاں میری مرضی کے خلاف کام کرے گا تو۔''

''میں سب سے کہہ دوں گی کہ کوئی تمھاری مرضی کے خلاف کام نہ کرنے۔'' مسز شیرازی بولیں اور وہ زور سے ہنس پڑا۔

''میں تمھارے کو ایک بات بولوں میم صاب؟''

''تمھارے ایک بات بولنے سے پہلے میں تمھیں ایک بات کہوں، تم نے مجھ سے شرط لگائی تھی نا بیس ہزار روپے والی، میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمھیں ماں بن کر دکھاؤں گی، تم نے میم صاب میم صاب مجھے نیا کہنا شروع کیا ہے۔''

''پھر کیا بولوں تمھارے کو؟''

''ممّا۔''

''نہیں میم صاب، سودا کینسل، ممّا ماں کو کہتے ہیں، انگریزی میں ہو اُردو میں ہو، ہندی میں ہو، ماں ماں ہی ہوتی ہے، میم صاب، میں اللہ کو مانتا ہوں، مالک ہے وہ ہمارا اس۔ ہمیں بنایا ہے اور اس کے بعد صرف اور صرف ماں کو مانتا ہوں پھر کوئی نہیں ہے میری لائف میں، اتنا بڑا درجہ میں کسی کو نہیں دے سکتا، میرے کو معاف کرنا۔''

''مجھے آنٹی کہہ لو۔ لیکن میں اپنے آپ کو تمھاری ماں ہی سمجھوں گی۔''

''تمھارا سمجھ تمھارا اپنا ہے بابا، میرے کو میری سمجھ کے مطابق چلنے دو، آنٹی ٹھیک ہے۔ آنٹی مجھے بیس ہزار روپے چاہئیں، راستے میں تم نے بولا کہ ماں کی یہی قیمت ہوتی ہے۔ آگے ایسے مت بولنا ورنہ میں تمھیں نقصان پہنچا دوں گا۔ میں بتاؤں گا تمھیں کہ ماں کیا چیز ہوتی ہے، یا مجھ جیسے جاہل آدمی کے دل میں ماں کا کیا درجہ ہے، دیکھو، کسی کے جذبات کو خراب نہیں کرنا چاہیے، میں نے تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے، میں سڑکوں میں رہتا ہوں، گلیوں اور کھولیوں میں میرا ٹائم گزرتا ہے، ایسی بات نہیں ہے کہ کبھی میرے دل میں اچھی زندگی گزارنے کا خیال نہ آیا ہو، میم صاب، میں اچھی زندگی گزارنا چاہتا ہوں، دولت کے سہارے نہیں بلکہ میرے دل میں بہت سی بار یہ خیال آیا ہے کہ ان کھولیوں سے باہر کی دنیا کو ذرا دیکھا جائے لیکن میں ہنس کر خاموش ہو گیا کیونکہ وہ سب کچھ میرے بس میں نہیں تھا اگر کہیں نوکری بھی کرتا تو پہلی بات تو یہ کہ وہ نوکری کر نہیں سکتا تھا، اپنی فطرت سامنے آ جاتی اور پھر نوکری کرنے والا نوکر ہوتا ہے، اسے یہ مقام نہیں دیا جاتا جو آپ نے میرے کو دیا ہے، میں آتے ہوئے دیکھ چکا ہوں کہ ادھر ملازموں کے کوارٹر بھی ہیں، آپ اگر چاہتے تو مجھے آرام سے کسی ملازموں کے کوارٹر میں جگہ دے دیتے، اگر آپ ایسا کرتے میم صاب تو میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر بھاگ جاتا، پر آپ نے مجھ پر پہلا وار بلکہ دوسرا وار یہ کیا ہے، پہلا وار تو آپ نے مجھے یہ کہہ کر کیا کہ ماں کی قیمت لے کر بھاگ جاؤں، لاکھوں روپے تھے آپ کے پرس میں میم صاب، دولت کی میں نے کبھی پروا نہیں کی، چاہتا تو اپنی انہی کوششوں سے بڑے بڑے کھیل کھیل سکتا تھا، مگر میں نے کبھی نہیں کھیلا، میرا آپ کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزرے گا، آپ بھی اپنے دل کی خوشی پوری کر لو اور ایک بات سنو جب بھی مجھے اس گھر سے بھگانا ہو بہت پیار سے میرے کو اپنے پاس بلانا مجھ سے کہنا کہ سبحان ہمارا معاہدہ ختم ہو گیا، اب تم کہیں اپنا ٹھکانہ کر لو، اگر آپ نے مجھے غلط طریقے سے دھکے دے کر نکالا میم صاب تو آج اس کا فیصلہ کر لو، کل ہم دشمنی کا آغاز نہیں کرنا چاہتے۔''

''بڑی اچھی باتیں کر رہے ہو تم سبحان، دیکھو، میں نے تمھیں ایک چیلنج کے طور پر قبول کیا ہے، میں چاہتی ہوں کہ تم وہ نہ رہو جو رہے ہو، میں تمھیں تمھارا اصل مقام دینا چاہتی

ہوں سمجھے، کار کوٹھی بنگلہ، شاندار صحت، شخصیت۔"

"ابھی کائے کو مذاق کرتا ہے آنٹی، چلو ٹھیک ہے، پر مَیں نے تمھارے کو ایک بات یہ بول دیا ہے کہ میں اپنی عادت سے باز نہیں آؤں گا۔"

"جاؤ اب تو نہالو، میں سمجھی تم تیار ہو چکے ہو گے، اندر شیو بنانے کا سامان بھی موجود ہے، کپڑے بھی پہن لو۔ تمھاری ساری باتیں میں نے مان لی ہیں، اب کچھ باتیں میری بھی مان لو۔"

"ٹھیک ہے بابا۔ بالکل ٹھیک ہے، ابھی تم جاؤ اپن چالو ہو گیا۔"

اس نے کہا اور مسکراتا ہوا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ مسز شیرانی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

O

آفتاب احمد نے ایک نقشہ نبیل کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

یہ ہے نگینہ آرچی یہ اس کے آس پاس کے علاقے ہیں یہ سڑکیں یہ پارک پیلس، تین کمپنیاں یہاں سروے کر رہی ہیں ظہور بفیلو، نے آس پاس کے سارے علاقے خرید ڈالے ہیں یہ اتفاق ہے کہ اس جگہ کی آر کی رپورٹ ریلیز نہیں ہوئی، میں نے چھ لاکھ روپے خرچ کر کے وہ رپورٹ رکوا دی ہے۔"

"رپورٹ رکوا دی ہے؟" نبیل نے پوچھا۔

"ہاں یہی کر سکتا تھا، اس سے بڑا کوئی کام ممکن نہیں ہے۔ آفتاب احمد نے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا پاپا____؟"

"وہ زمین اس وقت تک فروخت نہیں ہوگی، جب تک اس کی آر کی رپورٹ ریلیز نہیں ہو جائے گی اس رپورٹ میں اس زمین کے بارے میں بتایا جائے گا کہ یہ تعمیرات کے قابل ہے یا نہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"یہ اس کے کاغذات وغیرہ ہیں، اور یہ باقی تفصیل۔ تین افراد یہ کام کر سکتے ہیں، وہ تینوں اس زمین کو فروخت کرنے کے سرکاری مجاز ہیں۔"

"مجھے کیا کرنا ہے پاپا____؟"

"وہی جس کے بارے میں بات ہو چکی ہے تم اپنا فن دکھاؤ گے۔ مثال صرف مثال____"

"جی____ نبیل نے گہری سانس لے کر کہا، اور آفتاب احمد چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔"

"یہ سانس____؟"

"نہیں پاپا____ بس ایسے ہی____"

"یہ مبہم الفاظ، بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں بیٹے، کیا تمھیں اس کا اندازہ ہے۔"

"نہیں پپا____ سوری____"

"کوئی بات ہے تو کھل کر بتاؤ۔"

"پپا____ وہ بہت مشکل لڑکی ہے____ نبیل نے کہا۔

"لڑکی____ اور مشکل____ آفتاب احمد نے کہا پھر بولے، کاش میری عمر اتنی آگے نہ بڑھ گئی ہوتی____"

"جی____؟" نبیل حیرت سے بولا۔

"یہ الفاظ مجھے اچھے نہیں لگے۔ کوئی لڑکی مشکل نہیں ہوتی ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے سامنے ایک مرد ہو۔" نبیل نے عجیب سی نظروں سے باپ کو دیکھا تھا۔ آفتاب احمد نے کہا، "میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ آخری لمحے مرد کی ملکیت ہوتے ہیں۔ وہ تم پر بھروسہ تو کرتی ہے۔"

"ہاں پپا۔ میرا مطلب کچھ اور تھا۔

"بتاؤ مجھے بتاؤ بیٹے۔"

"پپا یہ بات تو طے ہے کہ مسز شیرانی بہت شاطر خاتون ہیں خود آپ نے مجھے ان کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ مسز شیرانی نے اپنی ذہانت سے دولت کے انبار لگائے ہیں سوشل ورک کی آڑ میں اس نے بہت کچھ کر لیا ہے اور کرتی رہتی ہے، لیکن مثال____ مثال کو ماں کے کرتوت معلوم نہیں ہیں۔"

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔''

''میں نے اندازہ لگایا ہے۔''

''ممکن نہیں ہے نبیل۔''

''کیوں، پپا____''

''وہ اس کی اکلوتی بیٹی ہے۔''

''پپا یہ کوئی ٹھوس جواز نہیں ہے۔''

''ہوں____ ہے ذہین، خیر اور کیا مشکل ہے وہ____؟''

''بس پپا اس کا کہنا ہے کہ وہ اپنی مما کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دیتی، خود مسز شیرانی نے اسے کبھی اپنے معاملات میں شریک نہیں کیا۔''

''چلو مان لیا۔'' مگر اس میں مشکل چیز کیا ہے، یہ الفاظ مجھے چبھ رہے ہیں۔''

''نہیں پپا اور کوئی بات نہیں ہے۔''

''تم اسے اپنا آلہ کار بناؤ۔۔۔۔ اسے مجبور کر دو کہ وہ تمھارے لیے اپنی ماں سے لڑ جائے۔''

''جی پپا____'' نبیل نے کہا باپ کے سامنے مشکل کا لفظ کہہ کر پھنس گیا تھا، مشکل کیا تھی وہ جانتا تھا مگر اس کے لیے آفتاب احمد کی مثالیں بڑی شرمناک تھیں۔

''اسی رات اس نے ایک ریستوران میں کھانا کھاتے ہوئے مثال سے کہا۔ مثال، کیا یہ درست ہے کہ ہر مرد بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بڑی شہرت رکھنے والے مرد کی شہرت کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔''

''پتہ نہیں، میں ایسی فضول باتوں پر کبھی غور نہیں کرتی۔''

''یہ فضول بات نہیں ہے مثال، میں نے اس دن بھی آنٹی کے سامنے بتایا تھا کہ میں تعمیرات کی دنیا میں آنا چاہتا ہوں۔''

''پھر____؟''

''مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے مثال____''

''کیا چاہتے ہو بابا____''

''آنٹی سے ایک زمین کے لیے سفارش۔''

''تو میں کیا کروں____؟''

''آنٹی سے میری سفارش۔''

''یار کمال ہے، میں نے کبھی مما سے اس طرح کی جھگڑے والی کوئی بات نہیں کی ہے۔''

''مثال یہ ہمارے مستقبل کا سوال ہے، میں چاہتا ہوں کہ بعد میں یہ کہہ سکوں کہ مثال نے میرے مستقبل کی تعمیر میں بے مثال کردار ادا کیا۔''

''ہمارے مستقبل کا سوال ہے۔ مثال نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ پھر ایک دم بولی۔'' مما نے ایک نئی مصروفیت پالی ہے۔'' تاہم میں ان سے وقت لے کر تمھیں فون کر دوں گی، دوسرے دن تین بجے کے قریب نبیل نے مثال کے دیے ہوئے وقت کے مطابق مسز شیرانی سے ملاقات کی اور مسز شیرانی نے اسے اپنے بیڈروم میں خوش آمدید کہا۔

''یہ میرے سونے کا وقت ہے، شام کو میں مصروف ہوں، خیر مثال کی بات میں نہیں ٹال سکتی کہو کیا بات ہے۔''

''آنٹی____ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے، ایک ہل پوائنٹ پر مجھے زمین پسند آئی ہے۔ میں اسے خریدنا چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں پاپا میری کوئی مدد نہیں کریں گے، آنٹی آپ وہ زمین معمولی قیمت پر مجھے دلوا سکتی ہیں۔''

''کون سی جگہ ہے۔''

''آنٹی، وہ نگینہ آرک کہلاتی ہے۔''

''کیا کرو گے وہاں____؟''

''آنٹی ایک پروجیکٹ ہے میرا____ میں وہاں فلیٹ بناؤں گا۔''

''اوہو____ آج کل بڑے اشتہارات دیکھ رہی ہوں اس بارے میں خیر یہ تفصیلات تم میرے پاس چھوڑ جاؤ، اور ایک ہفتے کے بعد ہم سے ملو____''

''اوہ تھینک یو آنٹی، تھینک یو ویری مچ____ اب آپ آرام کرو بے حد شکریہ____ نبیل اٹھ گیا____ مثال اسے باہر چھوڑنے گئی تھی ان دونوں کے جاتے ہی مسز شیرانی نے

موبائل اٹھا کر نمبر ڈائل کیا بولی۔

''ضرغام ____!

O

''یس میڈم''، ضرغام کی آواز اُبھری۔

''کاغذ قلم سنبھال لو، کچھ معلومات درکار ہیں، اگر ان کے بارے میں جانتے ہو تو بتاؤ، نہیں جانتے تو نوٹ کرو اور معلومات حاصل کر کے مجھے بتاؤ۔''

''جی میڈم'' ____ ایک منٹ، ضرغام کی آواز ابھری، پھر کچھ توقف کے بعد اس نے کہا'' جی فرمایئے؟

''پہاڑوں کے پُر فضا مقامات پر آج کل بڑی تعمیرات ہو رہی ہیں، میں اخبارات دیکھتی ہوں، کئی پروجیکٹ اناؤنس کیے گئے ہیں، تمھیں ان کے بارے میں اندازہ ہے۔''

''جی بالکل میڈم ____ حالانکہ وہ ہمارے لیے بے مقصد باتیں تھیں لیکن اشتہارات کی بھرمار نے انہیں ذہن نشین کرا دیا ویسے میڈم ایک اطلاع ضرور نوٹ کیجیے۔''

''ہاں ____ بتاؤ۔''

''آپ نے ظہور بفیلو کے لیے ایک کام کرایا تھا۔''

''یاد ہے، ہم نے اسے سیون اسٹار ہوٹل کے لیے زمین دلائی تھی اور ایک پبلک پارک ختم کرا دیا تھا۔''

''بالکل میڈم وہی، اس پارک کے ختم ہونے پر وہاں کے علاقے کے باشندوں نے شدید احتجاج کیا تھا اور ان پر گولی ____''

''ہاں ہاں، تفصیل کافی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ کام کی بات کرو۔''

''جی میڈم سوری،'' آگے فرمایئے۔

''تم مجھے ایک اطلاع نوٹ کرا رہے تھے۔''

''ان اشتہارات میں اسّی فیصد اشتہارات ظہور بفیلو کے ہیں۔''

''ایک پہاڑی کا نام ہے نگینہ آر جی ____''

''نوٹ کر لیا میڈم ____''

''آفتاب احمد کا بیٹا وہ جگہ اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے، بہ الفاظ دیگر آفتاب احمد یہ بندوق اپنے بیٹے کے کندھے پر رکھ کر چلانا چاہتا ہے۔''

''وہ کیا کرے گا میڈم اس زمین کا ____ خاص طور سے پہاڑوں پر تعمیرات تو مشکل ترین ہوتی ہیں اس کے لیے تو بڑے تجربے کی ضرورت ہے، جب کہ آفتاب احمد۔''

''وہ آفتاب احمد ہے بہر حال مجھے اس بارے میں تفصیلی رپورٹ درکار ہے۔''

''میں پیش کرتا ہوں میڈم۔''

O

سجان کو مسز شیرانی کی کوٹھی میں آئے ہوئے تیسرا دن تھا۔ ان تین دنوں میں اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا، وہ ہر وقت اپنے کمرے میں گھسا رہتا تھا، ملازمہ اسے کمرے میں ہی کھانا پہنچا دیتی تھی۔ مسز شیرانی اس کا گہرا تجزیہ کر رہی تھی۔ اس نے اسے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی تھیں۔ آج صبح کو اس نے اسے ناشتے کے کمرے میں بلایا تھا، اور وہ بڑی شرافت سے ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مثال کا اور اس کا سامنا ہوا تھا۔

سجان صاف ستھرے لباس میں ملبوس تھا اور بہت خوب صورت نظر آ رہا تھا، مثال نے اس حسین نوجوان کو حیرت سے دیکھا تھا اور پھر ماں کو گھورنے لگی تھی۔

''آؤ سجان، یہ میری بیٹی مثال ہے، اور مثال یہ سجان ہے میرا بیٹا!''

''مگر یہ میری ماں نہیں ہیں'' ____ سجان نے فوراً کہا۔

''ہاں مثال، ہمارے درمیان یہ تنازعہ چل رہا ہے، مسز شیرانی نے جلدی سے کہا۔ بیٹھو سجان، آج ناشتہ ہمارے ساتھ ہی کرو، سنا ہے کہ تم کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتے۔''

''اجنبی جگہ ہے، نئے لوگ ہیں، پھر میں نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ میں سڑکوں کا شہزادہ ہوں، اگر کوئی چھت دیکھی ہے تو وہ کچی آبادیوں کی کھولیوں کی، آپ نے نالی کے کیڑے کو مخمل پہ بٹھا دیا ہے کم از کم اس مخمل کو سمجھ تو لوں۔''

مثال نے ایک بار پھر حیرت سے ماں کو دیکھا تھا۔ مسز شیرانی کے چہرے پر ایک خوشگوار حیرت تھی، پھر اس نے کہا'' مجھے اندازہ تھا کہ تم ایک اچھے انسان ہو، بے شک وقت انسان کی شخصیت مسخ کر دیتا ہے لیکن وہی وقت اس کی شخصیت واپس بھی لے آتا ہے سجان

نے دعوے کیے تھے مثال کہ میں اسے ایک دن بھی نہ رکھ سکوں گی وہ بہت بُرا انسان ہے اس نے خود کو بچھو بھی کہا تھا لیکن۔

ملازمہ ناشتہ لگانے لگی، سلسلہ گفتگو ختم ہو گیا____ جب ملازمہ چلی گئی تو سجان نے کہا۔ وہ جو طوفان سے پہلے کا سکوت ہوتا ہے نا____ وہی چل رہا ہے میڈم۔ آگے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

''ناشتہ کرو____ مسز شیرانی نے کہا اور وہ خاموشی سے ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے کے بعد مسز شیرانی نے کہا، کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔''

''نہیں البتہ ایک درخواست ہے۔''

''ہاں بولو____!''

''میرے کو ملازموں کے کواٹروں میں سے کوئی جگہ دے دی جائے تو بہت اچھا ہوگا، ____یہ مہربانی کریں آپ میرے ساتھ۔''

''نہیں سجان____ تم یہاں میرے بیٹے کی حیثیت سے رہ رہے ہو، تمھاری جگہ ملازموں کا کوارٹر نہیں ہے۔''

''پچھتاؤ گی میڈم پچھتاؤ گی، میرا کیا ہے؟'' اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا، مسز شیرانی کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ تھی، انہوں نے مثال کی طرف دیکھا اور بولیں۔

''وہ اپنے آپ کو بہت برا انسان سمجھتا ہے اور میرا یہ خیال ہے مثال کہ جسے اپنی شخصیت کی برائیاں نظر آتی ہوں وہ اچھا انسان ہوتا ہے بُرا نہیں۔''

''مما کبھی کبھی آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''بیٹا سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، تم عیش و عشرت سے زندگی گزارو، اپنی زندگی کے ان لمحات کو اپنی پسند کے مطابق ڈھال لو، چند اُصولوں کے ساتھ، باقی جہاں تک میرے معاملات ہیں تم یہ سمجھ لو کہ تمھاری ماں نے یہ سب کچھ اپنی محنت سے کیا ہے ورنہ ہماری زندگی کیا ہوتی بیٹا۔''

''مما میں کوئی اور بات نہیں کہہ رہی مجھے ایک بات بتایئے، کیا اس شخص کی اس کوٹھی

میں موجودگی سے آپ کا اسٹیٹس متاثر نہیں ہوتا، مما ملازموں کی بات اور ہے، وہ ملازموں کے کوارٹر میں رہنا چاہتا تھا، آپ نے اسے اس قدر حیثیت دی کہ ملازموں کے کوارٹر تک نہیں جانے دیا، اس کا انداز گفتگو دیکھئے، وہ آپ کو اپنا ہم عصر سمجھتا ہے، سڑکوں سے اٹھایا ہوا ایک انسان، اور پھر مما آپ کو کیا پڑی ہے کہ آپ اسے ایک اچھا انسان بنائیں۔''

''اچھا انسان۔'' مسز شیرانی کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے ان کی شخصیت کا اصلی عکس نظر آیا جسے انہوں نے فوراً ہی سنبھال لیا، پھر بولیں۔

''میں اسے اچھا انسان کب بنا رہی ہوں؟''

''لیجیے، آپ اسی مقصد کے تحت تو اسے یہاں لائی ہیں۔''

''یہی تو کہتی ہوں بیٹا کہ ابھی تمھاری کھانے اور کھیلنے کی عمر ہے، یہ تجربہ ابھی تمھیں نہیں ہو سکتا جس کا تعلق زندگی کی عمیق گہرائیوں سے ہے، بیٹا میں اسے اچھا انسان نہیں بنا رہی بلکہ اچھا انسان بننے سے روک رہی ہوں، میں اسے ان راستوں پر لے جاؤں گی کہ اگر میری طرح کوئی اسے اچھا انسان بنانے کی کوشش کرے تو وقت گزر چکا ہو، مثال حیران نگاہوں سے مسز شیرانی کو دیکھنے لگی، پھر بولی۔

''میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ کی گاڑھی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔'' مسز شیرانی ہنس پڑی پھر بولی۔

''میری باتوں کو انجوائے کیا کرو۔''

''وہ کہتا ہے کہ وہ بچھو ہے اور وہ یہاں رہ کر برے راستوں پر نہیں جانا چاہتا، آپ اُسے باہر نکال رہی ہیں۔''

''ہاں، یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ ہے۔'' مسز شیرانی نے جواب دیا، پھر بولیں۔

''بہر حال، تم اپنے ذہن پر زور مت ڈالو، جیسا چل رہا ہے ویسا چلنے دو۔''

''ادھر وہ پاگل آدمی میرے کان کھاتا رہتا ہے، آپ سے اس نے جو کچھ کہا مما آپ نے اس کا اسے صحیح جواب نہیں دیا۔''

''نہیں نہیں ٹھیک ہے، تم اس سے کہو کہ کم از کم متعلقہ محکمے میں زمین کے حصول کے لیے درخواست تو دے دے، بجائے اس کے کہ کوئی ٹینڈر وغیرہ کا سلسلہ شروع ہو۔''

''مَیں کہہ دوں اس سے۔''

''ہاں کہہ دو۔''

''تھینک یو مما، حالانکہ میں خود ان معاملات میں بہت زیادہ انٹرسٹڈ نہیں ہوں، لیکن بس، وہ سر پڑنے والا آدمی ہے۔''

''وقت گزارو وقت گزار و کوئی ہرج نہیں ہے۔'' مسز شیرانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

○

ضرغام نے مسز شیرانی کو رپورٹ دی۔

''جی میڈم، نگینہ آرچی کے بارے میں تجربہ کار لوگوں کا کہنا ہے کہ اس علاقے میں سب سے اچھی جگہ ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ انڈیپنڈنٹ پہاڑی ہے، کئی راستے اس کے پاس سے گزرتے ہیں اور اس کی چوٹیوں تک جانے کے لیے الگ سے سڑکیں بنانی پڑیں گی، لیکن اس کے بعد اس کا کوئی جواب اس لیے نہیں ہوگا کہ وہاں لینڈ سلائیڈنگ کا خطرہ نہیں ہے، ظہور بفیلو کی نگاہیں اس پہاڑی کی طرف ضرور ہیں، لیکن چونکہ انہوں نے کئی پروجیکٹ شروع کر لیے ہیں، اس لیے ابھی بھرپور طریقے سے اس پہاڑی کے حصول کی کوشش نہیں کی، البتہ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ تجربے کار اور کوئی پارٹی نہیں ہے اور حکومت بھی اسے اہمیت دے گی۔''

''گڈ۔ کیا آفتاب احمد نے اس کے حصول کے لیے کوششیں شروع کی ہیں؟''

''میڈم، آپ کے اندازے ہزار فی صد درست ہوتے ہیں، آفتاب احمد نے اس زمین کے حصول کے لیے آغاز کر دیا ہے، اصل میں پہلے سروے رپورٹ پیش کی جاتی ہے جس کا ایک نام آرک رپورٹ بھی ہے، جب آرک رپورٹ محکمے میں داخل ہو جاتی ہے تو اس پر میٹنگ ہوتی ہے، غور کیا جاتا ہے اور پھر یہ رپورٹ ریلیز کر دی جاتی ہے، اس کے بعد ٹینڈرز کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس کے ٹینڈر کھول دیئے جاتے ہیں، یہ ایک پورا پراسیس ہے، آرک رپورٹ پیش کر دی جاتی چونکہ ان دنوں پہاڑی علاقوں میں اور خصوصاً اس پُر فضا اور تفریحی علاقے میں تعمیرات کا کام بڑی تیزی سے کیا جا رہا ہے اور آرک رپورٹس جاری کی جا رہی ہیں، پہاڑیوں کا سروے ہو رہا ہے، مختلف کمپنیاں اس میں دلچسپی لے رہی ہیں، لیکن

[...]تاب احمد نے ایک بھاری رشوت دے کر آرک رپورٹ ریلیز ہونے سے روکی ہے۔''

[...]ز شیرانی اچھل پڑی۔

''ہاں میڈم، آپ کا غلام جب آپ کو رپورٹ پیش کرتا ہے، تو اسے احساس ہوتا ہے [...]آپ کی زیرک نگاہیں اسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہی ہیں، کوئی غلط رپورٹ آپ تک [...]نچنے کا ایک فیصد امکان نہیں ہوتا۔''

''میں جانتی ہوں ضرغام، یہ سب سے اہم بات ہے کہ آفتاب احمد نے رپورٹ ریلیز [...]نے سے روکی ہے، اب تم غور سے سنو، آفتاب احمد کی طرف سے اس جگہ کے لیے [...]خواست فارورڈ ہونے والی ہے، ہمیں ظہور بفیلو سے رابطہ قائم کرنا ہے، کسی بھی اچھے ہوٹل [...]ں ایک پارٹی بک کرا دو، اس میں ان تمام لوگوں کو مدعو ہونا چاہیے جن کی فہرست تمہارے [...]ں ہے، خاص طور سے ضیاء احمد صاحب کو جو زمینوں کی خرید و فروخت کے سلسلے کی چابی سمجھے [...]تے ہیں، انہیں اہمیت دینی ہے۔''

''تقریب کی کیا کیفیت ہوگی میڈم؟''

''مثال کی بر تھ ڈے تو ہو چکی ہے، کوئی اور تقریب سوچو۔''

''میں یہ کام کر لوں گا میڈم۔'' ضرغام کی آواز ابھری۔

''ایک اور بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔''

''ہاں بولو۔''

''وہ جمیل خاں نے خودکشی کر لی ہے۔''

''جمیل خاں وہ آفتاب احمد کا آدمی۔''

''جی میڈم۔''

''افسوس ہوا، بے چارہ برداشت نہیں کر سکا، لیکن یہ اس کے حق میں اچھا ہی ہوا، جو [...]ں کوئی ایسی حرکت کر کے دنیا سے چلے جاتے ہیں، ان کے حق میں بہت بُری ہوا ان کا مر [...]ا ہی بہتر ہوتا ہے اور کوئی خاص بات؟'' مسز شیرانی کے لہجے سے شدید سفا کی جھلک رہی [...]تھا۔

''نہیں میڈم۔''

"اوکے پارٹی کے بارے میں مجھے تفصیلات مہیا کرنا۔" مسز شیرازی نے کہا اور ضرغا
کا فون بند ہو گیا۔

O

دو پہر کا وقت تھا، گھر کے لوگ لنچ سے فارغ ہو کر کمروں میں آرام کرنے چلے گئے
تھے، سبحان پہلی بار اپنے کمرے سے نکل کر باہر آیا۔ اور بیرونی دروازے پر کھڑے ہو کر ا
نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ مالی سامنے سے جا رہا تھا اس نے اسے اشارہ کیا اور ما
ٹھٹک کر رک گیا۔ دوسرے اشارے پر وہ جھجکتا ہوا سبحان کے قریب آ گیا۔ سبحان نے بڑ
بڑی سرخ آنکھوں سے اسے گھورا تو ملازم کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

"مجھے جانتے ہو" ____ سبحان غرایا۔

"ہاں جی ____ نہیں جی ____ ہاں جی۔"

"کون ہوں میں ____"

چچ ____ چو ____ مہمان ____ مالی نے کہا۔

چچ چو مہمان ____ سبحان حیرت سے بولا۔

"آپ مہمان ہو۔"

"پہلے تم مجھے چور کہنا چاہتے تھے خیر سنو، میں صرف چور نہیں قاتل بھی ہوں،
بندے پھڑکائے ہیں میں نے، چیونٹی کی طرح مار دیتا ہوں بندے کو۔ اس لیے میں چا
ہوں کہ یہاں اس کوٹھی میں میرے ہاتھوں کوئی قتل نہ ہو۔"

"جی صاحب جی ____ مالی نے بڑی مشکل سے بدن کی کپکپاہٹیں روکی تھیں۔"

"ایک بات تم لوگوں کو ابھی تک نہیں بتائی گئی بلکہ مجھ سے کہا گیا ہے، کہ وہ بات میں
تمھیں بتاؤں۔ جانتے ہو وہ کیا بات ہے ____؟"

"نہیں مائی باپ ____"

"کیا کیا کیا ____ مائی باپ کسے کہا، میں تمھیں مائی نظر آتا ہوں یا با
____؟" کیوں ____؟

"معاف کر دیں سر جی۔"

"وہ بات یہ ہے کہ میڈم نے مجھے تم سب کا انچارج بنایا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان
کے گھر کے نوکر سرکش اور کام چور ہو گئے ہیں، میں ان کا جغرافیہ ٹھیک کروں۔ جغرافیہ سمجھتے
ہو۔"

"ہاں جی ____" مالی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"کیا ہوتا ہے۔"

"ایں جی ____ وہی ہوتا ہے۔ جغرافیہ۔"

"بالکل ٹھیک، تو یوں کرو کہ ٹھیک چار بجے سارے نوکروں کو کوارٹروں کے پیچھے والے
میں جمع کر لو۔ میں ان کے ساتھ میٹنگ کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کام تم کرو گے ____ کس وقت۔"

"ٹھیک چار بجے ____"

"اوکے ____ سبحان نے کہا اور بولا" جاؤ ____ مالی نے چند قدم سست رفتاری
سے اٹھائے پھر اس طرح دوڑ لگائی کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔ سبحان سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھتا
رہا۔ پھر وہ پلٹا تو اسے مسز شیرازی نظر آئی بالکل پیچھے مثال کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی مثال کے
ہونٹ کپکپا رہے تھے جیسے وہ ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"تم دوپہر کو سوتے نہیں ہو ____؟"

"میں تو رات میں بھی نہیں سوتا۔"

"کیا کرتے ہو۔"

"عبادت" ____ وہ پھٹ سے بولا۔

"کیا واقعی ____؟"

"ہاں آنٹی ____ دنیا اتنے گناہ کرنے لگی ہے کہ بس ____ میں اس کے گناہوں
کی معافی مانگتا رہتا ہوں، رات بھر۔ کیا کروں اس دنیا کو اللہ کے عذاب سے بچانا تو ہے۔"

"خود تمھارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"اب اپنے منہ سے اپنی کیا تعریف کروں، اس نے ایسے لہجے میں کہا کہ مثال کی بے
اختیار ہنسی چھوٹ گئی۔ اس نے مشکل سے ہنسی روک کر کہا۔"

''میں چلتی ہوں مما'' ____ وہ واپس پلٹی تو مسز شیرانی نے کہا۔

''ٹھہرو، میں بھی آ رہی ہوں، پھر وہ بھی سبحان سے مزید کچھ کہے بغیر مثال کے پیچھے چل پڑیں اور مثال کے ساتھ ہی اس کے کمرے میں داخل ہوگئیں، مثال کمرے میں آ کر خوب ہنسی تھی پھر اس نے کہا۔

''کیا واقعی وہ قاتل بھی ہے۔''

''تصور میں بھی نہیں ہے ورنہ پولیس اسے اس طرح چھوڑتی، کسی بھی چوک پر اسے گولی ماری جاسکتی تھی۔''

''اس بار آپ واقعی میری سمجھ میں نہیں آسکیں مما۔''

''کیوں؟''

''بڑا بدلا ہوا قدم اٹھایا ہے آپ نے، نوری کو کوٹھی تک لے آنا سمجھ میں آتا ہے آپ بڑی کوریج ملی۔ لیکن اس خطرناک آدمی کو یہاں لانا اور اس طرح رکھنا، میری سمجھ میں نہیں آ ____ کیا آپ واقعی اس کو انسان بنانا چاہتی ہیں۔''

''توبہ توبہ ____ جو کام خدا کے ہیں وہ میں کیسے کرسکتی ہوں، انسان بنانا تو اللہ کام ہے۔ میں تو اسے اس دنیا کی ضرورت بنانا چاہتی ہوں وہ ایک درمیانی چیز ہے تم میری بات سمجھ رہی ہو۔

''درمیانی چیز ____''

''ہاں، نہ تیتر، نہ بٹیر'' ____ جرم کرتا مگر نہیں کرتا، جسمانی طور پر بے مثال پچاس افراد یا یوں کہو کہ پچاس دشمنوں کو پیچھے لگا کر انھیں نچا سکتا ہے مگر کوئی سنگین جرم نہیں کرتا، انسان کم از کم یکسو تو ہو۔''

''آپ کو کیا فائدہ مما ____''

''میں کوئی کام بے فائدہ نہیں کرتی۔ دنیا نے مجھے یہی سکھایا ہے اور جو دنیا نے مجھے سکھایا ہے ____ مسز شیرانی کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے ایک سنگین کیفیت پھیل گئی پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔ آرام کرو ____ میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں مثال نے پھر کچھ نہیں کہا تھا ____ لیکن سبحان کو یاد کر کے وہ پھر ہنس پڑی تھی۔ یہ تو بڑے

مزے کی چیز ہے۔ اصل میں نوکروں کے ذہن میں اس کا خوف ہے مسز شیرانی نے انہیں اسی طرح بریف کیا تھا۔ سبحان نے کافی وقت اپنے کمرے میں گزارا تھا، مسز شیرانی نے اُسے خود ہی باہر نکلنے کے لیے کہا تھا ____ اور اب وہ باہر نکل آیا تھا۔

مثال دوپہر کو سونے کی عادی تھی، لیکن وہ جان بوجھ کر جاگتی رہی کہ کہیں چار بجے اس کی آنکھ نہ کھلے اور وہ اس میٹنگ کو نہ دیکھ سکے۔ ساڑھے تین بجے ہی وہ اٹھی اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کوارٹروں کے پیچھے دور تک باڑیں پھیلی ہوئی تھیں اسے چھپنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی، پھر ملازم ایک ایک کر کے آنے شروع ہوگئے۔ زاہد خان زور زور سے کہہ رہا تھا۔

''بیگم صاحب نے ہماری بغل میں چھری ماری ہے۔''

''خود ____ جمن نے حیرت سے پوچھا۔''

''ابے گدھے کی دم، یہ محاورہ ہے، زاہد خاں بولا ____ پھر کہنے لگا۔ ''انہیں کوئی شکایت تھی تو ہم سے کہتیں ہمیں کسی جلاد کے حوالے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''قسم اولاد کی مجھے تو بالکل بھیڑیا لگے ہے۔ کبھی کبھی تو اس کے منہ سے خون ٹپکتا لگے ہے۔''

''ابے او غیر شادی شدہ ____ ہر وقت اولاد کی قسم کھاتا رہتا ہے، کہاں ہے تیری اولاد۔''

''ہو گی تو قسم نہیں کھاؤں گا، شدّو نے کہا۔''

''اب نہیں ہو گی بیٹا۔''

''کائے کو ____؟ شدّو بولا۔''

''بچیں گے تب کچھ ہو گا نا ____ دیکھ لینا وہ ایک ایک کر کے ہم سب کو مار دے گا۔''

''مر گئے مارنے والے، ہم نے کوئی چوڑیاں پہنی ہیں۔''

''کیا کرو گے؟''

''نوکری چھوڑ دیں گے۔''

''یہ بھی تو آسان نہیں ہوتا، اتنی اچھی تنخواہ اور اتنے آرام کی نوکری اور کہاں ملے گی۔''

"آ رہا ہے، ایک نوکر نے کہا، اور سب کو سانپ سونگھ گیا، سبحان بڑی شان سے اکڑتا اسی طرف آ رہا تھا ____ پھر وہ ان کے درمیان پہنچ گیا اور بولا۔

"سب آ گئے ____؟"

"ہاں سر جی ____ "بس نوری ہے مگر وہ نوکرانی کب ہے۔

"کون نوری؟" ____ سبحان نے پوچھا۔

"وہ جی ہم اسے ڈرپوک بکری کہتے ہیں۔"

"ابے اس کا نام ہی کیوں لیتے ہو، وہ نوکرانی نہیں ہے، دوسرے ملازم نے کہا۔ سبحان ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک ملازم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا نام ہے۔"

"جمن سر جی۔"

"کیا کرتے ہو؟"

"کچن میں کام کرتا ہوں، شیخ جی کا ہیلپر ہوں ____ ملازم نے جواب دیا، شادی شدہ ہو۔"

"نہیں جی۔"

"یہاں کس کے ساتھ رہتے ہو۔"

"اکیلا ____ ماں باپ گاؤں میں رہتے ہیں۔"

"ماں ہے تمھاری ____؟ سبحان چونک کر بولا۔"

"ہاں جی ہے۔"

"تمھاری تنخواہ میں پانچ سو روپے اضافہ" ____ وہ آگے بڑھ گیا ملازم منہ دبا کر ہنسنے لگے تھے۔ ایک ملازم کے سامنے رک کر اُس نے اسے غور سے دیکھا اور بولا چرس پیتے ہو۔

"نہیں سر جی ____ بالکل نہیں ____ دوسرے لمحے اس کا اٹھا ہاتھ ملازم کے منہ پر پڑا۔ اور ملازم لڑکھڑا کر پیچھے جا پڑا ____ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔"

"ہاں ____ پیتے ہو؟"

"پیتا ہوں سر جی ____ پیتا ہوں اولاد کی قسم اب نہیں پیئوں گا۔"

"پیئو بھائی ضرور پیئو ____ بس ہم سے جھوٹ مت بولو ____ تمھاری مہربانی ہوگی۔

"جی سر جی" ____ ملازم نے کہا اور وہ آگے بڑھ گیا ____ بڑے دلچسپ انٹرویو ہو رہے تھے اور مثال کو خوب مزہ آ رہا تھا۔ شام کی چائے پر وہ ہنستی ہوئی مسز شیرانی کے پاس آ گئی۔

"مبارک ہو مما ____ آپ کو ایک زبردست کیرٹیکر مل گیا ہے، لیکن افسوس اب آپ کو تیرہ سو روپے ماہوار کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"وہ کیسے ____؟ مسز شیرانی نے اپنی چائے کی پیالی سے ایک سپ لے کر کہا۔

"اس نے چار ملازموں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے، مثال نے انہیں اس میٹنگ کی تفصیل بتائی اور مسز شیرانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات محسوس کی تم نے۔"

"خاص بات ____؟"

"ہاں، وہ لفظ ماں کے سلسلے میں کتنا جذباتی ہے، ضرور اس کی زندگی سے کوئی کہانی چپکی ہوئی ہے، اور جن کے ماضی دردناک ہوتے ہیں وہی اس طرح کے احساسات کا شکار ہوتے ہیں۔ مسز شیرانی کی آواز خوابناک ہو گئی۔

دوسرے دن مسز شیرانی نے سبحان سے سوال کیا۔ تم نے نوکروں سے انٹرویو کر لیے ہیں۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ آپ نے کہا تھا کہ کمرے سے باہر نکلوں۔"

"ہاں ہاں، کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ میرے خیال میں تو اچھا ہے ان لوگوں پر کڑی نظر رکھو۔ مگر ایک بات کہوں ____ وہ یہ کہ انھیں زیادہ مراعات نہ دو ____ یہ تو کھلے منہ کے ہوتے ہیں جتنا چاہو بھر دو مگر ان کے منہ کھلے رہیں گے۔"

"میں نے ان میں سے چار نوکروں کی تنخواہ بڑھائی ہے، کل تیرہ سو روپے۔ آپ اگر اجازت دیں تو مہینے کی تیس تاریخ کو ایک گھنٹے کے لیے باہر نکلوں گا۔ ان سب کی پوری تنخواہ اپنی جیب سے ادا کروں گا۔

''ارے نہیں نہیں ____ میں نے تمھاری بات پر اعتراض تو نہیں کیا ____ بے فکر رہو انہیں وہی تنخواہ ملے گی جو تم کہو گے۔ ویسے تمھارا دل چاہتا ہے کہ باہر نکلو۔

''بالکل نہیں آنٹی ____ سڑکوں پر زندگی گزاری ہے، گھر کی چھت بہت اچھی لگ رہی ہے یہاں جیسی نیند کہیں اور کہاں۔ کھولیوں میں تو ہر وقت کھوں کھوں کی آواز، رونے پیٹنے کی آوازیں، بھوک اور بیماری کی کراہوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ پارکوں اور فٹ پاتھوں پر الگ مصیبتیں، فٹ پاتھ پر سونے کے لیے ٹھیکیدار کو بھتہ دو، پارکوں میں پولیس والے بھتہ لینے آجاتے ہیں کبھی کبھی تو دل چاہتا ہے کہ دس پانچ بندے مار کر پھانسی چڑھ جاؤ، جھگڑا ختم۔

''آیا تمھیں یہ زندگی پسند آئی ____؟''

''ابھی تک ____''

''بات وہیں آجاتی ہے،'' مسز شیرانی نے کہا۔

''کہاں ____؟ وہ بولا اور مسز شیرانی کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ مَیں تمھیں مجبور کردوں گی کہ تم مجھے ماں سمجھو۔

''اور میں نے کہا تھا۔۔۔''

''میری پوری بات سنو، تم نے کہا تھا کہ ماں ہی صرف ماں ہوتی ہے ہوسکتا ہے تم ٹھیک کہتے ہو، پھر بھی ایک حوالے سے میرے دل میں تمھارا ایک مقام ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اگر تم جرم بھی کرو تو ان کا ایک معیار ہو، لوگ تمھیں چور، جیب کترا اور اٹھائی گیرا نہ کہیں۔ اگر تمھیں جرائم ہی پسند ہیں تو جرم بھی ایسا کرو جو پولیس کی گرفت میں نہ آسکے۔

''پہلی بار تمھارا بات فٹافٹ ٹھیک لگا۔ خدا قسم اگر ایسا بات ہے تو اپن تمھارا غلام، اپن اس ٹائم جب اپن نیسٹلی اور لیسٹل ہو جائے،'' وہ بولا۔

''ہو جاؤ گے ____ مسز شیرانی نے ایک تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

○

پارٹی کا اہتمام مسز شیرانی نے اپنی کوٹھی کے لان پر کیا تھا۔ خصوصی طور پر سبحان کو ڈرائیور اور دو گارڈز کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر بھیج دیا گیا تھا۔ مسز شیرانی اس پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھی۔ ویسے بھی وہ اسے بہت سے لوگوں کی نگاہوں سے دور رکھے ہوئے تھی لازمی

بات تھی کہ اس نے سبحان کا انتخاب بلا وجہ ہی نہیں کیا تھا۔ اس کے ذہن کی گہرائیوں میں سبحان کے لیے کوئی خاص منصوبہ تھا۔

مسز شیرانی کے ہاں تقریبات ہوتی رہتی تھیں۔ ان تقاریب میں بہترین کھانوں کا اہتمام ہوتا تھا جن کی وجہ سے یہ تقریبیں بے حد مقبول ہوتی تھیں۔

ضیغم فیروز نے کہا،'' یہ بات تو طے ہے مسز شیرانی، کہ آپ نے کھانوں کے سلسلے میں اپنی روایات برقرار رکھی ہوں گی۔''

''خدا آپ لوگوں کو سلامت رکھے۔'' آپ ہیں تو سب کچھ ہے، مسز شیرانی نے میٹھے لہجے میں کہا۔

''مسز شیرانی کے پاس آکر یوں لگتا ہے جیسے ہم اپنی کسی عزیز بہن کے ہاں مدعو ہوں۔''

''مجھے کچھ وقت دیں گی مسز شیرانی ____ اس وقت کی محفل کے سب سے اہم آدمی نے کہا۔ اس سے زیادہ اہم لوگ اس وقت یہاں موجود تھے لیکن یہ تقریب اسی شخص کے لیے منعقد کی گئی تھی کیونکہ یہ مسز شیرانی کے منصوبے کا ستون تھا۔''

''ضیاء احمد صاحب، اتنی عزت نہ دیں کہ سنبھال نہ پاؤں۔ آپ وقت مانگ رہے ہیں زندگی حاضر ہے، مسز شیرانی نے دلداری سے کہا۔''

''اللہ آپ کو سلامت رکھے، لاکھوں کا سہارا ہیں آپ آیئے ضیاء احمد نے کہا اور مسز شیرانی کو لے کر ایک گوشے کی طرف بڑھ گئے دور کھڑے ہوئے آفتاب احمد نے مضطرب لہجے میں کہا۔

''دیکھ رہے ہو، دیکھ رہے ہو، اس عورت کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں یہی مطلوبہ شخص ہے جو نگینہ آرچی ہمارے نام کرسکتا ہے۔ اور اس نے بالکل صحیح آدمی پر ہاتھ ڈالا ہے۔''

''میرے لائق اور کوئی خدمت پپا'' ____ نبیل نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی ____ اور آفتاب احمد نے غور سے اسے دیکھا۔

''تمھارا مطلب ہے کہ ____''

''جی پپا ____ ہمارے لیے کام ہو رہا ہے۔''

''شاید ____ آفتاب احمد نے کہا، پھر چونک کر بولے ''وہ تمھاری شکار کہاں ہے۔''

''ایک منٹ کی اجازت لے کر گئی ہے۔''

''جاؤ اس کا پیچھا مت چھوڑو ____ اس وقت وہ دولت کا درخت ہے، اربوں روپے حاصل کرنے کا واحد ذریعہ۔''

''پاپا ایک بات بتایئے، کنسٹرکشن ہماری فیلڈ تو نہیں ہے، اور پھر وہ بھی پہاڑوں پر، میرے خیال میں وہاں تو بڑے بڑے تجربے کار لوگ گھبرا جاتے ہوں گے۔''

''گڈ ____ میں تمھاری رفتار کا جائزہ لے رہا ہوں بیٹے، کافی سست ہو، میں نہ جانے کب سے تمھارے اس سوال کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''میں سمجھا نہیں پپا۔ نبیل نے ایک خوشگوار حیرت سے کہا۔''

''جب میں نے تم سے اس فیلڈ پر کام کرنے کے لیے کہا تھا تب ہی تمھارا یہ سوال ہونا چاہیے تھا۔''

''نبیل کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ ہاں پپا۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں، چلیے غلطی ہوئی اب بتا دیجیے۔

''ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہاں کنسٹرکشن کریں۔''

''تو پھر ____؟

''اگر مسز شیرانی مدد کرے تو ہم وہ زمین کوڑیوں کے مول خرید کر اسے ایک خاص وقت تک کے لیے بھول جائیں گے، جونہی ظہور بفیلو کے پروجیکٹ مکمل ہوں گے بہت سی بڑی کمپنیاں یہ کام کرنے دوڑیں گی، اور نگینہ آرچی پلاٹینیم بن جائے گی۔ اور پھر ہم اسے منہ مانگی قیمت پر بیچیں گے۔ بے شک خریدار ظہور بفیلو ہی کیوں نہ ہو ____'' کچھ فاصلے پر ضیاء احمد مسز شیرانی سے کہہ رہے تھے۔

''سچی بات یہ ہے کہ آپ ہمارے لیے فرشتہ ہیں، مرشد ہیں ہماری کسی مشکل میں پھنستے ہیں تو آپ ہی یاد آتی ہیں۔

''اور کچھ، مسز شیرانی نے محبوبانہ لہجے میں کہا۔

''مسز شیرانی، مسز شیرانی میرا یہ کام کرا دیں تو یوں سمجھ لیں بے دام غلام بن جاؤں گا۔''

''میں دوستوں کو بڑے احترام کا مقام دیتی ہوں، آپ بھی تو میرے کام آتے ہیں، آپ نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا۔ لیکن ایک بات پر یقین کر لیجیے ضیاء احمد صاحب، قدرت نے مجھے بڑا قناعت پسند بنایا ہے۔ میں ہوں میری بیٹی ہے چند دوسرے افراد اور میں ____ ان کی ضرورتیں مختصر ہیں لیکن وہ جن کا کوئی سہارا نہیں ہے جو ویران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتی ہیں پھر جب ان کی نگاہیں مجھ پر مذکور ہوتی ہیں تو میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے بدن کی کھال کھینچ کر انہیں دے دوں۔ بس وہاں مجھے آپ لوگوں کی مدد درکار ہوتی ہے۔''

''بہت بڑی ہیں آپ مسز شیرانی بہت بڑی ہیں آپ، اپنی ہر ضرورت ہمیں بتا دیا کریں۔''

''آپ سرکاری افسر ہیں ضیاء احمد صاحب اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ بڑے بڑے ساہوکاروں کو دھتکار دیتے ہیں اور کسی سے کچھ قبول نہیں کرتے۔ (مسز شیرانی نے خود اپنے الفاظ پر اپنی ہنسی روکی تھی) انہوں نے کہا۔ ''ایسی مشکل میں یہ لوگ مجھ سے رجوع کرتے ہیں اور میں ان کے ذریعے کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرا دیتی ہوں۔''

''آپ مجھے خدمت کا موقع دیا کریں۔ میں حاضر ہوں۔''

''مجھے یقین ہے۔ بلکہ میں ایک کام سے آپ کے پاس حاضر ہونے والی ہوں۔''

''ارے ارے نہیں، مجھے ایک فون کر دیں میری ذمے داری ہے۔''

''بے حد شکریہ ضیاء احمد صاحب ____ مسز شیرانی کا مقصد پورا ہو گیا تھا جس کے لیے یہ تقریب منعقد ہو گئی تھی۔ ادھر نبیل مثال کے پیچھے لگا ہوا تھا۔''

''یہ فاصلہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا مثال میں تو کچھ اور ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''کیا'' ____ مثال کا لہجہ عجیب سا تھا۔

''دنیا ہم دونوں کو جب بھی دیکھے یکجا دیکھے'' ہم دو جسم ایک جان نظر آئیں تمھارے رخسار میرے بازوؤں کو چھوتے رہیں اور ____''

''کیا آپ اب بھی لندن میں ہیں مسٹر نبیل ـــــ دیکھئے دوستی میں اور جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس میں فرق ہوتا ہے، ہمارے درمیان صرف دوستی ہے، آپ چاہیں تو اسے قائم رہنے دیں، اس طرح تو مجھے تو آپ سے معذرت کرنی پڑے گی۔''

''صرف دوستی'' ـــــ؟ نبیل نے حیرت سے کہا۔

''ہاں مسٹر نبیل ـــــ پہلے بھی میں نے یہی نظریہ رکھا ہے۔''

''یہ دوستی کبھی محبت میں بدل سکتی ہے۔''

''ساری باتیں فضول ہیں۔ ہم جدید دور کے لوگ ہیں، لیکن ہمارے اقدار ہمارے خون میں رہتے ہیں، اور ہم ان کے زیر اثر ہوتے ہیں۔''

''میرا خیال ہے میں نے جلد بازی کی ہے، کیونکہ میری عمر لندن میں گزری ہے اور وہاں زندگی کچھ اور ہے خیر چھوڑیئے، فیصلہ وقت کرے گا جو بات ـــــ''

مثال کو اس کی کسی دوست نے آواز دی تھی مثال اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے آگے بڑھ گئی تھی۔ نبیل کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں پیدا ہوگئیں، وہ وہیں کھڑے کھڑے سلگنے لگا، دفعتاً اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ تو آواز ابھری۔

''تم کسی معمولی باپ کے بیٹے نہیں ہو، کسی کی مجال نہیں ہوسکتی کہ تمھارے کندھے پر اس طرح ہاتھ رکھ سکے۔ آفتاب احمد نے کہا۔''

''پتہ نہیں خود کو ـــــ''

''ہاں ہاں آجائے گی، ہوش میں آجائے گی، مَیں ہوں نا ـــــ؟''

''پپا میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔''

''چھوڑنا بھی نہیں چاہیے میرے بیٹے، لیکن میری گائڈ لائن میں خود کوئی فیصلہ مت کرنا ـــــ اب میں جو کرنے جا رہا ہوں وہ میرے پروگرام کا ایک حصہ ہے سمجھے؟ آفتاب احمد نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں بہت سے بڑے بڑے لوگوں کا مجمع تھا، اس نے کہا ''خواتین وحضرات ایک لمحے کے لیے اپنی توجہ مجھے عنایت فرمائیں گے۔''

سب اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا۔ اس سے زیادہ شاندار اور کوئی تقریب نہیں ہوسکتی جس میں ملک کے اتنے بڑے بڑے لوگ موجود ہیں، میں اپنے بیٹے نبیل آفتاب کا تعارف آپ سے کرانا چاہتا ہوں جس نے یورپ کے اعلیٰ ترین مقامات سے تعلیم حاصل کی ہے، نبیل میرا اکلوتا بیٹا ہے میری اربوں روپے کی جائیداد کا مالک، یہ اس کا مختصر تعارف ہے، تفصیلی تعارف کے لیے آئندہ اتوار کو آپ لوگ میرے غریب خانے پر زحمت فرمائیں گے یہ صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ لوگ آئندہ ہفتے کے لیے کوئی اور پروگرام نہ بنالیں۔ میری طرف سے دعوت نامے آپ کو دو دن کے اندر روانہ کردیے جائیں گے۔

''مگر وہ گوہر نایاب ہے کہاں ـــــ؟ کسی نے کہا۔''

''نبیل یہاں آجاؤ ـــــ آفتاب احمد نے کہا۔ اور نبیل اس کے پاس پہنچ گیا اس نے مسکرا کر چاروں طرف گردن خم کی، بہت سی آوازیں ابھرنے لگیں۔ مثال نے بھی کچھ آوازیں سنیں۔''

''ہاں بالکل انگریز لگتا ہے۔''

''کتنا اسمارٹ ہے۔''

''بے حد خوبصورت ہے واقعی۔''

''پتہ نہیں کس کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔''

''ایک تو عرب، پھر پتی ـــــ!

''وہ الف والا ارب ہے'' ـــــ

''تو عین والے عرب کو کون پتی بنانا پسند کرتا ہے بات تو اسی ''ارب'' پتی کی ہے۔

''یہ لڑکیاں تھیں، بڑے بڑے باپوں کی بیٹیاں تھیں، ماڈرن آزاد خیال ـــــ مثال نے غور سے نبیل کو دیکھا ـــــ!

O

سبحان نے شدّو کو دیکھا اور مسکرا کر بولا۔ ''کہاں سے لاتے ہو۔''

''کیا سر جی۔''

''ابے چرس، اور کیا ____؟''

''سر جی وہ ____! شدو شرما کر گردن کھجانے لگا۔''

''مل جاتی ہے آسانی سے ____؟''

''نہیں جی کہاں، جان جوکھوں میں ڈالنی پڑتی ہے۔''

''پیپتل واڑی دیکھی ہے۔''

''ہاں جی محلہ پیپتل واڑی ____ شدو بولا۔''

''ملدار خاں سوت والے کے ڈیرے پر چلے جانا اور اس سے کہنا کہ سبحان نے بھیجا ہے جو چاہو گے مل جائے گا۔''

''میں سوت والے کو جانتا ہوں، سب سے اچھی وہیں ملتی ہے مگر وہ بہت خطرناک ہے وہاں جانے سے خطرہ رہتا ہے۔''

''سبحان کا نام لے دو، کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔''

''وہاں تو جوا بھی چلتا ہے۔''

''کبھی مت بیٹھنا وہاں کے جوئے میں، پانچ روپے جیت گئے تو زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، ہارنے کی کوئی حد نہیں ہے ویسے کھیلتے ہو؟''

''جی صاب جی جمن اور شیخ جی بھی کھیلتے ہیں۔''

''چوتھا آدمی کون ہے۔''

''ہم تین ہی کھیلتے ہیں۔''

''آج سے چوتھا میں ہوں ____ سبحان نے کہا سب نے خوشی سے سبحان کو اپنے ساتھ قبول کر لیا تھا، سبحان کا کھیل اب باقاعدہ جاری ہو گیا تھا۔ نوری بھی آخر کار زد میں آ گئی، پہلی بار وہ سبحان کو راہداری میں ملی تھی۔ سبحان کے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی کہ سبحان کمرے سے نکلا۔ نوری چھچھوندر کی طرح اچھلی اور زمین پر گر پڑی۔ سبحان خود بھی بُری طرح چونک پڑا تھا۔''

''تمھیں کیا ہوا ____ اس نے جلدی سے جھک کر نوری کی کلائی پکڑی تو وہ گردن

کٹے بکرے کی طرح ڈکرائی اور سبحان نے گھبرا کر اس کی کلائی چھوڑ دی۔''

''زبردستی شور مچا رہی ہو، اٹھو ____ سبحان نے کہا اور اس بار اس نے نوری کا بازو پکڑ کر اسے زور لگا کر کھڑا کر دیا۔ پھر بولا ''تم ہو کون اور یہ ڈرامہ کیوں کر رہی تھیں۔''

نوری کسی خوفزدہ ہرنی کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہی تھی یہاں سے تیسرے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے ایک زقند لگائی اور غڑاپ سے کمرے میں گھس کر دروازہ بند کر لیا ____ ایک ملازم سامنے سے گزر رہا تھا سبحان کو دیکھ کر اس نے جلدی سے معلوم کیا۔

''یہ لڑکی کون تھی ____ کیا یہ پاگل ہے، سبحان نے کہا۔''

''یہی تو نوری ہے سر جی۔ گونگی ہے بے چاری۔''

''چیختی تو بہت زور سے ہے کیا یہ پاگل ہے۔''

''نہیں سر جی ____ بے چاری بہت ڈرپوک ہے، ذرا سی آواز سے اچھل پڑتی ہے۔ اس کی وجہ سے مہینے کے سودے میں پانی کے گلاس آتے ہیں، چائے کے برتن بھی باقاعدگی سے آتے ہیں۔''

''کیوں ____؟ سبحان کی سمجھ میں بات نہیں آئی تھی۔

''بس اچھلتی ہے تو ٹوٹ جاتے ہیں۔''

''تو میڈم اسے نکال کیوں نہیں دیتیں۔''

''نہیں سر جی، وہ تو اس سے بہت محبت کرتی ہیں اسے اپنی بیٹی کی طرح ہی چاہتی ہیں۔''

''ایک بات بتاؤ ____ سبحان نے رازداری سے کہا اور نوکر نے کان جھکا دیا۔''

''یہ میڈم خود تو پاگل نہیں ہیں۔'' لگتا تو یہی ہے۔

''اس کے بعد نوری کی شامت آ گئی، سبحان اس کی تاک میں رہنے لگا وہ خالی ہاتھ ہوتی تو وہ کچھ نہ کہتا لیکن جونہی وہ کچن سے نکلتی برتن اس کے ہاتھ میں ہوتے تو سبحان کسی طرف سے اچانک نمودار ہوتا حلق سے ''بھاں'' کی آواز نکالتا اور نوری کی خوفناک چیخ بلند ہوتی۔ اور پھر برتنوں کی چھنا چھن ____

چوکیدار ظلمت خاں نے جو دین دار اور نمازی تھا بیگم شیرانی کو بتایا کہ اب کوٹھی میں کھلم کھلا جوا ہوتا ہے۔''

''جوا____؟ بیگم شیرانی نے چونک کر کہا۔

''ہاں بیگم صاحب، حالات بگڑتا جا رہا ہے، سبحان صاحب ان سب کا سرپرستی کرتا ہے۔ رات کو شدو اور____ کا ہار جیت پر لڑائی ہوا جمن کا سر پھٹ گیا، ہم نے اپنا ہاتھ سے پٹی باندھا____

''سبحان سرپرستی کرتا ہے۔''

''آج رات چرس کا محفل ہے کوارٹروں کے پیچھے پارٹی چلے گا۔ سب ایک دوسرے کو بتا رہا تھا۔

''چرس کی محفل۔''

''پہلے صرف شدو چھپ کر چرس پیتا تھا، اب دوسرے لوگ بھی پینے لگے ہیں، شعر، شاعری ہوتا ہے ڈانس ہوتا ہے، اس رات بیگم شیرانی نے بھی مثال کے ساتھ چھپ کر یہ محفل دیکھی، مثال تو نشے بازوں کی حرکتوں سے بہت محظوظ ہوئی لیکن بیگم شیرانی کی پیشانی پر غور و فکر کی لکیریں پھیل گئی تھیں، انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''یہ غلط ہو رہا ہے۔''

''آخر آپ چاہتی کیا ہیں مما____ آپ کی بات ہی سمجھ میں نہیں آ رہی مثال بولی۔

''جو کچھ میں چاہتی ہوں ہوگا تو وہی، لیکن شاید میں نے صحیح طریق کار اختیار نہیں کیا۔ اس شخص نے تو مجھے پریشان کر دیا۔ کچھ بھی ہو جائے گا میں ہارنا نہیں چاہتی، پہلے تو میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ جن میرے قبضے میں آ جائے اس کے بعد اسے اپنے لیے استعمال کروں گی۔ دوسری صورت میں____ اسے اس دنیا میں نہیں ہونا چاہیے____ مسز شیرانی نے کہا اور مثال چونک کر اسے دیکھنے لگی، پھر اس نے کہا۔

''یعنی مما____؟

''ایں____ نہیں کچھ نہیں مسز شیرانی نے جلدی سے کہا اور مسکرانے لگی۔

''مثال بولی، آپ اسے میرے حوالے کر دیجئے مما____ میں اسے سدھالوں گی۔

''تم____''؟ مسز شیرانی نے کہا۔

O

مثال نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

''ہاں مما میں، آپ کیا سمجھتی ہیں مجھے، ایک جگلر کو راہِ راست پر نہ لا سکی تو آگے کی رگی کیسے گزاروں گی، مجھے آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلنا ہے مما۔'' مسز شیرانی اپنی بائیں لہ کھجانے لگی، پھر اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے، اس سلسلے میں مشورہ کریں گے۔''

''مما آپ نے ایک عجیب سی بات کہی ہے۔'' مثال بولی۔

''کیا؟'' مسز شیرانی چونک کر بولی۔

''آپ نے ابھی کہا تھا کہ اگر وہ راہِ راست پر نہیں آیا تو پھر اس دنیا میں نہیں رہے ے۔'' مسز شیرانی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، وہ بولیں۔

''میں بھی تو انسان ہوں، جذبات میں انسان کے منہ سے ایسی ہی باتیں نکلتی ہیں، چلو دڑو دیکھیں گے بڑے بڑے مسائل سے نمٹنا پڑتا ہے، وہ کیا اور اس کی اوقات کیا۔'' رات سز شیرانی نے مثال کو نہیں بتایا تھا کہ ان کا کیا ارادہ ہے، لیکن چوکیدار کو انہوں نے ہدایت ردی تھی کہ جیسے ہی محفل کا آغاز ہوا انہیں بتا دیا جائے اور چوکیدار نے انہیں اطلاع دی ا۔

''محفل کا آغاز ہو چکا ہے بیگم صاب، وہ لوگ چرس لگا چکا ہے، ابھی آپ لمبا لمبا نس لو تو چرس کا بدبو آپ کو آ جائے گا۔''

''جاؤ تم گیٹ پر جاؤ تمھیں تو نہیں بلایا گیا؟''

''میم صاب، ہمیں بلانے کا مطلب خون خرابہ ہوتا ہے۔''

''ایسا کبھی مت کرنا، میرا حکم ہے تمھیں۔'' چوکیدار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مسز شیرانی بے قدموں کوارٹروں کے پچھلے حصے میں پہنچیں، مہندی کی ایک بہت اونچی باڑھ تھی جس

کے پیچھے انہوں نے اپنے لیے جگہ بنائی، واقعی یہاں جنگل میں منگل بنا ہوا تھا، گھر کے مرد ملازم جمع تھے، چرس کی بُو فضا میں لہرا رہی تھی اور سبحان ان کے درمیان بادشاہ بنا بیٹھا ہوا تھا، ملازم مدھم آواز میں دم مارو دم کی گردان کر رہے تھے اور سبحان چٹکیاں بجا رہا تھا، ہنسی مذاق، بے ہودہ قہقہے اور لطیفے جاری تھے، اچھی خاصی روشنی پھیلی ہوئی تھی، مسز شیرانی مہندی کی باڑھ کے پیچھے پیچھے سرے تک پہنچیں اور پھر دبے قدموں آگے بڑھیں اور اچانک ہی ان کے درمیان نمودار ہوگئیں، ملازم ابھی بھرپور نشے میں نہیں آئے تھے، پہلے ایک نوکر نے مسز شیرانی کو دیکھا اور چلم اس کے ہاتھ سے گر پڑی، پھر دوسرے نے، تیسرے نے خود ہی چلم پھینک دی اور دوڑ لگائی، سبحان چونک کر ادھر دیکھنے لگا، دو ملازم ٹن ہوگئے تھے، مسز شیرانی کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں، سبحان انہیں دیکھ کر ہنس پڑا۔

''ابھی آؤ، آنٹی دی گریٹ، چرس پیئو گی؟''

''سبحان! ان سب کو نشے کا عادی بنا رہے ہو۔''

''ہاں انہیں جینے کے گر سکھا رہا ہوں۔''

''یہ معصوم لوگ تھوڑی تھوڑی تنخواہوں پر گزارا کرتے ہیں اور یہاں بہت عرصے سے ملازم ہیں، کیا تم چاہتے ہو کہ ان کی نوکریاں چھوٹ جائیں، ان کے بیوی بچے بھوکے مریں۔''

''ابھی تقریر کرنے کو نہیں مانگتا میڈم، بولو، چرس منگواؤں تمہارے لیے، ابھی دو سوٹے لگائے گا تو جنت میں چلا جائے گا، آنٹی دی گریٹ کس چکر میں پڑی ہوئی ہو، تھوڑا سا غم غلط کر لیتے ہیں بے چارے تو تم سے وہ بھی برداشت نہیں ہو رہا۔''

''تم میری توہین کر رہے ہو؟''

''ہاں کر رہا ہوں، نکالو میرے کو اپنے گھر سے، ابھی بولو کہ دفع ہو جا یہاں سے، کیوں میرے گھر کو خراب کر رہے ہو، غلطی تمہارا ہے میم صاب، اپن تمہارے کو پہلے بولا اپن نالی کا کیڑا ہے، نالی کے کیڑے کو نالی ہی میں رہنے دو، اگر وہ رینگتے ہوئے تمہارے ان کا شانوں تک پہنچ گئے تو میڈم ان کی دیواریں ہل جائیں گی، ہم گٹر کے لوگ گٹر ہی میں جی سکتے ہیں مگر تم کو چیلنج کی سوجھی تھی، ابھی چھوڑو میرے کو بولو کہ ادھر سے نکلو اپن تمہارے سے بیس ہزار

روپے بھی نہیں مانگے گا، چلو وعدہ کرتا ہے۔''

''اور میں نے تم سے جو کہا تھا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

''کیا بولا تھا تم نے، یہی بولا تھا نا کہ میرے کو ماں بن کر دکھاؤ گی، ارے بابا دکھاؤ نا، کون تمہارے کو منع کرتا ہے، ابھی دیکھو تمہارا بچہ شرارت کر رہا ہے، ان سب کو چرسی بنا رہا ہے، ابھی تو تھوڑے دن کی بات ہے، باورچی خانے میں چرس ملے گا تمہارے کو، جو کمرے کی صفائی کرتا ہے وہ قالین کے نیچے چرس چھپائے گا، سبحان ہے اپن کا نام آنٹی میڈم، سبحان۔''

''اور میں نے تم سے کہہ دیا ہے سبحان کہ میں ماں بن کر دکھاؤں گی۔''

''اب بھی ماں بن کر دکھاؤ گی، دست تمہارے کی، اس کا مطلب ہے آنٹی دی گریٹ کہ تم بھی کتے کی دم ہو، جب بھی نظر آئے گی ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔'' اسی وقت اچانک ہی مثال مہندی کی باڑھ پھلانگ کر دوسری طرف آگئی اور اس نے ایک زوردار تھپڑ سبحان کے منہ پر دے مارا، سبحان کو اس کے آنے کا پتہ نہیں چلا تھا، پورے کا پورا پنجہ اس کے گال پر پڑا، چٹاخ کی آواز بلند ہوئی اور سبحان کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہوگئیں، اس نے مثال کی طرف دیکھا، مثال کا چہرہ شدت جوش سے تمتما رہا تھا۔

''جانتے ہو کون ہیں وہ، وہ ماں ہیں میری سمجھے، میرے سامنے تم میری ماں کی توہین کر رہے ہو، میری ماں کی، ماں ہیں وہ میری، سمجھ رہے ہو میری بات، خون کر دوں گی تمہارا، آنکھیں نوچ کر باہر پھینک دوں گی، بہت زیادہ اسمارٹ بن رہے ہو، کرو بدتمیزی میرے سامنے کر کے دکھاؤ'' سبحان کا چہرہ آہستہ آہستہ معتدل ہونے لگا۔ وہ غصہ جو آنکھوں کی سرخی بن گیا تھا آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا، مثال اسے گھور رہی تھی، اس نے عجیب سی نگاہوں سے سبحان کو دیکھا اور نجانے کیوں اس کی آنکھوں کو دیکھ کر وہ کھو سی گئی، اسے ان آنکھوں میں ایک معصوم سا بچہ نظر آیا تھا، جو حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا اس کائنات میں کوئی ایسا بھی ہے جو اس کے گال پر ایک بھرپور تھپڑ مار سکتا ہے، مثال نے مسز شیرانی کو دیکھا مسز شیرانی بھی پتھرا سی گئی تھیں، وہ اس بات کی منتظر تھیں کہ اب وہ مثال کی

گردن دبوچ لے گا اور اس کے بعد ایک چھوٹی سی کوشش ان کے لیے ایک بھیانک المیہ بن جائے گی، لیکن وہ خاموش کھڑا ہوا تھا، مثال نے مسز شیرانی کا ہاتھ پکڑا اور انھیں کھینچتی ہوئی بولی۔

''آیئے آپ آیئے۔ مجھے بات کرنی ہے آپ سے، آپ آیئے۔'' مسز شیرانی نے اس وقت یہی مناسب سمجھا تھا کہ واپس چل پڑے، چنانچہ وہ مثال کے ساتھ واپس چل پڑی، مثال اسے لیے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی۔

''مما! آپ بے شک جو کچھ بھی کرتی ہیں اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے، لیکن مما، آپ کی توہین پر میں بڑی سے بڑی بات برداشت نہیں کر سکتی، نکال دیجیے آپ اسے گھر سے۔'' مسز شیرانی کے چہرے کے عضلات میں تبدیلی رونما ہوئی، پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''سنو مثال! میں اسے نکالوں گی نہیں، تم نے اس وقت میرے الفاظ کی وضاحت چاہی تھی، میرا ماضی تمھارے علم میں ہے مثال، میں نے اپنے بارے میں تم سے کچھ نہیں چھپایا، میں سہیلہ شیرانی جب اپنے ماضی پر نگاہ ڈالتی ہوں تو میرا نام صرف سہیلہ ہوتا ہے، وہ سہیلہ جس نے زمانے سے غم اٹھائے اور اس کے بعد فولاد بن گئی، ایک عزم ہی تو انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے، میں نے جو سوچا ہے اس کی تکمیل کر ڈالی ہے اور تم بھی یہ بات سن لو، میں اس وقت تم سے غلط نہیں کہہ رہی، وہ یہاں سے جائے گا تو آدھے گھنٹے سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا، یا تو اسے میری خواہشوں کے مطابق ڈھلنا ہوگا یا پھر زندگی سے محروم ہونا پڑے گا۔''

''نہیں مما، میں نہ کوئی شاعر ہوں نہ ادیب، نہ اپنے آپ کو بہت گہری نگاہوں کا مالک سمجھتی ہوں، لیکن مما سچ بتاؤں آپ کو، اس کے اندر ایک بہت ہی چھوٹا سا بچہ چھپا ہوا ہے، ہو سکتا ہے کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو کہ جس سے اس کا بچپن چھن گیا ہو، اس نے اپنے آپ کو ایک بھیڑیئے ہی کے روپ میں دیکھا ہو، مما وہ ننھا سا بچہ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں سے جھانکا تھا، اس نے حیرت سے مجھے دیکھا تھا کہ کوئی ایسا بھی ہے جو اسے تھپڑ مار دے، نہیں مما، اسے زندہ رہنا چاہیے، ٹھیک ہے مما، اس وقت میں جذباتی ہوگئی تھی، لیکن میں، میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ میں اسے ٹھیک کر لوں گی، ٹھیک ہو جائے گا وہ، آپ اس کی فکر نہ کریں۔''

ز شیرانی نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی تھی۔''

○

ضیاء احمد نے جو کام مسز شیرانی کے سپرد کیا تھا وہ ہو گیا تھا، مسز شیرانی نے خود ضیاء احمد ے اس کی کوٹھی پر ملاقات کی تھی اور ضیاء احمد اس کا بے حد شکر گزار ہو گیا تھا۔

پھر آفتاب احمد کے ہاں پارٹی کا دن آ گیا۔ مسز شیرانی نے مثال کو بھی تیار کرایا تھا وہ ے ہر تقریب میں اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ مثال کو وہ ہر تجربے سے روشناس کر کے اپنی طرح انا چاہتی تھی۔ بہر حال یہ پارٹی بہت سے کاموں کے لیے منعقد ہوئی تھی۔ آفتاب احمد نے بیٹے کو پوری طرح تیار کر دیا تھا ____ چنانچہ نبیل نے مثال کو بڑے سرسرے طریقے سے ہیو کیا تھا۔ اس وقت نینا بائکلی واحد اس کے ساتھ تھی نبیل نے کہا۔

''ہیلو مثال کیسی ہو ____ اور پھر جواب کا انتظار کیے بغیر وہ ارملا سنجرانی کی طرف توجہ ہو گیا تھا اور اس کا بازو پکڑے اسے دوسری لڑکیوں کی طرف لے گیا تھا۔ مثال دنگ رہ ئی ____ اس سے قبل نبیل اس کے سامنے آنے کے بعد کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا ____ اسے بڑی توہین کا احساس ہوا تھا، نبیل دوبارہ اس کے پاس نہیں آیا مثال دُور سے یکھتی رہی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بے شمار نامی گرامی لڑکیاں اس کے گرد چکرا رہی تھیں، ثال کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ مسز شیرانی اس کا گہرا جائزہ لے رہی ہے۔ ہر شخص اپنی پنی کوششوں میں لگا ہوا تھا۔

ضیاء احمد مسز شیرانی کے پاس پہنچا تو آفتاب احمد نے بھی اسی طرف چھلانگ لگائی۔

''دو بڑوں کے درمیان آنا تو نہیں چاہیے، لیکن کسی کا دل نہیں چاہتا کہ ____''

''اتفاق سے ہم اس وقت ایک اہم گفتگو کر رہے ہیں اگر آپ ہمیں دو منٹ دے دیں ذ آپ کا شکریہ ____ مسز شیرانی نے کہا اور آفتاب احمد بری طرح جھینپ گیا۔

''او کے او کے ____ اس نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن اس کا چہرہ نگارے کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔''

''کمال ہے، لوگوں کا انداز فکر ہی عجیب ہوتا ہے، ہر جگہ اپنے مفاد کے لیے کام کرتے

ہیں، لیکن میں آپ کو بتادوں ضیاء احمد صاحب، بار بار کہتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے، میں نے کبھی اپنا مفاد نہیں سوچا۔"

"میں جانتا ہوں، میں جانتا ہوں، جتنا بڑا کام آپ نے میرا کرایا ہے، پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا ویسا آدمی ہوتا تو نجانے کتنی بڑی رقم طلب کرتا مجھ سے اس کے لیے۔"

آپ مجھے شرمندہ نہ کریں، میں آفتاب احمد کی بات کر رہی ہوں۔ ہر شخص خود غرض ہے، یہ آدمی کنسٹرکشن کے کاروبار میں آنا چاہتا ہے، آپ کے پاس غالباً اس کی درخواست بھی پہنچی ہوگی، میرے پاس چکر لگا رہا تھا کہ نگینہ آرچی نامی پہاڑی کے سلسلے میں اس کی مدد کر دوں اور اعلیٰ حکام سے کہہ کر وہ ٹینڈر اس کے نام کھلوا دوں، اب آپ بتائیے یہ شخص کنسٹرکشن کے کاروبار میں کچھ جانتا ہے، میں دعوے سے کہتی ہوں ضیاء احمد صاحب یہ اس جگہ کو خرید کر مہنگے داموں بیچنے کا خواہش مند ہے جب کہ ایک اور پارٹی ظہور بفیلو اس سلسلے میں کام کر رہی ہے اور اس کی گڈول بھی بہت اچھی ہے، بہر حال اس وقت یہ اسی لیے لپکا تھا ہماری طرف کہ میں آپ سے اس کی سفارش کر دوں۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ نہ چاہیں اور یہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائے، آپ بالکل بے فکر رہیں، آپ اس سلسلے میں میری جو بھی خدمات ہوں مجھے بتا دیجئے گا، میں
"

"جانتی ہوں، جانتی ہوں، جانتی ہوں، میرا تو صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے، اپنے وطن کے دکھی انسانوں کے لیے آسائشوں کا حصول، بہت سے منصوبے میرے ذہن میں ہیں اور آہستہ آہستہ ان پر عمل کر بھی رہی ہوں۔"

"آپ جس طرح بھی مناسب سمجھیں۔"

"میں جانتی ہوں ضیاء احمد صاحب کہ اگر یہ شخص آپ کے پاس پہنچے تو آپ اسے ذرہ برابر یہ احساس نہ ہونے دیں کہ آپ نے کچھ اور فیصلہ کیا ہے، اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"جو درخواست اس نے دی ہے اس کے لیے وہ میرے پاس انٹرویو کے لیے آئے گا،

پہلے میں نے اس پر خاص طور سے غور نہیں کیا تھا، آپ بے فکر رہیں میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"بے حد شکریہ ضیاء احمد صاحب، آپ جب بھی مجھے کوئی حکم دیں گے، میں اس کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔"

"اب تو ذرا ادھر ادھر دیکھنا پڑے گا، ایک اتنی بڑی شخصیت ہم سے منسلک ہو گئی ہے تو پھر ہم بھی اس سے کیوں نہ فائدہ اٹھائیں، بھئی دیکھیے سرکاری نوکری کرتے ہیں۔"

"سمجھتی ہوں، سمجھتی ہوں، آگے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔" مسز شیرانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

O

ساری رات انگاروں کے بستر پر لوٹتا رہا تھا۔ گال پر پڑنے والا تھپڑ ایک عجیب مزا دے رہا تھا، غصے سے تمتماتا ہوا چہرہ، حسین آواز ماں ہے وہ میری ماں، تم نے میری ماں کی توہین کی ہے، سبحان کا دل چاہا کہ قدموں میں سر رکھ دے مثال کے، معافی مانگے اس سے، بالکل ٹھیک کہتی ہے وہ، ماں کے لیے دل میں ایسے ہی جذبے ہونے چاہئیں، صبح کب ہوئی پتہ ہی نہ چلا، نیند تو ساری رات نہیں آئی تھی، بے چینی سے کمرے سے باہر نکل آیا، باغ میں ٹہلنے لگا اور پھر اسے اپنے عقب میں قدموں کی آہٹ سنائی دی، چونک کر پلٹا تو مثال سامنے کھڑی ہوئی تھی، پُرسکون، پرسکوت چہرہ، آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر، سبحان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے اپنے رخسار پر ہاتھ رکھ لیا تو مثال آگے بڑھ آئی۔

"مجھے یہ حق نہیں پہنچتا تھا سبحان، میں ساری رات نہیں سوئی، مجھے معاف کر دو، میں جذبات میں بہہ کر بہت آگے بڑھ گئی تھی۔" وہ بے اختیار آگے بڑھا اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"ایسا بات مت بولو چھوٹی بیگم صاب، آپ نے بہت اچھا کیا، سچ مچ میں نے بیگم صاب کا توہین کیا تھا، ابھی میں خود آپ سے معافی مانگتا۔"

"یہ تم نے اپنی زبان کیا کر لی، کیسی زبان بول رہے ہو، جب کہ تم بہت اچھی طرح صاف زبان بول سکتے ہو۔"

''صاف زبان اس ٹائم بولتا میم صاب، جب کبھی کبھی دماغ میں یہ بھوت سما جاتا ہے کہ ہم بھی عزت دار ہیں، اپنے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں تھوڑی دیر کے لیے۔''

''سبحان ایسی باتیں مت کرو پلیز۔''

''آپ کا حکم ہے۔''

''نہیں التجا۔''

''آپ ہمیں معاف کر دو۔''

''نہیں پلیز، ویسے تم جو کچھ کہہ رہے تھے مجھے اس پر غصہ آ گیا تھا، ممی کی اتنی توہین کسی نے نہیں کی۔'' اس نے گردن جھکا لی دل کو کچھ بے قراری کا احساس ہوا تھا وہ زندگی میں پہلی بار اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ مثال کو سینے میں بھینچ لے، اس کے دل میں محبت کی کونپل پھوٹ اٹھی تھی، اس نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تو مثال بولی۔

''کیا یہ ممکن ہے، بتاؤ کیا یہ ممکن ہے۔''

''کیا؟''

''مثال ہے میرا نام۔''

''ہم آپ کا نام نہیں لیں گے کچھ اور کہیں گے آپ کو۔''

''کیا؟''

چھوٹی بی بی۔''

''چلو ٹھیک ہے تمھاری مرضی ہے، تو میں تم سے پوچھ رہی تھی کہ کیا وہ ہو سکتا ہے جس کے بارے میں سب کا کہنا ہے نہیں ہو سکتا اور خود تمھارا بھی۔''

''جو آپ کہیں گی وہ ہو سکتا ہے۔

''ان نوکروں کو راہِ راست پر لے آؤ۔''

''آ جائیں گے اور کوئی حکم۔''

''نہیں، اچھا اب تو ایک بار کہہ دو کہ تم نے مجھے معاف کر دیا۔

''شرمندہ نہ کریں چھوٹی بی بی، آپ خود ہمیں معاف کر دیں، دوبارہ کبھی آپ کو؟

سے شکایت نہیں ہو گی۔''

O

''کچھ ہوا۔'' آفتاب احمد نے نبیل کو دیکھتے ہوئے کہا اور نبیل دانت پیسنے لگا۔''

''تین دن سے انتظار کر رہا ہوں پپا، اس نے ابھی تک مجھ سے کوئی رابطہ نہیں قائم کیا۔'' آفتاب احمد بھی غصے سے دانت پیسنے لگا پھر اس نے کہا۔

''آفت کی پرکالائیں ہیں دونوں ماں بیٹیاں۔ میں ان کا پیچھا چھوڑ دیتا، لیکن یقین کرو جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ رہ رہ کر کسکتی ہے، حالانکہ اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے، لیکن وہ دس کروڑ نہیں بھولتے، ان دس کروڑ کو پچاس کروڑ کرنا چاہتا ہوں۔ مگر ایک بات کہوں تم سے، جتنی تم سے امید تھی اتنا تم کچھ کر نہیں سکے۔''

''پپا! اور کیا کر سکتا ہوں آپ مجھے بتائیے، آپ کی ہدایت پر مسلسل عمل کر رہا ہوں۔''

''آخری ہدایت ابھی باقی ہے بیٹے، میں چاہتا ہوں کہ نوبت وہاں تک نہ آئے۔''

''آخری ہدایت؟''

''ہاں، پامال کر دو اسے تباہ کر دو، اور اس کے بعد ہم اسے بلیک میل کریں گے۔'' آفتاب احمد نے شیطانی انداز میں کہا، لیکن نجانے کیوں نبیل کے دل کو ایک دھکا سا لگا تھا وہ حیرانی سے باپ کو دیکھتا رہا، آفتاب احمد کے چہرے پر شیطانی خیالات منجمد تھے، لیکن نبیل شاید ان شیطانی خیالات سے متفق نہ ہو سکا، پھر آفتاب احمد نے کہا۔

''میں کل ضیاء صاحب سے ملتا ہوں۔ ضیاء احمد بھی یوں لگتا ہے جیسے مسز شیرانی کے بل پر ہی اپنی ملازمت قائم رکھے ہوئے ہے۔''

پھر دوسرے ہی دن آفتاب احمد ضیاء احمد سے ملے، ضیاء احمد نے انہیں ملاقات کا وقت دیا تھا۔

''حالانکہ آپ سے جو قربت ہے اس کے لحاظ سے میں آپ کے پاس آنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا، لیکن کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں۔''

''فرمائیے، کیا خدمت کر سکتا ہوں میں؟''

''ضیاء احمد صاحب میری ایک درخواست آئی تھی آپ کے پاس۔''

''ہاں، اچھا ہوا آپ خود چلے آئے، میں کسی وقت آپ کو انٹرویو کے لیے طلب کرنے والا تھا۔''

''میں حاضر ہوں۔'' آفتاب احمد نے کہا۔

''پہاڑی علاقے میں آپ نگینہ آرچی نامی پہاڑی کا ٹینڈر دینا چاہتے ہیں، آپ نے لکھا ہے کہ آپ وہاں عمارتیں تعمیر کریں گے، آپ کنسٹرکشن کے بزنس کے بارے میں کیا جانتے ہیں، کیا تجربہ ہے آپ کا، اس سے پہلے آپ نے تعمیری کام کہاں کہاں کیے ہیں، کیا کیا بنایا ہے، آپ مجھے براہِ کرم اس کی تفصیل بتائیے۔''

''اصل میں بات یہ ہے کہ میں تو زندگی کے بہت سے کھیل کھیل چکا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت کچھ ہے میرے پاس، لیکن میرا بیٹا جس سے اس دن آپ کی ملاقات ہوئی ہے تعمیراتی کام کے سلسلے میں دلچسپی لے رہا ہے اور وہ وہاں اسی طرح کی تعمیرات کرنا چاہتا ہے۔''

''بہت اچھی بات ہے، بہت اچھی بات ہے، نوجوانوں کو ترقی کرنا ہی چاہیے، کیا آپ کا بیٹا، کیا نام ہے اس کا؟''

''نبیل آفتاب۔''

''ہاں وہی، کیا اس نے غیر ممالک میں کنسٹرکشن سے متعلق تعلیمات حاصل کی ہیں۔''

''نہیں لیکن۔''

''آفتاب احمد صاحب، نہ آپ کا کوئی تجربہ ہے نہ آپ کے بیٹے کا، پھر بھی آپ اس بزنس میں آنا چاہتے ہیں۔''

''تجربہ کام کرنے سے ہی آتا ہے۔''

''ہوں ٹھیک ہے میں اس کی آرک رپورٹ ریلیز کرا دیتا ہوں اس کے بعد اس کی سیل کے بارے میں کارروائی ہوگی۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے، سرکاری طور پر جو کچھ مقرر ہوگا میں وہ ادا کردوں گا۔''

''یہ آپ بچوں جیسی بات کر رہے ہیں۔ میں ملک کا وزیر اعظم نہیں ہوں جو اپنی مرضی سے سب کچھ کرسکوں، سرکاری نوکر ہوں ہر کام طریقہ کار کے مطابق ہوگا۔''

''میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں، احسان الگ مانوں گا اور باقی خدمت۔''

''یعنی رشوت؟'' ضیاء احمد نے کہا اور آفتاب احمد چونک پڑا۔

''ارے نہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ضیاء احمد صاحب، میں تو اس جرأت کا تصور بھی نہیں کرسکتا، آپ جیسی شخصیتوں کے بارے میں کون نہیں جانتا، رشوت سے آپ کا دور دور تک تعلق نہیں ہے، ہم تو جب یکجا ہوتے ہیں تو آپ جیسے افسروں کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ دیکھئے جناب عالی، ہمارے ہاں بھی ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جیسے ضیاء احمد صاحب۔''

''نہیں نہیں آپ بار بار کسی خدمت کا تذکرہ کر رہے ہیں وہ کون سی خدمت ہے؟''

''میرا مطلب ہے ضیاء احمد صاحب انسان انسان ہی کے کام آتا ہے، کبھی اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو۔۔۔۔''

''ٹھیک ہے بے حد شکریہ، آپ اس سلسلے کی ضروری کارروائی کیجئے ہم آرک رپورٹ ریلیز کرنے کا اعلان کیے دیتے ہیں۔'' آفتاب احمد سلام کر کے وہاں سے اٹھ گیا، اب لازمی طور پر سہیلہ شیرانی سے ملاقات ضروری تھی، ضیاء احمد کافی سخت آدمی تھا اس کا علم آفتاب احمد کو تھا، لیکن مسز شیرانی سے ضیاء احمد کی جو قربت نظر آئی تھی وہ اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ مسز شیرانی ہی اس وقت مشکلوں کا حل بن سکتی ہے، مسز شیرانی کی تلاش میں اس نے بہت کوششیں کیں، لیکن آخر کار وہ گھر پر ہی دستیاب ہوسکی، بہت سے کاموں کی مصروفیت سے فراغت حاصل کر کے وہ گھر پہنچ گئی تھی، جس کی اطلاع آفتاب احمد کو مل گئی تھی، چنانچہ وہ مسز شیرانی کے گھر جا پہنچا اس وقت وہ اپنے آفس میں نہیں تھی، آفتاب احمد کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے منصوبے کے تحت اسے اندر کوٹھی ہی میں بلا لیا، آفتاب احمد کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اپنے ذہن میں نجانے کیا کیا منصوبے گھڑتا رہا تھا، مسز شیرانی آ گئی، اس کے چہرے پر تھکے تھکے سے آثار تھے۔ کہنے لگی۔

''کہیے آفتاب احمد۔''

''کہنا مجبوری ہے ورنہ اس وقت آپ جس طرح تھکی ہوئی ہیں میں تو سچی بات ہے کہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر ہی شرمندہ ہو رہا ہوں۔''

''کچھ لوگوں کو نظر انداز بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔ مسز شیرانی نے مکاری سے کہا۔''

''بے شک آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ آپ نے جس طرح مجھے یہاں بلا کر عزت افزائی کی ہے میں اس کا بے حد شکر گزار ہوں۔''

''فرمائیے میری ضرورت کیسے پیش آ گئی؟'' مسز شیرانی نے کہا۔

''بس یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت بڑی امید لے کر آپ کے پاس آیا ہوں، آپ کا برخوردار اپنی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا ہے، میرا اکلوتا بیٹا ہے، اور میں سچی بات ہے کہ ایک باپ ہی کی طرح سوچ کر اس بات پر مجبور ہو گیا ہوں کہ آپ سے دو ٹوک بات کروں۔''

''تمہید نہ باندھیے بات بتائیے۔''

''نبیل نے بھی مثال سے اس کا ذکر کیا تھا۔''

''وہ پہاڑی علاقہ، کہا تو تھا میں نے مثال سے کہ نبیل سے کہو درخواست دے دے، کیا وہ درخواست دے دی گئی ہے۔''

''نہ صرف دے دی گی ہے بلکہ اس کی آر کی رپورٹ ایک آدھ دن میں ریلیز ہو جائے گی، میں ضیاء احمد صاحب سے ملا تھا تعاون تو انہوں نے بھی کیا ہے، لیکن سرکاری افسر ہیں اور افسر بھی وہ جو رشوت نہیں لیتا۔''

''ہاں ضیاء احمد صاحب بہت نفیس انسان ہیں۔''

''آپ کو یہ کام کرانا ہے محترمہ، بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ میری ضد ہے کہ وہ ٹینڈر میرے نام کھلے۔''

''میں بات کروں گی ضیاء احمد صاحب سے۔''

''دیر نہیں میڈم دیر نہیں صاف صاف بات کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھے جو بھی خرچ کرنا پڑے گا میں خوشی سے کر دوں گا۔''

''مثلاً۔۔۔؟'' سہیلہ شیرانی نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔ آفتاب احمد کو اس بات کی توقع نہیں تھی، ایک لمحے تک اس نے سوچا اور پھر خود ہی اسے جواب بھی مل گیا، جس طرح اس نے صاف صاف گفتگو کی تھی اسی طرح مسز شیرانی نے بھی کھلے الفاظ میں بات کر ڈالی تھی، وہ ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا پھر اس نے کہا۔

''اس کا تعین میں نہیں آپ کریں گے۔''

''ٹھیک ہے میں بات کرتی ہوں، دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔''

''مجھے اُمید ہے کہ آپ کی، کی ہوئی بات رائیگاں نہیں جائے گی۔''

''امید تو مجھے بھی ہے لیکن بہر حال۔۔۔'' مسز شیرانی نے آفتاب احمد کو شربت وغیرہ پلوایا اور اس کے بعد آفتاب احمد نے اس سے اجازت طلب کر لی، وہ اس بھاگ دوڑ سے کافی تھک گیا تھا چنانچہ سیدھا اپنی کوٹھی میں پہنچا، سب سے پہلی ملاقات نبیل سے ہوئی تھی، نبیل سامنے سے گزر رہا تھا، اس نے اسے آواز دی اور بولا۔

''میرے کمرے میں آؤ۔'' نبیل آفتاب احمد کے کمرے میں پہنچ گیا۔

''جی پپا۔''

''نبیل بڑا عجیب سا لگا ہے مجھے، میں نے پہلی ذمے داری تمھارے سپرد کی اور تم اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔'' نبیل نے گہری نگاہوں سے آفتاب احمد کو دیکھا پھر بولا۔

''پپا، آپ کوئی مناسب کاروبار میرے حوالے کرتے تو آپ یقین کیجئے کہ میں اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا، اگر ایک دل میں میں اپنے لیے محبت کے وہ جذبات نہیں پیدا کر سکا جس سے ہمارا مسئلہ حل ہو جاتا تو میرا خیال ہے آپ اسے ناکامی کا نام نہیں دے سکتے۔''

''یار اس دنیا میں وہی کامیاب لوگ قرار پاتے ہیں جو جس کام کا بیڑہ اٹھائیں اُسے پورا کر دکھائیں، خیر بہت چھوٹی سی بات ہے، میں اپنے شہزادے کو اس کے لیے سرزنش نہیں کر رہا، مگر ایک بات کہتا ہوں، یہ مسئلہ تو خیر اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتا، میرا خیال ہے میں اسے ساٹھ فیصد حل کر چکا ہوں، لیکن تم اپنی کوشش نہیں چھوڑو، اسے تمھارے قبضے میں آنا ہی چاہیے، بلکہ اس بات کے امکانات زیادہ ہیں کہ اگر تم اسے اپنی طرف راغب ہونے پر مجبور

کر دو تو آگے وہ ہمارے کام آ سکے، ہم اسے بلیک میل بھی کر سکتے ہیں۔'' نبیل نے گردن جھکالی، آفتاب احمد نے کہا۔

''خیر، میں نے بات کی ہے مسز شیرانی سے بھی، براہِ راست بات کر ڈالی ہے اور پیش کش بھی کر ڈالی ہے، دیکھو کس کروٹ اونٹ بیٹھتا ہے، ہمیں یہ کامیابی حاصل کرنی ہے۔''

نبیل نے باپ کو کوئی جواب نہیں دیا، وہاں سے رخصت ہو کر وہ اپنے کمرے میں آ گیا، لیکن اب وہ ایک شدید الجھن کا شکار تھا، پہلے بھی آفتاب احمد صاحب کے الفاظ نے اسے بُری طرح اُلجھا دیا تھا، ایک باپ اپنے بیٹے کو جو مشورے دے رہا تھا وہ شاید بہت کم باپوں نے اپنی اولادوں کو دیا ہوگا، یورپ میں رہنے کے باوجود نبیل نے اپنا ایک کردار قائم رکھا تھا، بے شک باپ کی خواہشوں کی تکمیل کے لیے اس نے کافی جدوجہد کی تھی، لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا اور اس کے بعد جب آفتاب احمد نے مثال کو پامال کرنے کی ہدایت کی تو نبیل ایک دم بھڑک گیا، وہ کم از کم اس کردار کا نوجوان نہیں تھا، اسے آفتاب احمد کی بات بہت بُری لگی تھی اور اس وقت بھی آفتاب احمد نے یہی الفاظ کہے تھے۔ آفتاب احمد ہی کے اشارے پر اپنے اعزاز میں دی جانے والی تقریب میں نبیل نے وہ گھٹیا سا فلمی انداز اختیار کیا تھا جس سے محبوباؤں کو جلن کا احساس دلایا جاتا ہے، لیکن وہ بھی اسے بہت عامیانہ سی بات لگی تھی، البتہ اس کا ردِ عمل اس کی توقع کے بالکل برعکس ہوا تھا، مثال نے ابھی تک اس سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا، نبیل تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا، وہ مثال سے خود بات کرنا چاہتا تھا۔ مثال اُسے فون پر مل گئی تھی۔

''ہیلو مثال، مَیں نبیل بول رہا ہوں۔''

''کیسے ہیں نبیل۔''

''ٹھیک نہیں ہوں، نبیل نے نڈھال آواز میں کہا۔''

''اللہ خیر کرے، کیا بات ہے۔''

''تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہی ہو۔''

''گاڑھی اردو سے مجھے الجھن ہوتی ہے ____ مما سے بھی یہی کہتی رہتی ہوں کہ مما

پلیز ____ آسان بات کیا کریں مجھ سے۔

''ناراض ہو مجھ سے ____؟''

''نہیں۔''

''جھوٹ بول رہی ہو۔''

''اور آپ یہ جملے کہہ کر گستاخی کر رہے ہیں۔ مثال نے سخت لہجے میں کہا۔ اور نبیل ایک دم سنبھل گیا۔''

''سوری مثال، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''کب۔''

''آج ____ ابھی۔''

''احمقانہ بات ہے۔ آپ کے خیال میں نبیل صاحب میں آپ کے فون کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔''

''مثال پلیز ____ بہت اُلجھا ہوا ہوں مَیں۔''

''کل شام چھ بجے مجھے فرصت مل سکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ اس وقت بھی مصروف ہوں اس لیے زیادہ بات نہیں کر سکوں گی۔ کل شام کے لیے مجھے بتا دیجئے۔''

''مثال میری بات سنو نبیل نے کہا مگر دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ نبیل ریسور ہاتھ میں لیے اُسے گھورتا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کیے۔ مثال نے فون اٹھا لیا تھا۔ نبیل نے کہا۔

''مثال ____ کل چھ بجے گلیکسی میں۔''

''پہنچ جاؤں گی، مثال نے کہا اور دوبارہ فون بند کر دیا۔''

○

سبحان کا اٹھا ہاتھ جمن کے منہ پڑا اور جمن کے دو دانت ہل گئے اس کے منہ سے خون نکل پڑا تھا، سبحان نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑا تو جمن رو پڑا۔

''معاف کر دو سبحان بھائی، مر جاؤں گا۔ معاف کر دو۔''

"یہ شریفوں کی کوٹھی ہے نمک حرامو! تم اسے چرس کا اڈا بنا رہے ہو۔"

"آپ نے ہی تو اجازت دی تھی سبحان بھائی۔"

"امتحان لے رہا تھا تمھارا ____ دیکھنا چاہتا تھا کہ مالکوں کے لیے تمھارے دل میں کتنی عزت ہے، مگر تمھیں چھوٹ دے دی جائے تو تم ____"

"مگر تم ہمارے مالک تو نہیں ہو ____ تم کیوں اسے مار رہے ہو۔ کریم خان نے بگڑ کر کہا۔ وہ ذرا طاقت ور آدمی تھا، کسی زمانے میں پہلوانی بھی کرتا رہا تھا۔ میں نے چونک کر کریم خان کو دیکھا، ایک لمحے دیکھتا رہا، پھر ایک آنکھ دبا کر رازداری سے بولا۔"

"اسی سوال کا تو انتظار کر رہا تھا کریم بھائی۔ تمھیں یہ سوال پہلے کرنا چاہیے تھا میری مجبوری تو تم نے پوچھی ہی نہیں، دیکھو بات کو پوری طرح سمجھو آؤ میرے ساتھ ____ سب آؤ ____! سبحان نے کہا اور کوارٹر کے پیچھے کی طرف چل پڑا ____ سب نے تجسس سے قدم بڑھا دیئے تھے۔ وہ انھیں کوارٹروں کے پیچھے لے گیا، پھر اس نے مسکراتے ہوئے کریم خاں کو آگے آنے کا اشارہ کیا اور کریم خاں سینہ تانے آگے بڑھ آیا۔ اس کے انداز میں فخر تھا جیسے دوسروں سے کہہ دیا ہو کہ دیکھا نہیں ایک جھڑکی میں اکڑ نکال دی۔

"میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ تم لوگوں پر میری ڈیوٹی لگائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ میں تم سب کو ٹھیک کروں۔"

"مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم لوگوں میں سے کوئی اکڑفوں دکھائے تو اس کی اچھی طرح پٹائی کروں اور اگر اس سے ناراض ہو کر وہ نوکری چھوڑنا چاہے تو شوق سے نوکری چھوڑ دے، کیا سمجھے۔"

"تمھیں پٹائی کرنے کا حق نہیں ہے سبحان اور پھر دوسرے لوگوں نے بھی تو چوڑیاں نہیں پہن رکھیں ہم بھی مرد کے بچے ہیں۔ بُرائی کے جواب میں بُرا کر سکتے ہیں۔"

"بالکل بالکل، پورا پورا حق حاصل ہے تمھیں اس بات کا بلکہ تم سب کو، اب میں نے جن کو مارا ہے، جن کو یہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنی بےعزتی کا بدلہ مجھ سے لے اور کریم خان اب اس کے بعد میں تمھیں بھی ماروں گا کیونکہ تم نے مجھ سے اکڑ کر بات کی ہے، چھوڑنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا چنانچہ اب معاملہ تم لوگوں کے ہاتھ ہے، تم سب کو چاہیے کہ مل کر

ی میری پٹائی کروتا کہ میں بھی تو یہ کہہ سکوں کہ بیگم صاحب، میں بھی تو انسان کا بچہ ہوں کوئی زن نہیں ہوں کہ سب کو ماروں اور کوئی مجھ سے کچھ نہ کہے کیا سمجھے اب دیکھو جیسے کریم خاں نے تمھیں تھپڑ مارا ____" یہ کہہ کر سبحان نے ایک زوردار تھپڑ کریم خان کے منہ پر ید کر دیا اور کریم خاں غصے سے آگ ہو گیا۔

"اس تھپڑ کے جواب میں تمھیں چاہیے کہ میری گردن دبا دو، مرد کے بچے تو یہی کرتے ا چلو آ جاؤ۔" کریم خان پر بھی جھلاہٹ سوار ہو گئی، اس نے سبحان پر حملہ کیا تو سبحان ہاتھ ائے بغیر زمین پر لیٹ گیا اور کریم خاں آگے دوڑتا ہوا رمضان سے ٹکرایا، سبحان اٹھا اور اس نے پلٹ کر ایک لات کریم خاں کے بدن کے پچھلے حصے پر رسید کر دی اور اس کے سامنے کھڑا گیا، کریم خان نے دونوں ہاتھ سیدھے کیے تو وہ پھر بیٹھ گیا اور ایک ٹکر کریم خان کے پیٹ ماری۔

"ابے آؤ، تمھارا ساتھی پٹ رہا ہے اور تم لوگ کھڑے دیکھ رہے ہو بےشرمو! مارو مجھے رد۔" اور واقعی ملازم سبحان پر ٹوٹ پڑے لیکن سبحان! وہ تو چھلاوہ تھا، وہ اچھل کر ان کے میان سے نکلا اور دور جا کھڑا ہوا، جو بھی اس کے سامنے آیا اس نے اس کے ایک تھپڑ رسید ردیا اور پھر یہ کھیل شدت اختیار کر گیا، وہ سب کے سب سبحان کو مارنے دوڑ رہے تھے اور ب چھوٹے سے ایریا میں سبحان ان سب کو چکر دیتا پھر رہا تھا، ان میں سے ایک بھی سبحان ے جسم کو ہاتھ تک نہیں لگا سکا تھا، یہ وہی منظر تھا جو مسز شیرانی نے دیکھا تھا اور سبحان پر لٹو ہو گئی ی، کوئی بیس منٹ تک وہ انہیں دوڑاتا رہا اور وہ کتوں کی طرح ہانپنے لگے، سبحان نے ھڑے ہو کر کہا۔

"دھت تیرے کی، سالے اپنے آپ کو مرد کا بچہ کہتے ہو، ایسے ہوتے ہیں مرد کے بچے۔" کسی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ زمین پر بیٹھ کر کتوں کی طرح ہانپنے لگے تھے۔

"تو دوستو، تم نے دیکھ لیا کہ مجھے کس لیے رکھا گیا ہے، میرا دوسرا کام یہ ہے تم میں سے بھی نوکری چھوڑ دے فوری طور پر اس کی جگہ دوسرا آدمی یہاں رکھوں اور میرے پاس ایسے ت سے آدمی موجود ہیں، مجھے بتا دو کون کون یہاں سے جانا چاہتا ہے، دوسری صورت میں یں تمھیں بتاؤں کہ اس گھر میں اب چرس نام کی کوئی چیز نہیں آئے گی، سب لوگوں کو اپنی

اپنی ڈیوٹی صحیح طریقے سے انجام دینا ہوگی، کسی نے کوئی گڑبڑ کی تو میں اسے بڑے پیار سے لے کر یہاں آؤں گا اور اس کے بعد اس کا جو حال ہوگا وہ تم نے دیکھ لیا ہے، ہے کوئی تم میں سے جو سر اُٹھائے، اٹھ جا کریم خاں، اٹھ جا، بہت جاندار ہے تو؟''

''نہیں سبحان بھائی بالکل جاندار نہیں ہوں۔''

''نہیں نہیں بہت اکڑ کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی تھی تو نے۔''

غلطی ہوگئی تھی سبحان بھائی معاف کردو، غلطی ہوگئی تھی۔''

''ٹھیک ہے، اپنے اپنے کام پر جاؤ، سمجھے، اپنے اپنے کام پر جاؤ۔'' ملازم کان دبا کر چلے گئے تھے، اسی وقت ہلکی ہلکی تالیوں کی آوازیں آئی تھیں۔ سبحان نے چونک کر دیکھا تو مہندی کی باڑھ کے پیچھے مسز شیرانی اور مثال کھڑی ہوئی تھیں، تالیاں وہی بجا رہی تھیں۔ سبحان کی نگاہ مثال کے چہرے پر جمی تو مثال مسکراتے ہوئے آگے آ گئی۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے اپنا قول نبھا دیا۔''

''نہیں چھوٹی بی بی قول کیا نبھا دیا بس یوں سمجھ لیجئے کہ دنیا سے ہماری جنگ ختم ہوگئی۔'' مسز شیرانی نے آگے بڑھ کر کہا۔

''نہیں سبحان دنیا سے تمھاری جنگ ختم نہیں ہوئی بلکہ اب تو اس جنگ کا آغاز ہوا ہے۔'' سبحان پھیکے سے انداز میں ہنس پڑا، پھر اس نے کہا۔

''ہم نہیں جانتے آنٹی، آپ نے ہمیں یہی حکم دیا تھا نا کہ ہم آپ کو آنٹی کہیں۔''

''تم مجھے ممی بھی کہہ سکتے ہو۔ ماں کہہ سکتے ہو تم مجھے۔'' سبحان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے پھر اس نے مثال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''چھوٹی بی بی ماں تو ایک ہی ہوتی ہے نا، دو تو نہیں ہوتیں۔''

''ہاں بے شک ماں ایک ہی ہوتی ہے سبحان، کاش ہم تمھاری ماں کے بارے میں جان سکتے۔'' سبحان خاموشی سے کھڑا ان دونوں کی صورتیں دیکھتا رہا پھر بولا۔

''دیکھیں گی میری ماں کو؟''

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' مثال کے بجائے مسز شیرانی نے کہا۔

''تھوڑا سا سفر کرنا پڑے گا آپ کو۔''

''کریں گے ایسی کیا بات ہے؟''

''تو پھر چلیئے، آپ نے میرے دل میں ماں بھڑکا دی ہے۔'' مثال نے مسز شیرانی کی طرف دیکھا اور مسز شیرانی نے کہا۔

''ٹھیک ہے، ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔'' تھوڑی دیر کے بعد سبحان ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا اسے راستے بتا رہا تھا، مسز شیرانی اور مثال کار کی پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھی ہوئی تھیں، دونوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ مسز شیرانی کی دلچسپی سبحان سے بدستور قائم تھی ______ اور وہ اس وقت سبحان کے بارے میں جاننا چاہتی تھیں، بہرحال سبحان کے بتائے ہوئے پتے پر گاڑی آگے بڑھتی رہی، پھر کار ایک نواحی شہر پہنچ گئی۔ سبحان نے مزید راستے بتائے اور تھوڑی دیر کے بعد گاڑی اس چھوٹے سے شہر کے قبرستان پہنچ گئی۔ مثال اور مسز شیرانی گہری نگاہوں سے ساری صورت حال کا جائزہ لے رہی تھیں، سبحان پر ایک بے خودی سی طاری تھی، کچھ دیر کے بعد وہ ایک قبر کے سرہانے پہنچ گیا، کچی سی معمولی قبر بنی ہوئی تھی، بس اس پر ایک پتھر لگا ہوا تھا اور یہ پتھر ہی اس قبر کی پہچان تھا، سبحان قبر کے سرہانے بیٹھ گیا۔

''یہ ماں ہے میری، میری ماں، بہت پُرانی بات ہے، بہت ہی پُرانی بات، ہم اسی شہر کے ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے، میرا باپ مجھ سے بہت محبت کرتا تھا، ماں بھی مجھے بہت چاہتی تھی، ہم لوگ وہی زندگی بسر کر رہے تھے جو اس طرح کے دیہاتی بسر کیا کرتے ہیں، خوش تھے مطمئن تھے، میں ایک چھوٹے سے پرائمری اسکول میں دوسری کلاس میں پڑھ رہا تھا کہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا وہ ایک حادثے کا شکار ہوا تھا، اسے کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا تھا تین دن تک زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار رہ کر وہ زندگی سے محروم ہوگیا تھا، اور آنٹی، ہم ماں بیٹے اکیلے رہ گئے، ہمارے پاس زندگی گزارنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ہم زندگی کے لیے جدوجہد کرتے رہے، بستی والوں نے ہماری تھوڑی بہت مدد کی، بستی کے

بزرگوں نے ماں کو مجبور کیا کہ وہ جوانی بیوگی میں نہ کاٹے، شادی کر لے، شادی کے نام سے ماں کانوں کو ہاتھ لگاتی تھی، لیکن جب فاقوں کی انتہا ہوگئی تو جان محمد ڈھلیے کے ساتھ میری ماں کا نکاح پڑھا دیا گیا، جان محمد ڈھلائی کا کام کرتا تھا، بہت سخت گیر اور نشے کا عادی تھا وہ، چند ہی روز کے بعد اس نے میری ماں کے ساتھ مار پیٹ شروع کر دی، وہ مجھ سے بھی جانوروں کی طرح کام لیتا تھا، مجھے پورے دن بھٹی کا پنکھا کھینچنا پڑتا تھا اور وہ سرخ لوہے کو پیٹ کر نجانے کیا کیا بناتا رہتا تھا، لیکن جب وہ نشے کے عالم میں میری ماں کو مارتا تو مجھے بہت دکھ ہوتا تھا، ماں کی بہت بُری حالت ہوگئی تھی۔ اس کے بدن پر جگہ جگہ زخموں کے نشانات تھے، جان محمد اسے جانوروں کی طرح پیٹتا تھا۔ پھر ایک بار میں نے ماں کو بچانے کے لیے اپنی پیٹھ اس کے سامنے پیش کر دی تو اس نے میری پیٹھ پر بے شمار زخم ڈال دیے، وہ جانور تھا بالکل اور اس کے دل میں انتقام کی آگ پروان چڑھ رہی تھی، پھر ایک دن جب اس نے ماں کو مار مار کر زمین بوس کر دیا اور ماں کے منہ سے خون نکلنے لگا پھر وہ بے ہوش ہوگئی تو میں نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کیا، ماں کو بڑی مشکل سے پلنگ پر ڈالا، کچھ گھنٹوں کے بعد وہ ہوش میں آ گئی۔ جان محمد معمول کے مطابق اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور اس وقت میں لوہے کی وزنی ہتھوڑے سے جو میری بساط سے کافی آگے کی چیز تھا لوہا کوٹ رہا تھا، لیکن میری آنکھوں میں ماں کی شکل گھوم رہی تھی اور پھر میری آنکھوں میں خون کی چادر پھیل گئی۔ میں نے ہتھوڑا جان محمد کے سر میں مارنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کے کندھے پر پڑا اور کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی، جان محمد نے کئی قلابازیاں کھائیں اور اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ لوگوں کو پتہ چل گیا تھا، بس مجھے پکڑ لیا گیا، پولیس کے حوالے کر دیا گیا اور پھر مجھے سزا ہوگئی بچوں کی جیل میں نجانے کتنے دن کاٹے میں نے، وہاں سے باہر نکلا اور اپنی بستی پہنچا تو پتہ چلا کہ ماں مر چکی تھی، گاؤں والوں نے اس کی تدفین کر دی تھی، جان محمد اپاہج ہو گیا تھا وہ مرا نہیں تھا، کچھ عرصے کے بعد وہ بستی کو چھوڑ کر چلا گیا، بس آنٹی یہ ہے میری زندگی کی کہانی، زندگی میں مجھے کبھی سکون نہیں ملا، ماں میرے لیے آسمان ہے، اس نے بڑے غم اٹھائے

تھے، اب آپ خود بتائیے کہ ماں جیسا کون ہو سکتا ہے۔ بتائیے مجھے، کون ہو سکتا ہے میری ماں جیسا؟'' سجان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، مثال بے اختیار ہو کر چند قدم آگے بڑھی اور اس نے سجان کا سر اپنے سینے سے لگا لیا، سجان کے آنسو ایک دم رک گئے، اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ مسز شیرانی غور سے اس کا جائزہ لے رہی تھی، اس نے مسکرا کر مثال کو آنکھ ماری، لیکن مثال بات سمجھ نہیں سکی تھی، وہ واقعی جذباتی ہو گئی تھی، اس کے دل میں رحم اور ہمدردی کا جذبہ جاگ گیا تھا، لیکن سجان اس جوان سینے کے لمس کو بڑے عجیب و غریب انداز میں محسوس کر رہا تھا۔

O

مسز شیرانی مسکراتی رہیں، اس مسکراہٹ میں کیا احساس اور جذبات چھپے ہوئے تھے، مثال ابھی اس قدر تجربے کار نہیں تھی کہ انہیں سمجھ سکتی، وہ سجان کی کہانی سے متاثر ہو گئی تھی۔ اور سجان اس وقت عجیب کیفیتوں سے گزر رہا تھا، مثال نے مدہم لہجے میں کہا۔

''ہاں ماں جیسا کوئی نہیں ہو سکتا سجان، واقعی کوئی نہیں ہو سکتا، میں تمھاری کہانی سے بہت دکھی ہوں، بہت اُداس ہوئی ہوں میں، کاش ماں زندہ ہوتی۔''

''اگر ماں زندہ ہوتی تو میں بہت مختلف ہوتا چھوٹی بی بی، بہت مختلف ہوتا، میری ماں مجھ سے جو کہتی میں وہی کرتا، پر اب تم خود سوچو کون ہے ایسا جو مجھ سے کچھ کہے اور میں اسے مانوں۔''

''آؤ واپس چلیں۔'' مثال نے کہا اور وہ لوگ کار کی جانب واپس بڑھ گئے، چونکہ ڈرائیور موجود تھا اس لیے مزید کوئی بات نہ ہو سکی لیکن کوٹھی میں پہنچنے کے بعد مسز شیرانی تو اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں، مثال سجان کے ساتھ اس کے کمرے میں آ بیٹھی۔

''بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں سجان جو انسان خود نہیں سمجھتا، دنیا اسے سمجھاتی ہے، اتنی گنجائش دل میں ضرور رکھنی چاہیے کہ اگر کوئی تم سے بہت زیادہ پیار سے پیش آتا ہے تو اس پر اعتبار کر لو۔''

''آپ ٹھیک کہتی ہیں، میں بس آپ کی ان باتوں کا آپ کو کیا جواب دوں۔''

''نہیں، سب ٹھیک ہے، میں چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو، میں کچھ بھی نہیں ہوں، مگر تمھارے لیے میں بہت کچھ بن کر دکھاؤں گی۔'' سبحان محبت بھری نگاہوں سے مثال کو دیکھنے لگا۔

''آرام کرو، اب تمھارے راستے مجھے منتخب کرنا ہیں، مگر ایک بات کا جواب دے دو، میری باتیں مانو گے۔''

''مانوں گا چھوٹی بی بی۔'' سبحان نے کہا اور مثال مسکراتی ہوئی وہاں سے باہر نکل آئی۔ سبحان پتھر کے بت کی طرح ایک جگہ خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا، اسی وقت ایک ملازمہ مثال کے پاس پہنچ گئی۔

''بیگم صاحبہ آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔'' مثال مسز شیرانی کے پاس پہنچ گئی۔ مسز شیرانی نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور بولیں۔

''صرف ایک بات کا جواب دے دو، تم اس کی کہانی سے متاثر ہو گئی تھیں، یا تم نے میرے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔''

''آپ کے منصوبے کا آغاز۔ کون سے منصوبے کا آغاز؟''

''مثال، میرا خیال ہے وہ وقت آ گیا ہے، جب میں تمھیں اس راستے کا رخ دکھاؤں جس راستے پر میں تمھیں چلانا چاہتی ہوں، دیکھو مثال، وہ لڑکا جس کا نام نبیل ہے، یا تو بذاتِ خود بے حد چالاک ہے، یا پھر اس کا باپ اس کو گائیڈ کر رہا ہے، وہ لوگ ہمارے ذریعے اپنے مفادات کی تکمیل چاہتے ہیں اس کا تو تمھیں اندازہ ہو گیا ہوگا۔''

''ہاں مما، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور مجھے افسوس ہوا ہے کیونکہ نبیل کے بارے میں جہاں تک میرا اندازہ ہے، بذاتِ خود وہ اتنا برا نہیں ہے، میں دعوے سے کہتی ہوں مما کہ وہ صرف اپنے باپ کے اشاروں پر چل کر یہ ساری باتیں کر رہا ہے، مما میں تو یہ کہتی ہوں کہ وہ جو چاہ رہا ہے اس میں اس کی مدد کر دیں، لیکن ______''

''کبھی نہ کہنا بیٹا مجھ سے، تمھاری بات میں ٹھکرا نہیں سکتی، لیکن یہ سمجھ لو یہ آغاز ہوگا، اچھا یہ بتاؤ ایک بار پھر بتاؤ مجھے، کیا اس لڑکے کو تم چاہنے لگی ہو؟''

''مما، ابھی نہ پوچھیے آپ مجھ سے، اگر وہ اپنے اس مطالبے سے اس خواہش سے دست بردار ہو جاتا ہے تو شاید میں آپ سے اس بات کا اقرار کر لوں اور اگر مما، وہ اپنی بات پر اڑا رہتا ہے تو میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اسے اپنے ذہن میں کہیں جگہ نہیں دوں گی، بنیادی وجہ یہ ہے کہ کوئی اگر اپنے مطلب سے میری جانب متوجہ ہوا ہے تو میں اتنی بیوقوف تو نہیں ہوں کہ اس کی ہر خواہش کو پورا کر دوں۔ اس کا مطلب ہے کہ میرا اپنا کوئی وجود کوئی مقام نہیں ہے، مما، ابھی مجھ سے اس بات کا جواب نہ لیں۔''

''اور سبحان کے بارے میں کیا کہتی ہو تم۔ کیا تم نے اسے اپنے دل میں کوئی مقام دے دیا ہے؟''

''وہ ماں کو ترسا ہوا انسان ہے، اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس کی شکل وصورت اور اس کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر میں اسے کوئی ایسا درجہ دے دوں گی ____ تو میں ایسا نہیں کروں گی، میں آپ کا اسٹیٹس بھی جانتی ہوں ____ اور اپنا مقام بھی، کسی سے پیار تو کیا جا سکتا ہے، مگر اس طرح جیسے انسان گائے کے ایک چھوٹے سے بچے سے پیار کرتا ہے، معصوم سا ہے وہ۔''

''دیکھو میں نے تمھیں ڈھکے چھپے الفاظ میں پہلے بھی بتایا تھا کہ میں اسے سڑک سے اس لیے اٹھا کر لائی تھی کہ وہ انتہائی پھرتیلا، بے حد بے جگر، انتہائی نڈر اور بہادر ہے، وہ کسی کی پروا نہیں کرتا، لیکن اس کی جو عمر ہے وہ ایسی ہے کہ اگر کوئی مصلح اسے مل گیا تو وہ صحیح راستوں پر بھی آ سکتا ہے، یہ میرا چھوٹا سا تجربہ تھا، میں یہاں اسے اس لیے لائی ہوں کہ اسے زندگی کے دوادوار سے گزاروں، پہلے تو اسے یہ سکھاؤں کہ جینے کے رنگ کیا ہوتے ہیں، سڑکوں کی زندگی زندگی نہیں ہوتی اور پھر اسے یہ بتاؤں کہ ایک اعلیٰ زندگی گزارنے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی مہارت، اس کی پھرتی اور اس کی بے جگری ہمارے بہت کام آ سکتی

ہے، میں اسے انسان نہیں بنانا چاہتی، وہ اس دور کا ایک شاطر ہو، دنیا کا ہر کام کر سکے، تم سے بھی میں یہی کہہ رہی ہوں، اصل میں تمھیں حیرت ہو رہی ہو گی کہ میں کتنی دوہری چال چل رہی ہوں، مختصر الفاظ میں تمھیں یہ بتاؤں گی کہ دنیا میرے ساتھ بہت کھیلی ہے، میرے بھی والدین تھے، کئی بھائیوں کا کنبہ تھا۔ اس کنبے میں میرا شوہر بھی شامل تھا، وہ ایک سیدھا سادہ اور معصوم سا آدمی تھا، باقی بھائیوں نے اپنی شادیاں اعلیٰ درجے کے گھرانوں میں کیں، لیکن وہ اسے پسماندہ رکھنا چاہتے تھے، وہ معصوم بھائی ہمیشہ ان کا آلۂ کار بنتا رہا، دانش اپنے بھائیوں کی پوجا کرتا تھا، وہ انہیں بہت بڑا مقام دیتا تھا، سچ یا جھوٹ جو بھی وہ کرتے، جو کہتے، وہ اسے کرنے پر آمادہ ہو جاتا، چنانچہ وہ لوگ اسے تختۂ مشق بناتے رہتے تھے، پھر ایک بار میری اس سے ملاقات ہو گئی، مَیں بھی ایک سیدھے سادے گھرانے کی فرد تھی، اس نے مجھ سے شادی کر لی اور اس کے بھائیوں نے اور بھاوجوں نے ہم دونوں میاں بیوی کو تیسرے درجے کا انسان بنا دیا، ہم اس گھر میں ملازموں کی طرح رہنے لگے، دانش اب بھی ان سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، پہلے تو میں نے بھی تمام صعوبتیں برداشت کیں، لیکن پھر مَیں کمر باندھ کر کھڑی ہو گئی، میں نے سوچا کہ دانش کو اس قدر پست نہیں رہنا چاہیے، میں نے جو مظالم ان لوگوں کے ہاتھوں اٹھائے ان کی تفصیل تو بہت طویل ہے، جانے دو اسے، بس یوں سمجھ لو کہ اس کے بعد میں نے دانش کو سنبھال لیا اور اسے اپنے راستوں پر چلانے لگی، میں جانتی تھی کہ اس دنیا میں آگے بڑھنے کے گُر کیا ہیں، چنانچہ میں نے ایک سوشل ورکر خاتون کا تعاون حاصل کیا اور ان کے ہاں نوکری کر لی، ان کے تعلقات بے پناہ تھے جن جن لوگوں سے ان کے تعلقات تھے میں نے ان سے پینگیں بڑھانا شروع کر دیں اور اس کے سارے منصوبے چوپٹ کر دیئے، یہاں تک کہ وہ ملک چھوڑ کر باہر چلی گئیں اور میں نے اس کا مقام سنبھال لیا، میں ان سارے بڑے لوگوں کو جانتی ہوں، اپنے مطلب کے ساتھی ہیں یہ، بڑے بڑے کلبوں، جم خانوں اور ایسی جگہوں پر جہاں یہ اعلیٰ درجے کے لوگ ہوا کرتے ہیں صرف سودے ہیں، سودے، یہ لوگ ہر اس شخص کی عزت کرتے ہیں جو ان کے مقاصد کی

تکمیل کر سکے، چنانچہ مثال میں نے انہی راستوں پر چلنا شروع کر دیا، تمھارے والد میرا بہت عرصہ ساتھ نہیں دے سکے، جس کا مجھے شدید افسوس ہے، میں دانش کو وہ مقام دینا چاہتی تھی جو انتہائی اعلیٰ منصب کا حامل ہو، لیکن افسوس ان کی عمر نے وفا نہ کی، تمھارے دونوں تایا مر گئے اور ان کے خاندان یورپ اور امریکہ منتقل ہو گئے، اس طرح میں نے اپنی زندگی کے لیے راستے بنائے ہیں، میں تمھیں بتاؤں، دل انسان کی زندگی میں ایک اہم مقام رکھتا ہے، بے شک جذبے، احساسات، محبت، ہمدردی کسی دل میں اٹھتی ہے، لیکن سب سے بڑا فاتح وہ ہے جو اپنے دل کو فتح کر لے، یہ احساسات، جذبات محبت بڑی قیمتی چیزیں ہیں، لیکن موجودہ دور جہاں بہت سی اقدار کھو چکا ہے، وہاں یہی جذبے سب سے غریب ہو کر رہ گئے ہیں، اور مجھے غربت سے نفرت ہے، مثال میرے بعد تم میرا منصب سنبھالو گی، سبحان کو تم نے جس طرح سینے سے لگایا میں نے سوچا کہ شاید یہ میری اس خواہش کا حصہ ہو جس میں مَیں نے تم سے کہا تھا کہ اس آدمی کو اپنی مٹھی میں جکڑنا ہے، لیکن اگر وہ کیفیت اس کی کہانی سے متاثر ہو کر پیدا ہوئی تھی تو بیٹی اسے اپنے ذہن سے نکال دو، سمجھ رہی ہو نا تم، جذبے انسان کو صرف رلاتے ہیں، ان کا کوئی بدل نہیں ملتا، میں کوئی جذباتی بات نہیں کر رہی، یوں سمجھ لو کہ یہی نظریہ میری ساری زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے اور میں ہر قیمت پر تمھیں انہی نظریوں کا حامل چاہتی ہوں۔'' مثال پتھرائی ہوئی سی ماں کی باتیں سن رہی تھی، بہت سے معاملات میں اسے یہ احساس تو ہوا تھا کہ ماں جوڑ توڑ کی ماہر ہے، لیکن اس بات کو اس نے ہمیشہ ماں کا اپنا کام سمجھا تھا، لیکن آج جو کچھ اس نے کہا تھا وہ بہت عجیب تھا، سہیلہ شیرانی یہ داستان سناتے ہوئے خود بھی ڈوب گئی تھی، پھر اس نے کہا۔

''جاؤ، میں تم سے کوئی جواب طلب نہیں کروں گی، غور کرنا سوچنا، پھر مجھے بتانا کہ میری باتیں کہاں تک درست ہیں اور کہاں تک غلط۔ اپنے بستر پر لیٹ کر مثال نے ان ساری باتوں پر غور کیا، سبحان پر غور کیا اور اسے احساس ہوا کہ بے شک سہیلہ شیرانی زمانے کی ٹھوکروں کا شکار ہو کر انتقامی جذبوں پر اُتر آئیں لیکن زندگی یہ تو نہیں ہے، دل نامی جو چیز

ہے اس میں جو کچھ اٹھتا ہے، وہی زندگی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

O

''کون ____؟'' مسز شیرانی نے چونک کر پوچھا۔

''وہ میڈم ____ ظہور ____ ظہور نام بتا رہے ہیں۔''

''بلاؤ ____ بلاؤ ____ مسز شیرانی جلدی سے بولی اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد کھرب پتی سیٹھ اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک خوبصورت بکے تھا، اس نے سلام کیا اور بکے مسز شیرانی کی طرف بڑھا دیا۔''

''یہ کیا ظہور صاحب۔''

''پھول عقیدت کا نشان ہوتے ہیں، میں رنگوں کے حوالے سے اپنی عقیدت کا اظہار کر رہا ہوں۔''

''آپ سے بہت کم ملاقاتیں ہوئی ہیں ظہور صاحب، اس لیے آپ کے مزاج کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، لیکن یہ دو جملے آپ کے ذوق کی نشاندہی کرتے ہیں ____ اپنے خلوص کا اظہار اگر خوبصورت الفاظ میں ہو تو زیادہ خوشی ہوتی ہے بڑی بات ہے اتنے مصروف ہونے کے باوجود آپ اس قدر خوش ذوق ہیں۔''

''یہی اندازہ تھا میرا میڈم شیرانی آپ کے بارے میں، اب میں اپنے جذبات کا اظہار کروں آپ یقین کیجئے اگر اپنے کسی عمل کی صحیح پذیرائی ہو جائے تو سب کچھ سود در سود وصول ہو جاتا ہے، آپ نے میرے جذبات کو سمجھا، میری عزت افزائی ہوئی بے حد شکریہ، اصل میں واقعی میری آپ سے بہت کم ملاقاتیں ہوئی ہیں، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم چاہے کتنا ہی دولت کما لیں، لیکن ایک صاحب اقتدار حیثیت کا مقام ہی الگ ہوتا ہے جیسے آپ۔ آپ کو جو برتری حاصل ہے، میں سمجھتا ہوں بڑے بڑے سرمایہ دار صنعت کار بزنس مین وہ مقام نہیں حاصل کر سکتے میڈم شیرانی جو قدرت نے آپ کو دیا ہے۔''

''بے حد شکریہ ظہور صاحب، آپ تو میرا سیروں خون بڑھائے دے رہے ہیں، ویسے

ہی کافی موٹی ہو رہی ہوں۔'' مسز شیرانی نے کہا اور ظہور بفیلو ہنسنے لگا پھر بولا۔

''آپ کے قیمتی وقت کے بارے میں جانتا ہوں، اصل میں بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، سیاست نہ تو میری منزل ہے اور نہ ہی میرا منصب، میرا شعبہ بالکل مختلف ہے، لیکن نجانے کیوں بڑے بڑے سیاست داں مجھے عزت و احترام دیتے ہیں اور اپنے مشوروں سے نوازتے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ وہ میرے کام بھی آتے رہتے ہیں، اکثر مجھے اپنی پرائیویٹ نشستوں میں بھی بلاتے ہیں، تو میڈم شیرانی ابھی چند روز پہلے ہونے والی ایک نشست میں جب کہ بہت سے لوگ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک عجیب تجویز سامنے آئی اور میں حیران رہ گیا، تجویز یہ تھی کہ وہ لوگ آپ کو الیکشن میں کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔''

''مجھے ____'' مسز شیرانی چونک پڑی۔

''ہاں میڈم، ان سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قدرت نے جو مزاج جو دماغ آپ کو دیا ہے اور جو مقام آپ کا ہے، اسے صحیح طور پر مکمل کرنے کے لیے آپ کو الیکشن میں کھڑا ہونا ہے، بھلا کس کی مجال ہے جو آپ کے مقابلے پر ٹک جائے۔ میڈم ہم آپ کو وزیر یا وزیر اعظم دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہیں آپ ظہور صاحب؟'' مسز شیرانی ایک دم ہونق سی ہو گئی، یہ تو ایک عجیب تصور تھا، ایک انوکھا خیال جو پہلے اسے کبھی نہیں آیا تھا، لیکن ظہور بفیلو کے ان الفاظ کے بعد اچانک ہی اس کی آنکھوں میں لاتعداد رنگ بکھر گئے تھے، وہ رنگ جو ان پھولوں میں بھی نہ تھے جو اس کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ ظہور بفیلو نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

''میں آپ پر اپنی برتری نہیں ظاہر کر رہا، لیکن آپ جیسی مخلص، انسان دوست اور عظیم شخصیت کو اس کا مقام ملنا چاہیے اور میں ہمیشہ یہ کام کرتا رہا ہوں، بہت سے لوگوں کو میں نے الیکشن لڑوایا ہے، اور خدا کے فضل سے میں جانتا ہوں کہ الیکشن میں کس طرح کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ میڈم، میرے ساتھ تیرہ افراد ہیں، چودھواں میں ہوں، یہ افراد سیاست

والے ہیں، سیاسی رنگ ڈھنگ سے اچھی طرح واقف اور ان سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ کو الیکشن میں کھڑے ہونا چاہیے، بتائیے کیا جواب ہے آپ کا؟''

''آپ نے تو مجھے ایک عجیب احساس کا شکار کر دیا ہے ظہور صاحب، بخدا میں نے پہلے اس بارے میں کبھی نہیں سوچا، لیکن آپ نے ایک عجیب خلل میرے دماغ میں پیدا کر دیا ہے۔''

''خلل نہیں میں آپ کو ایک پیش کش کرتا ہوں، اصل میں دیکھئے یہ معاملہ ہی کچھ لو اور کچھ دو کا ہے، الیکشن میں جتنی رقم خرچ ہوگی لاکھوں اور کروڑوں کے حساب سے وہ میں کروں گا، آپ کو ہر طرح کے لوگ مہیا کرنا میری ذمے داری ہے، آپ کو میرا ایک کام کرنا ہوگا۔''

''الیکشن کی بات چھوڑیئے وہ تو ہم لوگ آپس میں مل کر طے کر لیں گے، جو کام آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں وہ بتائیے۔'' مسز شیرانی نے جلدی سے کہا، انتظار ہی اس بات کا تھا، لیکن سچی بات ہے کہ ظہور بفیلو باقی تمام لوگوں سے زیادہ چالاک تھا، اس نے ایک ایسا رنگ دکھایا تھا مسز شیرانی کو کہ مسز شیرانی پوری طرح جال میں آ گئی تھیں، یہ انوکھا تصور کہ وہ الیکشن میں کھڑی ہوں اور کامیابی حاصل کریں، باقی تمام تصورات سے زیادہ خوبصورت تھا اور وہ اس سے بہت متاثر ہوئی تھیں، ظہور بفیلو نے کہا۔

''اصل میں لوگوں کی ہوس کا پیٹ نہیں بھرتا، ہوس کار ہمیشہ دوسروں کا راستہ روکنے میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی کچھ نہ کمائے، اب دیکھئے میری فیلڈ ذرا مختلف ہے، میں کنسٹرکشن کے کاروبار سے منسلک ہوں اور خدا کے فضل و کرم سے اس میں ایک مقام بنایا ہے، بہت سے لوگ اس فیلڈ میں ہیں، ان کے راستے الگ ہیں میرے الگ، میں فینسی کام کرنے کا عادی ہوں، شہر میں بڑے بڑے حسین گھر بنائے ہیں میں نے اعلیٰ درجے کے ہوٹل بنائے ہیں، آپ کو یقیناً ان کے بارے علم ہوگا، اس کے بعد میں پہاڑوں کی جانب متوجہ ہوا، سرزمین وطن کی حسین ترین وادیوں میں میں نے بڑے بڑے پروجیکٹ بنائے ہیں، مجھے ان کا تجربہ ہے، ایک اور صاحب اس فیلڈ میں کود رہے ہیں، میڈم اچھے نام سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں، میں جانتا ہوں کہ آفتاب احمد صاحب یا ان کے صاحبزادے کو جو یورپ سے تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں، کنسٹرکشن کے بارے میں الف ب تک پتہ نہیں ہے، وہ اس فیلڈ میں گھس رہے ہیں۔ آفتاب احمد بہت اچھے آدمی ہیں، میں انہیں برا نہیں کہہ رہا، لیکن میں جانتا ہوں ان کا مقصد کیا ہے، ایک پہاڑی ہے نگینہ آرچی کے نام سے جانی جاتی ہے، میرے پروگرام میں شامل تھی وہ، ذرا الگ تھلگ ہے اور وہاں تک جانے کے راستے بالکل مختلف، وہاں کے بارے میں میں نے یہ سوچا تھا کہ جب بھی میں اس طرف متوجہ ہوا، اپنا ایک سیون اسٹار بناؤں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی پُر فضا پارک، وہاں تک آنے والے صرف اسی ہوٹل میں قیام کے لیے آئیں گے، وہاں سے میں دوسری پہاڑیوں کے لیے لفٹ چیئر لگاؤں گا، میرا مطلب ہے کہ ایک الگ منصوبہ تھا میرے ذہن میں اور میں اپنے دو تین پروجیکٹ مکمل کرنے کے بعد اس زمین کے سلسلے میں حکومت کے ساتھ سلسلۂ جنبانی کرنا چاہتا تھا کہ یہ آفتاب احمد صاحب درمیان میں کود پڑے ان کے فرشتے بھی وہاں کچھ نہیں کریں گے، ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس جگہ کو خرید کر ڈال دیں اور اس کے بعد اس کی قیمت بڑھاتے رہیں اور اس زمین کو مہنگے داموں فروخت کر دیں اس سلسلے میں وہ متعلقہ محکموں تک پہنچ چکے ہیں، ابھی اس کی آرک رپورٹ دے دی گئی ہے، میڈم آپ کو اس سلسلے میں میری مدد کرنی ہے، اس سلسلے میں ضیاء احمد صاحب ہمارے کام آ سکتے ہیں وہ جو چاہیں فیصلہ کر سکتے ہیں، میں نے آپ سے پہلے ہی عرض کر دیا کہ یہ زمین مجھے ملنی چاہیے، اور اس کے بدلے میں آپ کو وزارت دلواؤں گا، الیکشن میں جتواؤں گا، میڈم آپ یوں سمجھ لیجئے کہ دولت کے پہاڑ پر قدم رکھیں گی آپ اور اس طرح آپ ان غریبوں اور مظلوموں کی اتنی بھرپور مدد کر سکتی ہیں جتنی عام حالات میں نہیں۔'' ظہور بفیلو نے وار پر وار کرتے ہوئے کہا اور میڈم شیرانی کھو سی گئی اس نے کہا۔

''ظہور صاحب، کیا آپ کو یقین ہے کہ میں الیکشن میں کامیاب ہو جاؤں گی؟''

''میں ہوں، میرا ریکارڈ دیکھ لیجئے آپ، چار نام آپ کے سامنے لے رہا ہوں، یہ چاروں وہ ہیں جن سے آپ ملاقات کر سکتی ہیں اور وہ آپ کو بتائیں گے کہ انہیں الیکشن میں

کامیاب کرانے میں میرا کیا عمل دخل ہے۔"

"میں جانتی ہوں ظہور صاحب میں جانتی ہوں، آپ نے ایک نیا تصور میرے ذہن میں ڈال دیا ہے، مجھے بھی نجانے کیوں اچھا لگ رہا ہے یہ سب کچھ۔"

"یہی نہیں، نگینہ آرچی کسی کے ہاتھ میں نہیں جانی چاہیے، میں آپ کو اس کے لیے پچاس کروڑ نقد دینے کو تیار ہوں۔"

"سب کچھ آپ ہی کا ہے ظہور صاحب، آپ بے فکر رہیں جو کچھ آپ چاہیں گے ہو جائے گا۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے آپ میرے لیے کام کیجئے اور میں آپ کے لیے کام کا آغاز کرتا ہوں۔" مسز شیرانی ہنس کر خاموش ہوگئی تھیں، ظہور بفیلو کی کافی خاطر مدارت کی گئی اور جب وہ چلا گیا تو مسز شیرانی عجیب سے خوابوں میں کھوگئی، اس نے سوچا کہ پہلے اس نے اس راستے کی طرف قدم کیوں بڑھائے تھے، پہلے کیوں اس موضوع پر نہیں سوچا تھا۔ یہ تو انوکھا خواب تھا ایک انوکھا نشہ جو اس کے پورے رگ و پے میں ایک عجیب سی اینٹھن پیدا کر رہا تھا۔

O

سبحان ماں کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے منہ سے مدھم مدھم آواز نکل رہی تھی۔ میں جانتا ہوں ماں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں چکور زندگی کے آخری لمحے تک چاند کی طرف اڑتا ہے مگر وہ کبھی چاند کو نہیں چھو پاتا ____ پروانے شمع کے شعلے میں گھس جانا چاہتے ہیں وہ شمع کی آغوش میں چھپ کر اپنے دل کی پیاس بجھانا چاہتے ہیں، مر جاتے ہیں، پر ماں یہی شاید زندگی ہے، کیا کہا تو نے ____ خود کو سمجھاؤں، ہاں ماں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں۔ ماں میرے دل میں مثال آ بیٹھی ہے بہت اچھی لگی ہے وہ مجھے مگر میں اُسے پا نہیں سکتا، میرے لیے تو وہ آسمان ہے۔ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مجھے اس کی محبت حاصل ہوگی میں اس پر کبھی اپنی محبت کا اظہار نہیں کروں گا۔ کبھی بھی نہیں مگر اُسے چاہنا تو میرا حق ہے۔ ماں میری زندگی تو گلیوں اور سڑکوں کی زندگی ہے۔ کیا میں واپس سڑکوں پر چلا جاؤں آنٹی بے وقوف ہے۔ میر

ں کا احترام ضرور کر سکتا ہوں اسے تیری جگہ تو نہیں دے سکتا۔ اور پھر ____ تھوڑا سا تجربہ تو مجھے بھی ہے دنیا کا ____ ماں اس کی آنکھوں میں مجھے ماں نظر بھی نہیں آتی ____ مجھ سے کچھ چاہتی ہے جس کے لیے اُس نے ماں کے نام کا ڈھونگ رچایا ہے۔ اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں میں ____ مگر مثال ____ وہ مثال کی ماں ہے مثال نے میرے گال پر تھپڑ مارا تھا ____ ماں کی توہین سے ناراض ہو کر، مجھے اچھا لگا تھا، کوئی میری ماں کی توہین کرے تو میں اسے زندہ دفن کر دوں اس نے تو بس تھپڑ ہی مارا تھا ____ تجھے سب کچھ بتا دیا، دل ہلکا ہو گیا، طبیعت بڑی بوجھل ہو رہی تھی، چلوں ____ پھر آؤں گا۔ تیرا جب دل چاہے مجھے بلا لیا کر ____!

اس نے ماں کی قبر پر ڈالے ہوئے پھولوں میں سے ایک پھول اُٹھایا اور اسے آنکھوں سے لگاتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔

"فاصلے طے ہوئے اور وہ مسز شیرانی کی کوٹھی میں داخل ہو گیا، ملازموں پر اس نے خوب رعب ڈال رکھا تھا وہ اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ مثال اور مسز شیرانی خوش تھیں، اب سبحان نے وہ شرارتیں کرنا بھی چھوڑ دی تھیں جن سے گھر والوں کا ناک میں دم ہو گیا تھا خاص طور سے نوری کی جان چھوٹ گئی تھی۔ سبحان کو اس کی کمزوری پتہ چل گئی تھی، عموماً یوں ہوتا کہ جونہی نوری کچن میں داخل ہوتی سبحان کچن کے دروازے کے پاس چھپ کر کھڑا ہو جاتا، نوری یقیناً کچھ لینے ہی کچن میں داخل ہوتی تھی، پھر جونہی وہ کچن سے نمودار ہوتی سبحان ایک دم سامنے آکر منہ سے دھاڑ نکالتا اور نوری کی چیخ کے ساتھ برتنوں کی کھنکھناہٹ سنائی دیتی اور ملازم دوڑ پڑتے۔ پھر یہ شروع ہو گیا کہ اگر دن میں ٹوٹ پھوٹ کے دو چار اتفاقات نہ ہوتے تو تعجب ہوتا تھا، لیکن اچانک سناٹا چھا گیا تھا۔ سبحان گوشہ نشین ہو گیا تھا یا سامنے بھی آتا تو کوئی ہنگامہ نہ کرتا۔

اس وقت بھی گھر میں داخل ہوا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لیکن چند ہی منٹ گزرے تھے کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور سبحان نے نظریں اٹھا کر دیکھا! نوری چائے کی ٹرے لیے دروازے میں کھڑی تھی۔

سبحان حیران رہ گیا ____ نوری پہلی بار اس کے کمرے کے پاس آئی تھی ورنہ وہ تو اس کی شکل سے بھاگتی تھی، یہ چائے کا وقت بھی نہیں تھا۔ خود بخود سبحان کے دل میں شرارت نے سر ابھارا اور وہ بندر کی طرح خوخیا کر بستر سے نیچے کودا۔ ایسا کوئی عمل تو نوری کے لیے موت جیسا تھا لیکن وہ اپنی جگہ ٹس سے مس نہ ہوئی، سبحان نے ایک اور چھلانگ لگائی اور نوری کے بالکل پاس آ گیا ____ لیکن کچھ نہیں ہوا تو وہ خود حیران ہو گیا۔

''یہ اچانک تم بہادر کیسے ہو گئیں؟'' اس نے کہا اور نوری نے چائے کی ٹرے سامنے کر دی۔ ''چائے'' ____ یہ چائے کا وقت تو نہیں ہے کس نے کہا تھا تم سے چائے کے لیے۔

''نوری نفی میں گردن ہلانے لگی۔''

میں تو شربت پیوں گا ____ سبحان نے کہا۔ اور وہ ہو گیا جو نہیں ہوا تھا۔ نوری نے اچانک چائے کی ٹرے چھوڑ دی اور اچھل کر بھاگی چائے کی چھینٹوں سے بچنے کے لیے سبحان کو بھی اچھل کر پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔ یہ کیا ہوا ____ اس کے منہ سے نکلا اسی وقت ایک ملازم برتن گرنے کی آواز پر آ گیا۔

''اٹھا لوں صاب ____ اس نے کسی اور سوال کے بغیر پوچھا ____ ٹوٹے برتن اٹھانے کی باقاعدہ ڈیوٹی ہوتی تھی۔''

''ایں ____ ہاں اٹھا لو ____ لگتا ہے اس کی بیٹری کچھ خراب ہو گئی ہے سبحان نے آہستہ سے کہا۔''

''کس کی ____؟''

''نوری کی ____ جب میں نے اُسے ڈرایا تو وہ خاموش کھڑی رہی، پھر اچانک اس نے برتن پھینک دیے۔''

''دیر میں ڈری ہو گی صاب، ملازم نے برتن سمیٹے اور وہاں سے چلا گیا۔ ابھی سبحان پلٹ کر اندر واپس بھی نہیں پہنچا تھا کہ اسے پھر آہٹ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور اس کے حلق سے ایک غیر اختیاری آواز نکل گئی۔ نوری دوسری ٹرے سنبھالے کھڑی تھی اور

ٹرے میں ایک خوبصورت جگ اور گلاس رکھا ہوا تھا جگ میں صندل کا نفیس شربت بھرا ہوا تھا۔ اور نوری کے ہونٹوں پر اس سے بھی زیادہ نفیس مسکراہٹ تھی۔ اس بار وہ دروازے سے اندر آ گئی تھی۔

''آج تو تم مجھے ڈرا رہی ہو نوری ____ یہ ہو کیا رہا ہے آخر ____ سبحان نے کہا۔''

''نوری نے بڑے اعتماد کے ساتھ جگ سے شربت کا گلاس بھرا اور اُسے سبحان کو پیش کیا۔''

''میں نے تو مذاق کیا تھا نوری ____ سبحان بولا اور نوری نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور گلاس اس کے سامنے کر دیا۔ سبحان کو اس کی یہ ادا بھی بہت پیاری لگی ____

''لگتا ہے آج تم نے کوئی طاقت کی دوا کھا لی ہے۔''

''نوری نے بڑا پیارا سا منہ بنا کر گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔''

''ڈر ہی نہیں رہیں مجھ سے۔'' بولا اور نوری نے زور زور سے نفی میں گردن ہلا دی۔

کبھی نہیں ڈرو گی مجھ سے۔ سبحان نے شربت کا گلاس لے کر کہا۔ نوری نے پھر انکار کر دیا۔

کیوں ____؟ سبحان نے پوچھا اور نوری کے چہرے پر ابھر آنے والے تاثرات دیکھنے لگا پھر وہ بُری طرح چونک پڑا اور اس کے منہ سے نکلا ____ ''نوری'' ____ نوری اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر بھاگ گئی ____ سبحان شربت کا گلاس ہاتھ میں لیے بیٹھا رہ گیا۔ وہ ناتجربے کار بالکل نہیں تھا وقت نے سب کچھ سکھایا تھا اسے بس بیکار باتوں پر اس نے کبھی توجہ نہیں دی تھی۔ نوری کے اس وقت کے چہرے کے تاثرات اس کے دل کی توجہ بن گئے تھے۔ بے وقوف لڑکی اپنے جذبات کا شکار ہو گئی تھی محبت کرنے لگ گئی تھی اس پاگل دیوانے سے۔

''مزے کی بات ہے، یہ دیوانی مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔ میں مثال سے محبت کرتا ہوں اور مثال ____ اگر میرا خیال غلط نہیں تو اس لڑکے سے جس کا نام شاید نبیل ہے۔''

''سبحان نے شربت کا پورا گلاس ایک سانس میں خالی کر دیا اور جگ کی طرف دیکھنے

لگا ____ پھر اس نے گلاس رکھ کر جگ اٹھالیا اور سینے کی آگ بجھانے لگا۔ پھر اس کے حلق سے آواز نکلی۔''

''پاگل ہیں، سب پاگل ____ کون جانے کسے کیا ملے گا ____ ملے گا، یا نہیں۔ اور وہ ماں ____ ہا ____ ماں ____!''

O

انہونی تھی، مسز شیرانی تو بہت عرصے سے سوشل ورک کررہی تھیں، اس سے پہلے کبھی انہوں نے الیکشن میں کھڑے ہونے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا، لیکن اب اچانک ان کا نام منظر عام پر آ گیا تھا، بُری طرح کھلبلی مچ گئی تھی، مدمقابل دو افراد تھے، رانا فیروز اور غازی سجاد، دونوں ٹکر کے لوگ تھے، بہت سے سرکاری عہدے اپنے پاس رکھ چکے تھے، الیکشن لڑنا جانتے تھے، دونوں نے ایک دوسرے کو دعوت دی تھی کہ وہ اپنے مفادات پورے کر کے دوسرے کے حق میں بیٹھ جائے کیونکہ مقابلہ بہت سخت ہوگا، لیکن یہ تیسرا نام جو منظر عام پر آیا تھا اس نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا، دونوں آپس کا چیلنج بھول گئے، رانا فیروز نے غازی سجاد کو ٹیلی فون کیا۔

''سنا غازی سجاد۔''

''میں آپ کو فون کرنے ہی والا تھا رانا صاحب۔''

''مل لو مجھ سے، تم آجاؤ یا میں آجاتا ہوں۔''

''میں پہنچ جاتا ہوں آپ کے پاس۔'' غازی سجاد، رانا فیروز کے پاس پہنچ گیا، دونوں شدید مخالف جو کل تک ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالتے رہے تھے، بڑی محبت سے ایک دوسرے سے گلے ملے۔

''میں پوچھتا ہوں یہ آخر ہوا کیسے، پچھلی نشستوں میں تو مسز شیرانی نے ایسا کوئی اظہار نہیں کیا تھا۔''

''معلوم تو کرنا چاہیے۔''

''پھر بولو کیا کرنا ہے؟''

''ایسا کرو، مل لیتے ہیں یا پھر ٹیلی فون۔''

''نہیں ٹیلی فون پر ہی بات کرنا مناسب ہوگا۔ اس وقت ساری نگاہیں ہم پر ہوتی ہیں، ایک ایک بات لوگوں کے علم میں آجائے گی اور پھر پارٹی کی طرف سے بھی مخالفت ہوسکتی ہے، ہمارا تمہارا ملنا ایک الگ بات ہے۔'' مسز شیرانی کو فون کیا گیا، مسز شیرانی نے باقاعدہ اپنے آفس کو الیکشن آفس میں تبدیل کرلیا تھا، ظہور بفیلو نے تجربے کار اسٹاف بھی فراہم کردیا تھا جو ضروری کارروائیاں کررہا تھا، رانا فیروز نے مسز شیرانی سے بات کی۔

''میڈم شیرانی بول رہی ہیں۔''

''کون صاحب؟''

''میں رانا فیروز ہوں۔ آپ کا دیرینہ خادم۔''

''رانا صاحب کیسے یاد کرلیا، کیسے مزاج ہیں آپ کے۔''

''میرا خیال ہے کچھ چھیڑ چھاڑ کا موڈ بن گیا آپ کا مسز شیرانی، ہم تو خادموں میں ہیں، ہر خدمت کے لیے ہمیشہ اپنے آپ کو پیش کیا ہے، غازی سجاد میرے پاس موجود ہیں۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں، آپ میرے دیرینہ کرم فرما ہیں، میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔''

''بھئی یہ معلوم کرنا تھا کہ اچانک الیکشن لڑنے کی کیا سوجھی؟''

''بس دوستوں نے مجبور کیا، کچھ نہ کچھ تو تبدیلیاں ہونی چاہئے ہیں زندگی میں، ہم نے سوچا کہ چلو الیکشن الیکشن ہی کھیل لیتے ہیں۔''

''یہ کھیل نہیں ہوتا میڈم شیرانی۔''

''کہنے میں کیا ہرج ہے۔؟''

''بھئی دیکھئے ایک بات سنئے، ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے، میں اور غازی سجاد ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں، یہ کام ہم دونوں کے درمیان رہنے دیجئے، بلکہ میں تو غازی سجاد سے بھی یہی کہوں گا کہ میرا مقابلہ نہ کریں اور جو چاہیے وہ بتادیں اور معاف کیجئے گا

میڈم، آپ سے بھی یہی عرض کر رہا ہوں میں، یہ سیاست کا کھیل ہم لوگوں کے لیے رہنے دیں، آپ کا اپنا نیٹ ورک بہت مضبوط ہے۔"

"ڈر رہے ہیں رانا صاحب؟" مسز شیرانی نے کہا، رانا فیروز بڑا غصہ ور آدمی تھا، ان الفاظ پر جل کر بھسم ہو گیا، ان الفاظ پر دوسری بات نہیں کی اور فون بند کر دیا۔

"کہہ رہی ہے کہ ڈر رہے ہیں رانا صاحب، یہ وقت آ گیا کہ ایک عورت ہم سے یہ بات کہہ رہی ہے، کیا کہتے ہیں غازی سجاد؟"

"سوچنا پڑے گا۔"

"جو سوچو مجھے بتا دینا۔" رانا فیروز نے کہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے حلقوں میں کھلبلی مچ گئی تھی، ضیاء احمد صاحب نے ٹیلی فون کر کے مسز شیرانی کو مبارک باد دی۔

"بھئی خوب فیصلہ کیا آپ نے اور اچانک کیا، میری طرف سے دلی مبارک باد، اور صرف مبارک باد ہی نہیں بلکہ جو بھی خدمت ہو بے تکلفی سے بیان کر دیجیے گا۔"

"سب سے پہلے تو آپ کی محبت اور دعائیں چاہئیں، کوئی ضرورت ہوئی تو بھلا اور کوئی ہے میرے لیے جسے اطلاع دوں۔"

ضیاء احمد صاحب نے اپنے خلوص کا بھرپور یقین دلایا، اصل میں اس خلوص کا انہیں بڑا بھرپور معاوضہ مل چکا تھا، جو ظہور بفیلو کے سلسلے میں تھا، سہیلہ شیرانی نے ظہور بفیلو سے موصول شدہ نذرانہ ایک بڑی تعداد میں ضیاء احمد صاحب کو بھجوا دیا تھا۔ ادھر آفتاب احمد بھی دو خبروں پر اچھل پڑا، اس نے معلومات حاصل کی، اس کے علاوہ اخباری خبر بھی تھی۔ جس میں ظہور احمد کی طرف سے اشتہار دیا گیا تھا اور یہ اشتہار نگینہ آرچی کے بارے میں تھا، جہاں ایک اعلیٰ درجے کا سیون اسٹار ہوٹل شروع کیا جانے والا تھا، آفتاب احمد کے حلق سے ایک تیز چیخ نکلی۔

"نکل گئی آہ نکل گئی۔" اور اس کے بعد اس نے اپنے آدمیوں سے رابطے قائم کیے، وہ شخص یا وہ افراد جنھیں چھ لاکھ روپے ادا کر کے آرک رپورٹ رکوائی گئی تھی، ٹیلی فون پر موجود تھے۔

"یہ کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں سر، آرک رپورٹ ریلیز ہو گئی، آپ کی درخواست بھی تو موصول ہو گئی تھی، ظہور بفیلو نے بھی درخواست دی تھی اور اس کے بعد باقی معاملات طے ہوئے تھے، زمین انہیں مل گئی۔"

"مگر کیوں، میں نے بھی تو ہر طرح کی پیش کش کر دی تھی؟"

"سر، آپ یہ سوال اپنے ہم منصب لوگوں سے کیجیے۔" ان الفاظ کے ساتھ فون بند ہو گیا، آفتاب احمد کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا، اس نے فوراً ہی تیاریاں شروع کر دیں، لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا، نبیل نے دور سے باپ کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا اور عجیب سے احساس کے ساتھ اسے دیکھتا رہ گیا تھا، ادھر آفتاب احمد گاڑی دوڑاتا ہوا مسز شیرانی کے بنگلے پر پہنچ گیا، مسز شیرانی کے بنگلے کے آس پاس بڑے بڑے بینر لگے ہوئے تھے، آفتاب احمد پیچ و تاب کھاتا اندر داخل ہوا اور اس نے اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی تو مسز شیرانی کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ تھوڑی دیر انتظار کرے، میٹنگ چل رہی ہے، کوئی میٹنگ نہیں تھی، مسز شیرانی کو اندازہ تھا کہ آفتاب احمد پہنچے گا، وہ یہ جانتی تھی کہ کس طرح کے لوگوں سے کونسا رویہ اختیار کرنا مناسب ہوتا ہے، تھوڑی دیر انتظار کے بعد آفتاب احمد کو اندر بلا لیا گیا، اس دوران آفتاب احمد نے اپنے آپ پر قابو پایا تھا اور سوچتا رہا تھا کہ اُسے کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے، مسز شیرانی کے سامنے پہنچا تو بالکل معتدل ہو چکا تھا۔

"آئیے آفتاب صاحب۔"

"دلی مبارک باد مسز شیرانی، لیکن آخر یہ ہوا کیسے، آپ تو اس مزاج کی انسان نہیں تھیں۔" مسز شیرانی ہنسی اور بولی۔

"میں تو کسی بھی مزاج کی انسان نہیں ہوں آفتاب احمد صاحب، بس آپ جیسے محبت کرنے والوں کے درمیان جی رہی ہوں، آپ لوگ جس طرف بھی چاہتے ہیں مجھے دھکیل دیتے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہوا کہ مجھے الیکشن لڑنا چاہیے، منع کیا، معذرتیں کیں، مگر نہ مانے، دوستوں کے لیے جینے والوں کو تو اپنی خواہشوں کی قربانی دینی ہی پڑتی ہے، سو میں نے کہا

ٹھیک ہے جیسا آپ لوگ کہیں۔''

''ہاں ہاں بے شک بے شک، ویسے میڈم، میں اس زمین کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں، میرا مطلب ہے نگینہ آرچی، مجھے تو آپ نے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ میرے ہاتھ سے نہیں نکلے گی۔''

''میں نے یقین دلایا تھا، پہلی بات تو یہ ہے آفتاب احمد صاحب کہ آپ بڑے گھٹیا انداز میں جھوٹ بول رہے ہیں، کوئی عقل کی بات ہے کہ میں کوئی پہاڑی بیچ دوں گی، بابا میرے اختیارات ہی کیا ہیں، آپ جیسے لوگوں سے اپنے کسی کام کے لیے درخواستیں کرلیتی ہوں، مان لی سو مان لی، نہ مانی تو خاموش ہوگئی، بات کی تھی میں نے کئی لوگوں سے، لیکن ظاہر ہے صرف بات ہی کی تھی، کوئی زبردستی تو نہیں کرسکتی میں۔''

''جی جی جی، میرا خیال ہے ظہور بفیلو نے آپ کو مجبور کردیا، یقینی طور پر اس الیکشن میں وہ آپ کو سپورٹ کررہے ہوں گے، وہ الیکشن کا کھیل اچھی طرح جانتے ہیں۔''

''اور کچھ۔'' مسز شیرانی نے بدستور خوش اخلاقی سے پوچھا۔

''یہ اچھا نہیں کیا آپ نے۔''

''کتنی تعلیم ہے آپ کی آفتاب احمد صاحب؟''

''کیوں خیریت؟''

''میرا مطلب ہے پتہ نہیں چل سکا آج تک آپ کی تعلیم کے بارے میں، آج آپ کے الفاظ پر یہ احساس ہورہا ہے کہ تعلیم کی کچھ کمی ہے آپ کے اندر، ورنہ جملوں کا انتخاب تو کم از کم مناسب کرلیتے، میرے گھر میں بیٹھ کر مجھے دھمکی دے رہے ہیں کہ یہ اچھا نہیں کیا میں نے، جوابی دھمکی کیسی ہوسکتی ہے، آپ کو شاید اس کا پتہ نہیں ہے۔''

''گویا سارا کام مکمل ہے، اوکے دیکھتے ہیں بات کہاں تک پہنچتی ہے، اچھا ____''

''خدا حافظ نہ کہیں کیونکہ رسمی طور پر بھی یہ الفاظ بہت اچھے معنوں میں آتے ہیں۔'' مسز شیرانی نے کہا اور سامنے رکھا ہوا فائل اٹھالیا، آفتاب احمد شدید جنون کے عالم میں باہر نکل آئے تھے، دماغ ہوا میں اُڑ رہا تھا، کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی، بڑی تیز رفتاری سے

کار ڈرائیو کرتے ہوئے گھر میں ہی داخل ہوئے تھے اور اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ نقصان پر نقصان، کب سے یہ سلسلہ چل رہا تھا، زرقون کے معاملے میں کروڑوں روپے کا نقصان ہوا تھا اور اس کے بعد نجانے کیا کیا آس لگا رکھی تھی کہ سارے نقصان پورے ہوجائیں گے، لیکن یہاں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا، سیدھی سیدھی بات تھی کہ ظہور بفیلو نے بھرپور کوشش کرڈالی تھی، کاروبار کی دنیا کے آدمی تھے، جانتے تھے کہ کون سا کام کس طرح ہوجاتا ہے، ساری چالیں ناکام رہی تھیں، تقدیر کا مارا نبیل بھی اسی وقت کمرے میں داخل ہوا تھا، باپ کو اس طرح بیٹھے دیکھ کر اس نے کہا۔

''کیا بات ہے پپا، آپ بڑی تیزی کے عالم میں باہر گئے تھے اور اب اس طرح اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں؟''

''صحیح لفظ استعمال کیا تم نے بیٹے، اکیلے بیٹھے ہونے کا لفظ بالکل صحیح ہے اس وقت، بڑا اکیلا محسوس کررہا ہوں اس وقت میں اپنے آپ کو، کوئی ساتھ ہی نہیں دے پا رہا۔''

''سمجھا نہیں پپا۔''

''ہاں تم واقعی سمجھے نہیں ہو، اب مجھے کیا معلوم تھا کہ ملک سے باہر جانے کے باوجود تم اس قدر نا سمجھ رہو گے۔''

''مجھ سے ناراض ہیں، کسی بات پر؟''

''یار کمال کرتے ہو، میں نے جس قدر محنت سے یہ دولت جمع کی ہے اب سوچتا ہوں کہ اسے جمع کرنے کے بجائے ضائع کرنے والے زیادہ موجود ہیں، تم یہ بتاؤ کہ میں تمہیں نجانے کیا کیا سمجھاتا رہا ہوں، کیا کیا ہے تم نے اب تک، میں نے ایک بھرپور وار کیا تھا تمہاری طرف سے میں نے چاہا کہ مسز شیرانی کی بیٹی کو تم پوری طرح اپنی مٹھی میں جکڑ لو، ہر طرح کے مشورے دیتا رہا تمہیں، وہ مشورے جو کوئی باپ اپنی اولاد کو نہیں دے سکتا، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں ہوا ہے، میرا خون ہے تمہاری رگوں میں، میں تو ہمیشہ آتش رہا ہوں ____ تم اس قدر برف کیسے ہوگئے، ایک معمولی سی لڑکی تمہارے جال میں نہیں پھنس سکی۔''

''پپا، ایک بات کہوں آپ سے، مثال نے ہر طرح مجھ سے تعاون کیا تھا، میرے سامنے اپنی ماں سے بہت بار اس نے آپ کے کام کے لیے سفارش کی تھی، اب ظاہر ہے اگر میں مثال کو قابو میں کر بھی لیتا تو اس کی ماں کو تو قابو میں نہیں کر سکتا تھا، مسز شیرانی کے بارے میں مجھے یہ اندازہ بھرپور طریقے سے ہو چکا ہے پپا کہ وہ ایک انتہائی چالاک خاتون ہیں، اپنے مفادات کو پورا کرنا اچھی طرح جانتی ہیں، ہم انہیں وہ آفر نہیں کر سکے جو ہمارا کام کر دیتی، آپ نے دوسرے راستے اختیار کرنا چاہے، اب اس میں سو فیصدی تو کامیابی ممکن نہیں تھی، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ نے تقریب میں وہ پروگرام رکھا اور مجھے کہا کہ میں دوسری لڑکیوں کو اپنی جانب متوجہ کر کے مثال کو دلبرداشتہ کروں وہ اور بھی خراب ہو گیا، اس دن کے بعد سے آج تک مثال نے مجھ سے رابطہ نہیں قائم کیا۔''

''اور تم نے۔'' آفتاب احمد نے پوچھا۔

''مم ____ میں، میں نے بھی نہیں۔''

''واہ ____ کمال کیا تم نے، خیر سنو، وہ جو کہتے ہیں نا کہ بلی کھاتی نہیں لڑھکا دیتی ہے، دولت کی میرے پاس کمی نہیں ہے، ہم تو اس کھیل کے کھلاڑی ہوتے ہیں، کھیل جاری رہے گا، اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''جی پپا بتائیے۔''

''مسز شیرانی کو منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑو، مثال کو پامال کر دو، میں تمہیں پورا پلان دیتا ہوں اور یہ میرا آخری پلان ہے اس پر بھرپور عمل ہونا چاہیے۔'' آفتاب احمد نبیل کو مدھم لہجے میں بتاتا رہا، نبیل عجیب سی نگاہوں سے باپ کو دیکھ رہا تھا، آفتاب احمد کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک تھی، انہوں نے کہا۔

''اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے، کچھ لوگ اپنا ایک مخصوص انداز رکھتے ہیں اور برائی کو فروغ دینے والے یہی لوگ ہیں، جاؤ تیار ہو میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو؟'' آفتاب احمد نے ترش لہجے میں کہا اور نبیل کمرے سے باہر نکل آیا، دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے مسز شیرانی کے گھر کے نمبر ڈائل کیے، کسی ملازم نے فون اٹھایا تھا، اس نے مثال کے بارے میں پوچھا اور چند لمحات کے بعد مثال سے رابطہ قائم ہو گیا۔

''مثال میں نبیل بول رہا ہوں۔''

''جی نبیل، کہیے کیسے ہیں آپ۔'' مثال بالکل نارمل لہجے میں بولی۔

''مثال! اس پارٹی کے بعد سے آج تک آپ نے مجھ سے رابطہ نہیں قائم کیا۔''

''ہاں بس ایسے ہی، کوئی وجہ نہیں تھی، میں نے سوچا کہ جب آپ کو فرصت ہو گی، آپ مجھے مخاطب کر لیں گے، میں کسی کی مصروفیتوں میں خلل انداز نہیں ہوتی۔'' مثال کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''مثال میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''آ جائیے، گھر آنے سے کسی نے منع کیا ہے آپ کو؟''

''میں آپ سے گھر پر نہیں ملنا چاہتا۔''

''کیوں؟''

''مجھے آپ سے بہت ضروری کام ہے، بہت ہی ضروری۔''

''اچھا پھر بتائیے کیا کرنا ہے؟''

''آپ پلیز یوں کیجیے کہ اپنی کوٹھی سے باہر آ جائیے اور پیدل چلنا شروع کر دیجیے میں آپ کو پک کر لیتا ہوں۔''

''میرے پاس گاڑی ہے، آپ کیوں آ رہے ہیں؟''

''مثال آج اگر ممکن ہو تو میری بات مان لیجیے آپ، اس کے بعد میں آپ سے ایسی کوئی بات نہیں کہوں گا جو آپ کی مرضی کے خلاف ہو۔'' دوسری طرف خاموشی طاری ہو گئی تھی، پھر مثال نے کہا۔

''ٹھیک ہے، آ جائیے۔ مگر مجھے تعجب ہے یہ کچھ چوری چھپے جیسا انداز ہے۔''

''اس سے پہلے مثال آپ اپنی مما سے بہانہ کر کے آتی رہی ہیں، یہ آخری بہانہ اور کر دیجیے آپ کا شکریہ ادا کروں گا میں۔''

''ٹھیک ہے آ جائیے۔'' مثال کی آواز ابھری اور نبیل نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد

اس نے تیاریاں کیں، ایک سادہ سا لباس زیب تن کیا اور اس کے بعد گاڑی لے کر باہر نکل آیا، اس کی کار برق رفتاری سے مسز شیرانی کی کوٹھی کی جانب جارہی تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات بہت عجیب تھے۔

O

کچھ دیر کے بعد وہ مسز شیرانی کی کوٹھی کے نزدیک پہنچ گیا، کوٹھی کے سامنے سے گزر کر وہ پیچھے تک چلا گیا، مثال کو اس نے دیکھ لیا تھا، وہ کوٹھی سے نکل کر پیدل جارہی تھی، نبیل اس وقت ایک ایسی کار میں تھا جو مثال نے پہلے نہیں دیکھی تھی، چنانچہ مثال نے اس کار پر توجہ نہیں دی، نبیل نے ایک لمبا چکر لگایا اور صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد واپس پلٹ آیا، اس دوران مثال کوٹھی سے خاصے فاصلے پر نکل آئی تھی، نبیل نے اس کے پاس لے جاکر کار روک دی، مثال نے چونک کر اُسے دیکھا۔ اس دوران نبیل نے دروازہ کھول دیا تھا، مثال اندر بیٹھ گئی اور نبیل نے کار آگے بڑھا دی، کافی فاصلہ اسی طرح طے ہوا، دونوں خاموش تھے، مثال نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ نبیل اسے کہاں لے جارہا ہے، وہ اپنی سوچوں میں گم تھی اور نبیل اپنے طور پر سوچ رہا تھا، پھر جب کار شہر سے باہر نکل آئی تو نبیل ہی اس خاموشی سے اکتا گیا اور اس نے کہا۔

''تم نے یہ نہیں پوچھا مثال کہ میں تمھیں کہاں لے جارہا ہوں۔''

''میں نے تو کچھ بھی نہیں پوچھا نبیل، بتاؤ کیا میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے ابھی تک؟''

''کیوں نہیں پوچھا، جبکہ تم جانتی ہو کہ میں تمھارے لیے؟''

''کیا مجھے اس وقت یہ کہنا چاہیے کہ مجھے اپنے آپ پر بھی اعتماد ہے؟''

''فرض کرو مثال میں تمھیں کوئی نقصان پہنچا دوں تو۔''

''نہیں پہنچا سکو گے نبیل، اصل میں بڑا عجیب لگتا ہے مجھے کسی فلمی سین کا وہ منظر جب ولن ہیروئن پر مجرمانہ حملہ کررہا ہوتا ہے اور ہیروئن درد و کرب سے چیختی چلاتی اور بھاگتی دوڑتی نظر آتی ہے، نبیل مجھے ایک بات بتاؤ، ٹھیک ہے ہمیں صنف نازک کہا جاتا ہے، لیکن میرا خیال ہے زندگی میں جتنی مشقتیں ہم اٹھاتے ہیں تم لوگ نہیں اٹھاتے، خیر میں بہت زیادہ لفاظی نہیں کروں گی۔ مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور اس کے بعد اپنے آپ پر، اگر ہم اس قدر اعتماد اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتے تو ہمیں دوپٹہ اوڑھ کر گھر میں بیٹھنا چاہیے باہر نکل کر عورت کو صرف ایک حادثہ نہیں بنا دینا چاہیے۔''

''میں تمھارے ان الفاظ کی بے حد قدر کرتا ہوں۔'' نبیل نے کہا اور پھر ایک زیر تعمیر عمارت کی طرف کار کا رخ موڑ دیا، اس کی نشاندہی آفتاب احمد صاحب نے ہی کی تھی اور شاید یہ عمارت تھی بھی آفتاب احمد صاحب ہی کی، دور دور تک کسی کا کوئی وجود نہیں تھا۔''

''گڈ، یہاں کیا ہونے والا ہے؟''

''آؤ مثال۔'' نبیل نے کہا اور مثال کو لے کر زیر تعمیر عمارت میں داخل ہوگیا۔

''مثال میں اس لیے تمھیں یہاں لایا ہوں کہ تمھیں بے آبرو کردیا جائے، اب تک میڈم شیرانی نے ہماری کوئی بات نہیں مانی اور ہمیں نقصانات پر نقصانات ہوتے رہے، یہاں تک کہ نگینہ آرچی کی زمین بھی چلی گئی، نگینہ آرچی ہماری امیدوں کا مرکز تھی، لیکن ہم اسے حاصل نہیں کرسکے اور یہ بات بھی میرے پپا کے علم میں آچکی ہے کہ نگینہ آرچی مسز شیرانی کے ذریعے ظہور بفیلو کو ملی، میں باہر کی دنیا سے واپس آیا ہوں، بہت اچھے لوگوں کے درمیان سے نہیں، لیکن میری اپنی ایک شناخت ہے، میرے والد نے شروع ہی سے یہ کوشش کی کہ میری تم سے گہری دوستی ہوجائے تاکہ میں آنٹی کے ذریعے اپنے باپ کے بہت سے مفادات کی تکمیل کراسکوں، میں تم سے ملا، پہلے تو میں اپنے باپ کی ہدایت پر ہی تم سے ملا تھا، لیکن بعد میں تم مجھے اچھی لگنے لگیں میرا دل بالکل نہیں چاہتا تھا کہ میں آنٹی سے مفادات کی بات کروں، بڑی غیرت آتی تھی مجھے، لیکن آفتاب احمد صاحب مجھے یہی سب کچھ کہہ کر بھیجتے تھے، پھر تم نے اس طرف توجہ نہیں دی اور وہ مجھے اکساتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے یہ تجویز گھڑ ڈالی کہ میں تمھیں دھوکے سے کہیں لے کر آؤں اور اس کے بعد، خیر وہ جو واقعہ پارٹی میں ہوا تم یقین کرو مثال، میں نے ان میں سے کسی لڑکی کی پذیرائی نہیں کی وہ بھی آفتاب احمد صاحب کی ایک کوشش تھی، وہ مجھے اپنا ہتھیار بنا کر ہر طرح استعمال کرنا چاہتے

تھے، جب یہ سب کچھ ہو گیا، یعنی زمین نکل گئی تو انہوں نے یہ نیا منصوبہ بنایا اور اس میں مجھے استعمال کیا گیا، میں بتاؤں اس وقت بھی ان کے آدمی یہاں موجود ہیں اور ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں، وہ کیمرے وغیرہ سنبھالے ہوئے ہیں جن میں میری اور تمھاری فلم منتقل کر لی جائے، مجھے معاف کرنا مثال، یہاں لا کر میں نے تمھیں اپنے خلوص کا یقین دلایا ہے، میں تمھاری عزت کرتا ہوں تمھارا احترام کرتا ہوں، آفتاب احمد صاحب نے جو گندہ تصور میرے ذہن پر مسلط کیا تھا میں اس سے نفرت کا اظہار کرتا ہوں، یہاں جو کوئی بھی ہے سن لے، آفتاب احمد صاحب کے حکم سے کوئی بھی مثال کو نقصان پہنچانا چاہے تو سامنے آئے، میں اسے زندگی سے محروم کر دوں گا اور مثال میں سخت شرمندہ ہوں تم سے جو میرے باپ نے تمھارے بارے میں اس طرح گندے انداز میں سوچا، معافی چاہتا ہوں اور ایک بات کا تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں دوبارہ تم سے کبھی نہیں ملوں گا، میرے باپ سے ہوشیار رہنا، اگر کسی بھی طرح وہ آنٹی تک پہنچنے کی کوشش کریں تو آنٹی سے کہنا کہ وہ انہیں اپنے قریب نہ آنے دیں، سوری مثال سوری، آؤ واپس چلتے ہیں، مثال عجیب سی کیفیت کا شکار تھی، پھر نبیل نے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیئے اور دونوں زیر تعمیر عمارت سے باہر نکل آئے، نبیل کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، وہ پوری طرح محتاط تھا، واپس آ کر وہ کار میں بیٹھا اور اس نے کار اسٹارٹ کر دی، مثال بالکل خاموش تھی، تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی پھر اس نے کہا۔

''ایک بات بتاؤ نبیل۔''

''جی، یہ سب کچھ بتانے کے لیے تم مجھے یہاں تک کیوں لائے، یہ سب کچھ کہیں اور بھی رک کر بتا سکتے تھے؟'' نبیل نے گہری نگاہوں سے مثال کو دیکھا اور پھر بولا۔

''یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا میں تم پر کہ میں ایک مخلص انسان ہوں اور یہاں تک پہنچنے کے باوجود تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔''

''بہر حال، مجھے میرے گھر کے پاس اُتار دو۔''

''وہیں جا رہا ہوں۔'' تھوڑی دیر کے بعد نبیل نے مثال کو اس کی کوٹھی کے پاس اُتارا

اور اس کے بعد اسے خدا حافظ کہہ کر کار آگے بڑھا دی، مثال اندر داخل ہو گئی تھی۔ مسز شیرانی کی کار اسے پورچ میں کھڑی نظر آئی وہ شاید کہیں باہر جا رہی تھیں، جب مثال ڈرائنگ روم کے پاس پہنچی تو مسز شیرانی کی آواز اسے سنائی دی۔

''ادھر آ جاؤ۔'' کچھ عجیب سا لہجہ تھا، مثال اندر پہنچ گئی۔

''تمھارے اس عمل سے میں خوش نہیں ہوں۔ اس قدر خود اعتمادی نقصان کا باعث بن سکتی ہے مثال۔'' مثال کا دل دھک سے ہو گیا، اپنی جگہ ٹھٹک کر ماں کو دیکھنے لگی تو مسز شیرانی نے کہا۔

''ہاں، ایک اچھی ماں اور ایک ذمے دار شخصیت کو ہر طرف سے محتاط رہنا ہوتا ہے، تم نے ایک نیا کام کیا تھا، یعنی پیدل اتنی دور تک گئیں اور اس کے بعد ایک بھیانک حادثے سے دوچار ہوتے ہوتے بچیں، مثال اس وقت جو دَور چل رہا ہے، یعنی خصوصاً یہ کہ میں الیکشن میں حصہ لے رہی ہوں اور بہت سی نگاہیں مجھ پر ہیں، بہت سے دشمن گھات لگائے ہوئے بیٹھے ہیں، ایسے حالات میں بیٹا آپ کو یہ نہیں کرنا چاہیے تھا، میں نے ہمیشہ آپ پر بھروسہ کیا ہے، آپ کے ساتھ دوستوں جیسا سلوک کیا ہے، آپ کو کوئی بھی بات مجھ سے نہیں چھپانی چاہیے تھی مثال، بہر حال یہ کیسٹ سن لیجئے۔'' مسز شیرانی نے کہا اور مثال نے چونک کر اس ٹیپ ریکارڈر کو دیکھا جو مسز شیرانی کے پاس رکھا ہوا تھا، ٹیپ ریکارڈر سے آواز ابھرنے لگی۔ یہ آواز نبیل کی تھی جس میں وہ مثال کو بتا رہا تھا کہ اس کے باپ نے اس سے کیا کہا تھا اور وہ کیا کر رہا ہے، مثال کی آنکھیں چڑھنے لگی تھیں اس کا سر بُری طرح چکرانے لگا تھا، یہ کیسے ممکن ہو گیا، یہ کس طرح ہو گیا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں ماں کو دیکھنے لگی تو مسز شیرانی نے کہا۔

''تین افراد وہاں مختلف اینگل سے کیمرے سنبھالے ہوئے بیٹھے تھے، وہ تم لوگوں کی فلم بنا رہے تھے بڑے خوفناک حادثے سے بچی ہو تم مثال میں تمھیں اور کچھ نہیں کہتی صرف یہ کہتی ہوں کہ یہ غلط قدم تھا، کیا تم دوبارہ اس طرح کی حماقت کرو گی؟''

''مما، ایک بات کا اندازہ تو آپ کو ہو گیا وہ یہ کہ نبیل بے قصور ہے، وہ اتنا برا انسان نہیں ہے۔'' جواب میں مسز شیرانی ہنس پڑی پھر بولی۔

''سانپ کے بچے کو سنپولیا کہا جاتا ہے اور غلط نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ بھی اتنا ہی زہریلا ہوتا ہے جتنا سانپ، یہ بھی آفتاب احمد کی کوئی گہری چال ہو سکتی ہے، اس کا مقصد تمھیں اس طرح کوئی نقصان پہنچانا نہ ہو، لیکن اس طرح وہ تمھارے دل میں اپنے بیٹے نبیل کے لیے گھر ضرور کرنا چاہتا ہے، ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ یہ بھی اس کی کوئی چال ہو، خیر نبیل اچھا ہے یا برا اس کا فیصلہ الیکشن کے بعد کریں گے، فی الحال میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں، گھر سے باہر قدم مت رکھنا، نہ کسی بہانے کی ضرورت ہے اور نہ کچھ اور کرنا مناسب ہوگا، مثال پلیز، اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو پھر میرا خیال ہے مجھے اس دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں رہنی چاہیے۔''

''نہیں مما پلیز، آپ کی بات نہ ماننے کا کیا تصور کر سکتی ہوں میں۔''

''شکریہ۔ جاؤ آرام کرو۔ میرے ساتھ الیکشن کی مہم میں حصہ لو، باقی سب کچھ بھول جاؤ، نبیل نے اپنی اس گفتگو کے دوران تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ دوبارہ تم سے نہیں ملے گا، اگر وہ اپنے اس وعدے کو تھوڑا بہت عرصے کے لیے بھی قائم رکھنا چاہتا ہے اور تمھارے اوپر ردعمل دیکھنا چاہتا ہے تو پلیز اسے اپنی پسند کا رزلٹ مت دینا اوکے۔''

''یس مما۔'' مثال نے گردن خم کی اور کمرے سے باہر نکل گئی، مسز شیرانی پُرسکون چہرہ لیے اسے جاتے دیکھتی رہیں اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈرائنگ روم کے دروازے سے باہر جھانکا، راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی، اس نے موبائل آن کیا اور چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے فون ریسیو کر لیا گیا۔

''ضرغام۔''

''یس میڈم۔''

''کیا پوزیشن ہے؟''

''تینوں کو پوائنٹ پر پہنچا دیا ہے میڈم، کیمرے قبضے میں کر لیے گئے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ان کا پوسٹ مارٹم کریں گے، ان کا بیان ریکارڈ کر لیا جائے گا۔''

''نگرانی سخت ہونی چاہیے بھاگنے نہ پائیں۔''

''ہماری قید سے آج تک کوئی زندہ نہیں بھاگ سکا ہے۔'' ضرغام نے جواب دیا اور مسز شیرانی نے مسکرا کر موبائل آف کر دیا۔

O

ادھر نبیل کوٹھی میں داخل ہو گیا، احاطے میں بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں، نبیل کو حیرت ہوئی، بہرحال وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو اس نے عجیب و غریب منظر دیکھا، بارہ تیرہ افراد بیٹھے ہوئے تھے، یہ سب کے سب وہ سیاسی بچھڑے تھے جو ہر الیکشن میں کودتے پھاندتے پھرتے تھے اور غالباً یہ الیکشن ہی ان کا ذریعہ معاش ہوا کرتے تھے، وہ ان سے اتنا کما لیا کرتے تھے کہ آئندہ الیکشن تک کھا پی سکیں، آفتاب احمد نے چونک کر نبیل کو دیکھا، اس کی نگاہیں نبیل کا گہرا جائزہ لے رہی تھیں، نبیل سنجیدہ چہرہ بنائے آگے بڑھا تو آفتاب احمد نے کہا۔

''میرا بیٹا، میری زندگی کا ایک حصہ، میں آپ لوگوں کا مختصر تعارف کرا چکا ہوں ان سے، نبیل! یہ سب میرے دوست ہیں اور ان سب کی پُرزور فرمائش پر میں بھی الیکشن کے اکھاڑے میں کودنا چاہتا ہوں۔'' نبیل کا منہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلا اور پھر اس نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ گردن ہلائی۔

''آفتاب احمد صاحب جتنے بڑے آدمی ہیں اور جس طرح ان کی عزت اور شہرت ہے ہم کہتے ہیں کہ ان کا کوئی مقابل ہی نہیں نکلے گا، آفتاب احمد ہماری پارٹی آپ کو اپنے درمیان خوش آمدید کہتی ہے، ہمیں آپ جیسے کسی آدمی کی تلاش تھی جسے ہم اپنے ٹکٹ پر کھڑا کر سکیں، بس آپ بسم اللہ کیجئے۔''

''کیوں نہیں، آپ لوگوں نے جس طرح میرا حوصلہ بڑھایا ہے اس کے بعد بھلا اور کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔''

''تو پھر اجازت دیجئے، باقی کارروائیاں ساتھ ساتھ۔''

''بالکل بالکل۔'' آفتاب احمد صاحب نے تمام مہمانوں کو رخصت کیا، سب نے نبیل سے بھی ہاتھ ملایا تھا، جب وہ سب چلے گئے تو آفتاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً یہ تمھارے لیے سرپرائز تھا نبیل، لیکن میں چاہتا تھا کہ ہم دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے مشن پر کام کریں، مگر تمھاری واپسی بہت جلد ہوگئی اور ابھی تک مجھے اپنے آدمیوں کی طرف سے بھی رپورٹ نہیں ملی، میرے اور تمھارے درمیان باپ بیٹے کا رشتہ ہے، لیکن بیٹے ہم جس دور میں چل رہے ہیں، وہاں تھوڑی سی تبدیلیاں مجبوری ہیں، میں ______"

"پپا مجھے آپ ایک بات بتائیے۔" نبیل آفتاب احمد کا مقصد سمجھ چکا تھا، اس نے انھیں درمیان میں ٹوک دیا۔

"ہاں ہاں پوچھو پوچھو۔"

"یہ الیکشن میں کھڑے ہونے کی کیا سوجھی آپ کو۔ کیا اس الیکشن میں آپ کی کوئی گنجائش ہے؟"

"میرا خیال ہے بیٹا گنجائش کا لفظ تم نے غلط استعمال کیا، یوں کہو اس الیکشن کو میری اشد ضرورت ہے اور میں نے وہ ضرورت پوری کر دی ہے، مَیں چوکھی کھیلنے کا عادی ہوں، دو کمزور سے آدمی میرے مدمقابل ہیں، رانا فیروز اور غازی سجاد، ان دونوں کو چت کر لینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا، دونوں ہی کرپٹ ہیں، ان کے بہت سے ایسے معاملات میرے علم میں ہیں جن کے لیے تھوڑی سی کوشش کر کے میں انہیں منظرِ عام پر لا سکتا ہوں اور ان کا یہ کرپشن منظرِ عام پر آتے ہی انہیں الیکشن کے لیے نااہل قرار دے دیا جائے گا، رہ گئیں مسز شیرانی تو آج تم نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے یوں سمجھ لو میں ایک تیر سے دو شکار کروں گا، اب تک وہ کم بخت مجھے ناکام بناتی رہی ہے اور میں شدید ترین نقصانات سے دوچار ہوا ہوں، لیکن اب اس کے نقصان کا وقت آ گیا ہے۔" نبیل نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"آپ اسے ہزار راستوں سے شکست دیں پپا، لیکن افسوس، میں آپ کا لنگڑا گھوڑ ہوں، میں اس ریس میں نہیں جیتا۔" آفتاب احمد نے چونک کر بیٹے کو دیکھا۔

"وجہ؟"

"وجہ یہ ہے پپا کہ میں مثال سے محبت کرنے لگا ہوں، مَیں اُسے کوئی ایسی ذہنی تکلیف نہیں پہنچا سکتا جو اُسے زندہ درگور کر دے۔"

"تم اسے اس عمارت تک لے گئے تھے جس کے بارے میں مَیں نے تمھیں بتایا تھا؟"

"ہاں پپا لے گیا تھا مَیں اُسے اس عمارت، اور وہاں میں نے اسے اپنے وہاں تک آنے کے مقصد کے بارے میں سب کچھ بتا دیا، یہ بھی بتایا کہ یہ آپ کا منصوبہ تھا جسے میں مسترد کرتا ہوں، پپا میں فطری طور پر اتنا برا انسان نہیں ہوں، میری دلی آرزو تھی کہ میں آپ کا دستِ راست رہوں، لیکن پپا یہاں آ کر میں فیل ہو گیا، ایسا کوئی عمل میں کبھی نہیں کر سکوں گا جو میرے ضمیر کو داغدار کر دے۔" آفتاب احمد کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا تھا، دیر تک وہ نبیل کو گھورتا رہا، پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں، تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"تمھارا کیا خیال ہے کیا میں اب تم سے یہ کہوں گا کہ نکل جاؤ میرے گھر سے اور خبردار آئندہ مجھے اپنی صورت نہ دکھانا، نہیں بیٹے، یہ فلمی باتیں ہیں، تم مجھے زندہ زمین میں دفن کر دو، جب تک میری سانس آتی جاتی رہے گی میں یہی کہوں گا کہ نبیل تم میری زندگی ہو، دیکھیں گے بیٹا دیکھیں گے آگے کیا کیا جا سکتا ہے، جاؤ آرام کرو، لباس وغیرہ تبدیل کرو، جو نہیں ہو سکا شاید وہی بہتر ہو، جاؤ۔" آفتاب احمد نے حلیمی سے کہا اور نبیل گردن جھکائے باہر نکل گیا۔

O

"جی ظہور صاحب خیریت بتائیے۔"

"بالکل خیریت چل رہی ہے، میں نے ہر جگہ اپنے مہرے فٹ کر دیئے ہیں، اصل میں صحیح طریقہ کار یہی ہوتا ہے میڈم، اس دوران میں آپ سے کوئی رابطہ نہیں قائم کر سکتا، لیکن یہ ٹیلی فون میں نے لگوایا ہی اس لیے ہے اس کے نمبر کہیں نہیں ہوتے، یہ وائرلیس ہے اور اسے کہیں سے ٹریس نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ میں آپ کو اہم ترین اطلاعات اسی ٹیلی فون کے ذریعے دوں گا، میڈم شیرانی ایک نئی خبر آپ نے یقیناً سن لی ہوگی، آفتاب احمد بھی آپ کے مدمقابل آ کھڑے ہوئے ہیں۔" مسز شیرانی اچھل پڑی۔

"کیا مطلب؟"

''اوہو، اس کا مطلب ہے کہ یہ دلچسپ خبر میں ہی آپ کو دے رہا ہوں، بڑی بات ہے، امکان اسی بات کا تھا کیونکہ یہ چیز ابھی منظر عام پر نہیں آئی ہے بلکہ آج شام تک اس کے منظر عام پر آنے کے امکانات ہیں تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ آفتاب احمد نے بھی الیکشن میں آپ سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، وہ جس قدر جوڑ توڑ کا آدمی ہے، میرا خیال ہے رانا فیروز اور غازی سجاد سے گٹھ جوڑ کرنے کی کوشش کرے گا البتہ اس کی پشت پر اگر کوئی ہے تو ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا، میں غازی سجاد کے بارے میں آپ کو بتاتا ہوں، غازی سجاد کی کوٹھی کا نقشہ آپ تک پہنچ جائے گا، ایک آدمی آئے گا اور کالے رنگ کے ایک پیکٹ میں موجود کاغذات آپ کو دے دے گا۔ ان کاغذات میں غازی سجاد کی کوٹھی کا نقشہ ہے۔ ایک خاص کمرے میں ایک تجوری رکھی ہوئی ہے، اس تجوری مین غازی سجاد کا ماضی ہے اگر کسی طرح وہ کاغذات آپ کے ہاتھ لگ جائیں تو یوں سمجھ لیں کہ غازی سجاد تو گیا۔ اخبار میں آپ کو دیئے دیتا ہوں اس کا نمائندہ بھی آپ تک پہنچ جائے گا، غازی سجاد کے بارے میں وہ تفصیلات آپ اس نمائندے کو دے دیں وہ آپ سے پورا تعاون کرے گا کیونکہ میرا اپنا آدمی ہوگا، اس کے بعد آپ رانا فیروز کی طرف توجہ دیں، آفتاب احمد کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''شاطر آدمی ہے کوشش تو بھرپور کرے گا، لیکن میرا خیال ہے آفتاب احمد کو میں سنبھال لوں گی۔''

''دیکھ لیجیے اگر دقت ہو تو مجھے بتائیں اچھا یہ بتائیں کوئی ایسا ذریعہ نکل سکتا ہے جس سے آپ غازی سجاد کے بارے میں وہ تفصیلات حاصل کرلیں۔''

''ذریعہ؟'' مسز شیرانی نے پُر خیال لہجے میں کہا، پھر ایک دم اچھل پڑی۔ نکل آئے گا آپ بےفکر رہیں۔''

''اوکے مجھے رپورٹ دیجیے گا۔'' آواز بند ہوگئی، مسز شیرانی تھوڑی دیر تک سوچتی رہی اور اس کے بعد اس نے ایک ملازمہ کے ذریعے سجان کو طلب کرلیا، سجان پُرادب انداز میں مسز شیرانی کے پاس پہنچ گیا تھا۔

''تم نے تو اپنے آپ کو بالکل ہی محدود کرلیا سجان؟''

''آپ یہی چاہتی تھیں نا آنٹی؟''

''نہیں میں یہ نہیں چاہتی تھی، میں تمھارے اندر زندگی چاہتی تھی، جب سے تم نے مجھے اپنی کہانی سنائی ہے، بہت بار میں نے تمھارے بارے میں سوچا ہے سجان، نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ جس مقصد کے لیے میں تمھیں اپنے پاس لائی تھی، تمھارے جیسے شخص کی ماں جتنی عظیم ہوسکتی ہے میں وہ عظمت اپنے اندر نہیں پیدا کرسکتی۔''

''آپ بہت اچھی ہیں آنٹی۔ بہت اچھی ہیں، جب تک آپ حکم دیں گی میں آپ کی خدمت میں رہوں گا اور جب کہیں گی آپ کے پاس سے چلا جاؤں گا۔''

''نہیں نہیں کیوں چلے جاؤ گے۔ آخر آنٹی ہوں میں تمھاری، ایک کام تھا سجان تم سے۔ پتہ نہیں تم کرنا پسند کرو گے یا نہیں۔''

''آپ مجھے کسی کام کے لیے حکم دیں گی آنٹی میں اس کے منع کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔''

''مشکل کام ہے سجان، چلو خیر ٹھیک ہے، بتاؤں گی میں تمھیں۔''

''جب آپ حکم دیں گی آنٹی اور جس کام کا حکم دیں گی وہ ہو جائے گا۔'' ظہور بفیلو نے وعدے کے مطابق غازی سجاد کی کوٹھی کا نقشہ مسز شیرانی کو بھجوادیا اور مسز شیرانی نے سجان کو طلب کرکے اپنا مقصد اس کے سامنے بیان کردیا، سجان نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

''اس کے علاوہ کوئی بڑا کام میرے سپرد کیجیے آنٹی۔'' پھر اسی رات سجان ایک سیاہ لباس میں مسز شیرانی کی کوٹھی سے باہر نکلا اور راستے طے کرتا ہوا غازی سجاد کی کوٹھی تک پہنچ گیا، عظیم الشان کوٹھی میں داخلے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی، وہ تو چھلاوہ تھا اور چھلاووں کے راستے دیواریں نہیں روک سکتیں، پھر تجوری توڑنے کا فن بھی اس جیسا شاید ہی کسی کو آتا ہو، کوئی سوا گھنٹے کے بعد ہی مسز شیرانی کے سامنے وہ کاغذات رکھے ہوئے تھے، مسز شیرانی شدت حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔

''اتنی جلدی سبحان۔''

''مجھے کوئی بڑا کام بتایئے آنٹی۔'' اور پھر سبحان نے مسز شیرانی کے لیے بڑے بڑے کام شروع کر دیئے، رانا فیروز کی تجوری سے ڈھائی کروڑ روپے کی نقد کرنسی مسز شیرانی کے پاس منتقل ہوگئی، یہ ڈھائی کروڑ روپے رانا فیروز نے الیکشن کی مہم کے لیے اکٹھے کیے تھے اور اس کے بعد وہ ایک دم بجھ گیا، اس طرح کے اور بھی کئی کام سبحان کے ذریعے لیے گئے اور مسز شیرانی کی اب تک کی محنت کا پھل وصول ہوگیا۔ سبحان کو وہ جس مقصد کے لیے لائی تھیں، وہ یہی تھا، اس وقت الیکشن وغیرہ کا تو کوئی تصور ان کے ذہن میں نہیں تھا، لیکن انہوں نے یہی سوچا تھا کہ سبحان سے اسی طرح کے کام لیے جائیں گے جس سے وہ بڑے بڑے صنعت کاروں اور بینکروں اور دوسرے سرمایہ داروں کے راز حاصل کریں، ان کے پاس نمبرون ضرغام تھا جو مسلسل صیغۂ راز میں رہتا تھا، ضرغام کون تھا کیا تھا اس کے وسائل کیا تھے یہ بات مثال تک کو معلوم نہیں تھی، نجانے مسز شیرانی نے اسے کہاں سے دریافت کیا تھا، لیکن بس الہ دین کے چراغ کا جن ہی تھا وہ، مسز شیرانی اسے حکم دیتی تھی اور جو کچھ وہ کہتی تھی اُس کی تعمیل ہو جاتی تھی، دوسرا شخص اسے سبحان ملا تھا جس کی پھرتی اور برق رفتاری دیکھ کر مسز شیرانی نے یہ سوچا تھا کہ یہ نوجوان ان کے لیے انتہائی کارآمد رہے گا، اور آج انہیں اپنے اس فیصلے پر انتہائی خوشی تھی، انہوں نے اپنے آپ سے کہا تھا۔

''لوگ میرے بارے میں کچھ بھی سوچیں اور انہیں سوچنا چاہیے لیکن جو میں سوچتی ہوں وہ حرف بہ حرف صحیح ہوتا ہے۔'' آخری آدمی آفتاب احمد تھا جو کافی معلومات حاصل کر چکا تھا، اسے وہ دونوں مہرے بجھے بجھے نظر آرہے تھے، خاص طور سے غازی سجاد کے بارے میں جب تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی تو سرکاری طور پر ہی اسے الیکشن لڑنے کے لیے نااہل قرار دے دیا گیا، رہ گیا رانا فیروز تو اس مالی خسارے کے بعد اس کے بھی حوصلے پست ہو گئے تھے، آفتاب احمد منظر عام پر تھا اور اس کی مہم برق رفتاری سے کام کر رہی تھی کہ اسے پہلی بار مسز شیرانی کا فون موصول ہوا۔

''آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں آفتاب احمد صاحب۔''

''آخاہ، اسے کہتے ہیں تقدیر کا جاگنا، بہت بڑی بات ہے یہ اور بہت بڑا اعزاز ہے میرے لیے براہِ کرم تشریف لے آیئے۔''

''آفتاب صاحب آپ زحمت کر سکتے ہیں؟''

''نہیں معذرت خواہ ہوں، اصل میں جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں ہزاروں نگاہیں ہمارا تعاقب کرتی ہیں، مَیں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ کہیں کہ آفتاب احمد نے گھٹنے ٹیک دیئے اور مسز شیرانی کے پاس پہنچ گئے، البتہ آپ اگر تشریف لائیں گی تو مَیں آپ کو بڑے خلوص سے خوش آمدید کہوں گا۔''

''ٹائم دیجیے مجھے۔''

''شام کی چائے کا اہتمام کر رہا ہوں آپ کے لیے۔''

''تنہائی میں آپ سے بات ہوگی کسی کی موجودگی نہیں چاہتی۔''

''جیسا آپ پسند کریں۔'' مسز شیرانی آفتاب احمد کے پاس پہنچ گئی، سارے انتظامات کر کے گئی تھی، آفتاب احمد نے بڑی مکارسی مسکراہٹ کے ساتھ مسز شیرانی کا استقبال کیا۔

''جی، آفتاب احمد صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے؟''

''دُعائیں ہیں آپ کی، بھلا آپ کا مدمقابل ہونے کا حوصلہ کیسے کر سکتا تھا میں، لیکن بس وہی بات ہے کہ جب تک انسان کے اندر تحریک نہ ہو کچھ نہیں ہوتا اور پھر آپ نے نجانے کیوں ہر طرح ہمیں نظر انداز کیا، مجبوری ہوتی ہے مسز شیرانی، آخر کار الیکشن میں کھڑا ہونا پڑا۔''

''بڑا اچھا کیا آپ نے، غازی سجاد تو اپنی موت مارے گئے، سنا ہے رانا فیروز کے حوصلے بھی پست ہو رہے ہیں، ہوسکتا ہے وہ میرے حق میں دست بردار ہو جائیں رہ گئے آپ تو میں جانتی ہوں کہ آپ ان ڈھیٹ لوگوں میں سے ہیں جنہیں کسی مسئلے میں بٹھانا پڑتا ہے خود سے نہیں بیٹھتے آپ۔''

''ماشاءاللہ، بڑی تلخ زبان استعمال کر رہی ہیں آپ، میں نے پہلی بار آپ کی زبان کو

تلخ دیکھا ہے، ڈھیٹ اور بٹھانا، بھلا ایسا کیسے کر سکیں گی آپ؟''

''ہاں وہی میں آپ کو بتانے آئی ہوں، ایسا کیجیے فوری طور پر میرے حق میں اپنی دست برداری کا اعلان کر دیجیے۔ بلکہ آپ رانا فیروز کو بھی سمجھائیے، میں ان جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتی تھی، لیکن اب جب پڑ گئی ہوں تو پھر اپنے راستے بھی صاف کرنا چاہتی ہوں، معاف کیجیے گا آفتاب احمد صاحب میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر آپ کے اور آپ کے بیٹے کے وارنٹ گرفتاری نکلوا رہی ہوں۔''

''جی۔'' آفتاب احمد نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''جی ہاں، دیکھیں سائنس نے کیا کیا ایجادات کر لی ہیں، یہ ایک چھوٹا سا الیکٹریکل انسٹرومنٹ ہے، مگر کیا عجب چیز ہے۔'' مسز شیرانی نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک چوکور باکس نکالا اور اُسے سامنے رکھ دیا۔''

''میں نے ایسے دس باکس تیار کیے ہیں، آپ ذرا اس کی کارکردگی دیکھیے۔'' مسز شیرانی نے ایک بٹن آن کیا تو ایک تیز آواز اس فضا میں گونجنے لگی، اس آواز میں نبیل مثال کو بتا رہا تھا کہ آفتاب احمد نے اسے کس مقصد کے تحت اس عمارت میں بھیجا ہے، نبیل یہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے باپ کے کہنے کے مطابق عمل نہیں کر سکتا، وہ پوری گفتگو جو وہاں ہوئی تھی بڑی صاف شفاف آواز میں ریکارڈ کر لی گئی تھی، مسز شیرانی نے کہا۔

''یہ ریکارڈنگ میں نے نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے جن تین آدمیوں کو بھیجا تھا انہوں نے کی، میں نے بس ذرا اس کو پروسیس کرا لیا گیا ہے، اور اب یہ دوسرا منظر دیکھیے۔'' مسز شیرانی نے اسی آلے کے ایک اور بٹن کو آن کیا اور اس زیر تعمیر عمارت میں موجود نبیل اور مثال کی اس وقت کی پوری فلم اس آلے میں دکھائی دی جب نبیل مثال کو وہاں تک لے گیا تھا۔ مسز شیرانی نے بٹن آف کیا اور بولیں۔

''آپ چاہیں تو اسے رکھ سکتے ہیں، دیکھتے رہیے گا، دل بہلانے کے لیے بڑی اچھی چیز ہے اور یہ بھی دیکھیے کہ کس قدر حماقت کی آپ نے آفتاب احمد صاحب، میں کندن ہوں سمجھے آپ، کندن، اس قدر تپی ہوں کہ تپ تپ کر سونے سے کندن بن گئی ہوں، آپ جیسے معمولی سے لوگ کسی بھی طرح مجھے زیر نہیں کر سکتے، آپ جیسے بہت سے لوگوں کو اپنے راستوں سے ہٹاتی آئی ہوں میں، آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کا جواب تو میں بالکل مختلف انداز میں آپ کو دیتی لیکن فی الحال اتنا ہی کافی ہے، فوراً دست برداری دے دیجیے، ورنہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر آپ کو ہتھکڑیاں لگوا دوں گی اور جو کیس آپ پر بناؤں گی وہ آپ کو تختۂ دار تک پہنچا سکتا ہے۔ بہت سی کہانیاں ہیں میرے پاس آپ کی۔'' آفتاب احمد پتھرایا ہوا بیٹھا تھا مسز شیرانی نے وہ چوکور باکس اٹھا کر پرس میں واپس رکھ لیا، اور اٹھتی ہوئی بولی۔

''آپ مجھے فون پر سب سے پہلے اپنی دست برداری کی اطلاع دیں گے اور اس کے بعد اس فیصلے کو منظر عام پر لائیں گے، خدا حافظ۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور انتہائی پُرسکون قدموں سے چلتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھی اور اپنی کار میں بیٹھ کر چل پڑی، آفتاب احمد جیسے سکتے میں مبتلا ہو گئے تھے۔

O

سبحان مسز شیرانی کے لیے چراغ کا جن بنا ہوا تھا، اپنے مخالفین کو مسز شیرانی نے اتنا زچ کیا تھا کہ وہ سہم کر رہ گئے تھے، بعض نے تو کھلم کھلا کہا تھا کہ مسز شیرانی نے کسی عالم کا سہارا لے لیا ہے جو اس کے لیے وظیفے اور چلّے کر رہا ہے ابھی تک کسی کو نہیں معلوم تھا کہ ان کی انتہائی خفیہ جگہوں میں داخل ہو کر وہ کون ہے جو ان کے اہم ترین راز اُڑا لیتا ہے یہ سارے کام سبحان کر رہا تھا۔ مسز شیرانی جہاندیدہ عورت تھی اس نے سبحان کو پڑھ لیا تھا، پہلے تو اس نے اس کی ماں والی کمزوری سے فائدہ حاصل کرنا چاہا تھا، لیکن اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ ماں کو خدا کے بعد واحد سمجھتا ہے اور کوئی اور یہ مقام نہیں حاصل کر سکتا، لیکن اب اسے کچھ اور اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ سبحان مثال کا دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور اب اس کے لیے موم ہے چنانچہ اس نے مثال کے ذریعہ سبحان سے اپنے کام کرانا شروع کر دیے تھے۔

اس وقت بھی رات کے پونے تین بجے تھے سبحان ایک سخت مہم سرانجام دے کر کوٹھی کی پچھلی دیوار کود کر اندر آیا تھا۔ وہ اس طرح کے کام اس طرح سرانجام دیتا تھا تا کہ چوکیدار یا ملازموں تک کو پتہ نہ چل سکے۔ یہ ہدایت بھی مثال کی طرف سے ہی تھی جسے ماں نے سمجھا دیا

تھا کہ الیکشن اسی طرح جیتے جاتے ہیں۔

اسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ اس وقت باہر بھی کچھ نہیں مل سکتا تھا ویسے بھی اس کے پاس ایک بڑا چرمی بیگ تھا جسے وہ کہیں سے لایا تھا اور اسے کسی کے سامنے نہیں لے جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے یہی سوچ لیا کہ یہ رات بھوکے ہی گزارنی ہوگی۔ لیکن جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو ایک دم اسے احساس ہوا کہ کمرے میں کوئی اور بھی ہے۔ کمرے کی روشنی تو ملازم جلا ہی دیتے تھے، لیکن ____ پھر اس کی نگاہ سامنے سنٹر ٹیبل پر پڑی اور وہ اچھل پڑا۔ ٹیبل پر کھانا سجا ہوا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا، الماری کے سائڈ میں اسے کسی رنگین دوپٹے کا کونہ نظر آیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''نوری ____ اس نے سوچا۔ اب اسے اپنے کمرے کی درستگی کا راز معلوم ہو گیا تھا۔ خود اس کی زندگی میں تو سلیقہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ کبھی استری کیے کپڑے نہیں پہنتا تھا ____ لیکن پچھلے دنوں سے اس کے کمرے میں بڑی باقاعدگی شروع ہو گئی تھی کپڑے استری، جوتے پالش، بستر بے شکن اور صاف ستھرا ہر چیز ____ بالکل درست۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ شاید مثال کے دل میں ____ محبتوں کے سوتے کھل گئے ہیں، لیکن مثال ____ اس نے ماں بیٹی کی باتیں سنی تھیں۔

''مما ____ میرا نیلا سوٹ کہاں گیا۔''

''مجھے کیا معلوم بیٹے۔''

''مما یہ نوکر بڑی لاپرواہی کرتے ہیں۔''

''اپنی پسند کی چیزوں کو خود دیکھا کرو مثال ____

''میں ____ مثال اس طرح بولی جیسے ماں نے کوئی بہت ہی انہونی بات کہہ دی ہو ____''

''تو اور کیا۔''

''اب یہ وقت آ گیا ہے مجھ پر مما۔''

''نہیں وہ مثال نہیں ہو سکتی پھر کون ہے، اور اس وقت اس رنگین آنچل نے سارا عقدہ

حل کر دیا تھا۔''

''اس نے میز سے پانی کے جگ سے پانی لیا ہاتھ دھوئے اور کھانے بیٹھ گیا۔ نہ جانے کب سے بے چاری کھانا لگائے انتظار کر رہی ہے۔ شرارت اس میں آ گئی تھی چنانچہ اطمینان سے کھانا کھاتا رہا۔ اس دوران اسے نوری کی بے چینی کا احساس ہوتا رہا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے ہاتھ دھوئے، اطمینان سے کھڑا ہوا پھر الماری کے قریب پہنچ کر اس نے زور سے منہ سے ''ہا'' کی آواز نکالی ____ کہیں کوئی چیخ نہ سنائی دی۔

''تمھارا ساؤنڈ بکس خراب ہو گیا ہے کیا اب تو آواز ہی نہیں نکلتی۔ اس نے نوری کو بازو سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔ نوری نے گردن جھکائی ہوئی تھی، اس کے کان کی لوئیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

''ماں ہو تم میری۔'' وہ بولا اور نوری نے بڑی تیزی سے نفی میں گردن ہلانی شروع کر دی۔

''پھر کیوں کرتی ہو یہ سب میرے لیے، کیا ان کے کہنے سے جن کے لیے میں کام کرتا ہوں۔'' نوری نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور سبحان کے دل کو ایک دھکا سا لگا، یہ نوری ہے، اتنی خوبصورت آنکھوں والی، اتنے حسین نقش و نگار کی مالک، اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ تو مثال سے بھی زیادہ پیاری شکل رکھتی ہے، وہ اسے دیکھتا رہ گیا، نوری جیسے ایک دم چونک پڑی، اس نے دروازے کی طرف دیکھا، پھر برتنوں کی طرف اور اس کے بعد اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ خود سبحان بھی حیران رہ گیا، ایسے کاموں کا تو وہ ماہر تھا، لیکن نوری کی یہ لمبی چھلانگ اس قدر نپی تلی تھی کہ وہ خود بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا، نوری دروازے سے باہر نکل گئی تھی، سبحان ادھر دیکھتا رہا اس کی آنکھوں میں نوری کا چہرہ گھوم رہا تھا اور پھر ایک عجیب سا احساس اس کے دل پر سوار ہو گیا، نوری کی آنکھیں محبت کے نور سے سجی ہوئی تھیں اور یہ محبت اس کے اپنے لیے تھی، وہ ایک لمحے تک سوچتا رہا پھر اس کے منہ سے آواز نکلی۔

''دھت تیرے کی، بہت بُرے دن آ گئے ہیں میرے، بہت ہی بُرے دن آ گئے ہیں۔ لگتا ہے سبحان تمھاری کہانی ختم ہو گئی ہے۔ سارے راستے بدلتے جا رہے ہیں، یہ عشق و

محبت کا کھیل، کیا تمھاری تقدیر اس کھیل سے بھی وابستہ تھی۔'' یہ لڑکی، یہ لڑکی، جس کی آنکھیں نجانے کیسی کیسی کہانیاں سنا رہی تھیں، کتنی حسین آنکھیں تھیں اس کی اور ہونٹوں کی مسکان، سجان نے زور سے گردن جھٹکی، اسے مثال یاد آ گئی، بے شک نوری کی آنکھوں کا پیار بے مثال تھا، لیکن مثال کے سینے کا وہ لمس وہ نرم گداز جس نے سجان کی زندگی تہہ و بالا کر کے رکھ دی تھی، سجان نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑا اور بیٹھ گیا پھر اس وقت تک بیٹھا رہا جب تک کہیں دُور سے اذان کی آواز نہ سنائی دی۔

O

''الیکشن کے دن قریب آ گئے، آفتاب احمد نے مسز شیرانی کو فون کر کے کہا۔''

''میں آپ کے حق میں دست برداری کا اعلان کرنے جا رہا ہوں، دنیا کو دکھانے کے لیے مَیں باقاعدہ ایک تقریب کروں گا، لیکن میڈم، یہ سب اچھا نہیں ہوا، ہم نے تو آپ کو ہمیشہ ایک احترام کا مقام دیا اور آپ کے لیے ہمیشہ دل کے دروازے کھلے رکھے، لیکن نجانے کیوں آپ نے ہمیں کبھی ہمیں عزت نہیں دی۔''

''کونسا وقت گزر گیا آفتاب احمد صاحب، وقت آنے دیجیے، ہو سکتا ہے ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی بہت ہی اچھا راستہ نکل آئے۔'' آفتاب احمد ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا، سارے مہرے چت ہو گئے تھے اور اس میں نوّے فی صد کام سجان کا تھا جسے بہت سی جگہوں پر محسوس کیا گیا تھا، چنانچہ مسز شیرانی الیکشن جیت گئیں، زبردست جشن منایا گیا، ان کے مخالفین نے بھی انہیں داد دی، حکومتی پیمانے پر ان کی کامیابی کو بے حد سراہا گیا اور ان کے لیے ایک وزارت تجویز کر دی گئی، مسز شیرانی ہوا میں اُڑ رہی تھیں، ظہور بفیلو نے انہیں مبارک باد دیتے ہوئے کہا تھا۔

''اور مَیں نے پہلے ہی کہا تھا میڈم کہ ظہور بفیلو اس لائن میں اسی طرح ایکسپرٹ ہے جس طرح ایک اعلیٰ پتنگ باز پتنگ بازی میں۔'' مصروفیتیں بدل گئی تھیں۔ وہ ادارے مسلسل کام کر رہے تھے جو رفاہی ادارے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میڈم شیرانی بھی الگ سے مصروف ہو گئی تھیں، دوسرے لوگوں کے معاملات بھی اسی طرح چل رہے تھے، البتہ خفیہ

طریقے سے کچھ چہ میگوئیاں ضرور ہوتی تھیں کہ میڈم شیرانی کے وہ خفیہ ذرائع کیا تھے جنہوں نے ان لوگوں کو بالکل ہی بے دست و پا کر ڈالا تھا جو ان کے مدمقابل تھے، ایسی شخصیتوں پر غور ہو رہا تھا، خاص طور سے آفتاب احمد جو بُری طرح شکار ہوا تھا، اس کے وہ تینوں آدمی ابھی تک گم تھے جنہیں اس نے اس عمارت میں فوٹو گرافی کے لیے منتخب کیا تھا، یہ مسز شیرانی نجانے کیا چیز ہے، دوسری طرف نبیل تھا جو باپ کی بے توجہی کا شکار ہو گیا تھا، آفتاب احمد نے اس سے بات کرنا ہی چھوڑ دیا تھا، وہ ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا تھا، بلکہ اب اس کے انداز میں نبیل کے لیے ایک حقارت سی پیدا ہو گئی تھی، وہ اسی طرح اسے سزا دے رہا تھا، لیکن نبیل بڑی شدت سے اس کمی کو محسوس کر رہا تھا، حقارت کا یہ انداز اس کی غیرت کے منافی تھا، باپ کی طرف سے یہ نفرت اس کے لیے جان لیوا تھی، ادھر اس کا مسلسل رابطہ مثال سے بھی تھا، بعد میں مثال اس سے بہت متاثر ہوئی تھی اور اس نے نبیل سے پھر دوستی استوار کر لی تھی، پھر ایک شام نبیل نے مثال سے کہا۔

''مثال، میرا خیال ہے مجھے یورپ واپس چلا جانا چاہیے۔''

''کیوں؟'' مثال نے حیرت سے پوچھا۔

''میں تمھیں بتا چکا ہوں مثال اس وقت کے بعد سے پپا کا رویہ میرے ساتھ انتہائی حقارت آمیز ہو گیا ہے، مجھے پتہ ہے وہ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ میں ایک بالکل ناکارہ انسان ہوں جو کچھ بھی نہیں کر سکتا، مثال میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، میں کہیں بھی چلا جاؤں گا، تمھیں ہمیشہ یاد رکھوں گا، تم مجھ سے بہت برتر ہو، میں نے جو کچھ کیا وہ اپنے ضمیر کی آواز کے ساتھ کیا اور پھر سچی بات یہ ہے کہ میرے پپا کا رویہ یا انداز فکر بہت ہی خراب تھا، باپ ہیں وہ میرے ورنہ میں ان کے لیے بہت بُرے جملے استعمال کرتا، مثال مجھے معاف کر دینا۔''

''بچوں کی سی باتیں مت کرو، میری مما فارغ ہو چکی ہیں، جب تم نے میرے لیے یہ سب کچھ کیا ہے نبیل تو مجھ پر بھی تو کچھ فرض عائد ہوتا ہے، میں مما سے بات کروں گی، کل شام کو پانچ بجے تم ہمارے گھر چائے کے لیے آ جاؤ، تم مما سے اپنے دل کی بات بالکل صاف کہہ

دو۔"

"کیا کہہ رہی ہو مثال؟"

"میں بھرپور طریقے سے تمہاری مدد کروں گی سمجھ رہے ہو نا؟"

"مثال، کوئی مشکل نہ بن جائے۔"

"ڈرتے ہو؟"

"بالکل نہیں۔" نبیل نے جواب دیا، مثال نے ماں سے بات کی۔

"مما، کل شام کو پانچ بجے آپ کو کوئی پروگرام نہیں رکھنا ہے کچھ کام ہے۔"

"کیا کام ہے بیٹا، تم جانتی ہو میرے لیے وزارت نامزد ہو چکی ہے، مجھے اس کے سلسلے میں۔"

"مما مما مما، کیا باتیں شروع کر دی ہیں آپ نے، آپ میرے لیے تھوڑا سا وقت نہیں نکال سکتیں۔"

"ارے ارے ناراض نہ ہو ڈارلنگ، ٹھیک ہے بابا نہیں رکھیں گے ہم پانچ بجے کوئی اور کام، مگر مسئلہ کیا ہے؟"

"ہے کچھ مسئلہ۔"

"مثال ایک الجھن آ گئی ہے، کیا کرنا چاہیے؟" کچھ دیر کے بعد مسز شیرانی نے کہا۔

"بتایئے کیا الجھن ہے مجھے بتانے کی بات ہے؟"

"ہاں بات تو ہے، تم ایک کام کرو، کسی طرح سبحان سے چھٹکارا پالو۔"

"کیا؟"

"ہاں بھئی، اس نے جو کچھ کیا ہے وہ چہ میگوئیوں کا باعث بن گیا ہے، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی سبحان کو ٹریس نہ کر لے۔"

"مما، یہ اس کی وفاداری اور محنت کا صلہ ہے؟"

"ہاں، یہ اس کی وفاداری اور محنت کا صلہ ہی ہے مثال کہ وہ زندہ سلامت یہاں سے جائے گا ورنہ اصولی طور پر تو اُسے اب اس دنیا میں نہیں رہنا چاہیے۔"

"مما مما، کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"ایک مسئلہ نہیں ہے میرے لیے، وہ تم سے محبت کرتا ہے، دو کوڑی کا ایک انسان تمھیں چاہتا ہے، تمھارے پیار میں دیوانہ ہو چکا ہے وہ، کسی بھی وقت وہ تم سے اپنی محبت کا اظہار کر سکتا ہے۔" مسز شیرانی نفرت سے بولی۔

"مما____" مثال چیخ پڑی۔

"ہاں اگر تم نے ابھی تک اس کی آنکھوں کو نہیں پڑھا ہے تو تم انتہائی بیوقوف لڑکی ہو، تم میں کچھ سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔"

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے مما؟"

"ہو چکا ہے، یہ سب ایسے ہی ہو جاتا ہے، تمھیں اندازہ لگا لینا چاہیے کہ ایسی صورت میں وہ نوجوان تمھارے لیے کس قدر خطرناک ہو سکتا ہے، تم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا، ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے، کبھی کسی کی آنکھ میں تنکا تک نظر آ جاتا ہے اور کبھی اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔"

"شہتیر۔" مثال کے منہ سے سرگوشی کے انداز میں نکلا۔

"ہاں محاورہ ہے، سامنے کی چیز پر نگاہ نہیں جاتی، میں زمانے کا تجربہ رکھتی ہوں، محبت کرنے لگا ہے وہ تم سے اور اسی لیے تمھارے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو اس نے اپنے لیے عبادت کو درجہ دیا ہے۔"

"بہت بڑا ہے وہ مما بہت بڑا ہے، مگر ایک بات میں جانتی ہوں، وہ کبھی مجھ سے اظہار محبت نہیں کرے گا، کبھی نہیں۔" مجھے یقین ہے۔

"بہر حال! اسے یہاں سے ہٹا دو، یہی اس کے لیے بہتر ہے، میں نے زندگی میں جو کچھ حاصل کیا ہے اسے برقرار رکھنے کے لیے میں ہر قدم اٹھا سکتی ہوں یہ میری مجبوری ہے۔"

مثال گہری سوچ میں ڈوب گئی، پھر اس نے کہا۔

"مما وہ کل پانچ بجے نبیل آئے گا۔"

"تم اس کے لیے مجھے روک رہی ہو، کیوں آئے گا وہ، وہ ایک بدباطن باپ کا بیٹا

ہے۔''

''قصور باپ کا ہے مما اس کا نہیں ہے، وہ آپ سے بات کرے گا، میرے ساتھ شادی کی بات کرے گا، میرے ساتھ زندگی گزارنے کی بات کرے گا کیونکہ اپنی کوششوں میں ناکام رہ کر آفتاب احمد صاحب نے اسے حقارت کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔''

''اوہ پھر وہی فلمی کہانی۔''

''اس کہانی میں یہ حقیقت بھی شامل ہے مما کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں اور ہر قیمت پر اُسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہوں۔''

''اوہ۔'' مسز شیرانی کے منہ سے آہستہ سے نکلا اور وہ گہری نگاہوں سے مثال کا جائزہ لینے لگیں، ان دونوں میں سے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر سبحان ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ان کی باتیں سن رہا ہے۔

O

مسز شیرانی کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے شدید جھنجھلاہٹ ابھر آئی، وہ کچھ دیر تک مثال کو دیکھتی رہیں، پھر فوراً ہی انہوں نے رویہ بدل لیا۔

''ہوں، کیا واقعی اس کہانی میں یہ حقیقت اسی طرح شامل ہے جس طرح تم نے بیان کی؟''

''بڑی مجبوری تھی، میں نے کبھی آپ کے سامنے زبان نہیں کھولی، لیکن میں کیا کروں، ہمارا مسئلہ بالکل مختلف ہے، وہ اپنے باپ سے بغاوت کر چکا ہے، مما، میں میں بھی، مما میں بھی۔''

''ہوں۔۔۔۔ دیکھیں گے، غور کریں گے سوچیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے، کوئی قدم جلد بازی میں مت اٹھانا، تم دیکھ چکی ہو کہ آفتاب احمد ہمارا کتنا بڑا دشمن ہے، اسے ہر محاذ پر شکست ہوئی ہے، وہ کوئی بھی قدم اٹھا سکتا ہے، آسانی سے وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو نہیں چھوڑے گا۔''

''مما، مَیں نے اپنا کیس آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے، آپ جو بھی فیصلہ کریں۔''

مثال نے کہا۔

''جاؤ، آرام کرو۔'' مسز شیرانی نرم لہجے میں بولیں اور مثال تھکے تھکے قدموں سے ان کے پاس سے چلی آئی، مسز شیرانی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں، ان کی سوچیں جس طرح کی ہوتی تھیں اسی طرح کی تھیں، لیکن اس سے زیادہ گہری سوچیں ایک اور ذی روح کے ذہن میں تھیں اور وہ سبحان تھا، وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا، اس کی رگ و پے میں شدید بے چینی کی لہریں اٹھ رہی تھیں، پھر اُس نے خود سے کہا۔

''واہ ڑے سبحان، سبحان اللہ، اپنی اوقات بھول گئے بیٹا، محبت بھی کر لی تو آسمان میں ٹکے ہوئے تاروں سے، دھت تیرے کی، دھت تیرے کی۔'' اس رات اس سے کھانا بھی نہ کھایا گیا، پتہ نہیں ایک عجیب سی بے چینی اس کی رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی، مثال کے الفاظ اسے یاد آ رہے تھے۔

''وہ بہت بڑا ہے مما، پر ایک بات میں جانتی ہوں وہ مجھ سے کبھی اظہارِ محبت نہیں کرے گا، کبھی نہیں۔ مما، میں میں ____'' اور پھر دوبارہ اس کی آواز ابھری۔'' اس کہانی میں یہ حقیقت بھی شامل ہے مما کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں اور ہر قیمت پر اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہر قیمت پر ____'' سبحان نے زیرِ لب کہا، رات کے نجانے کون سے پہر تک وہ بستر پر لوٹیں لگاتا رہا، غالباً تین یا ساڑھے تین بجے تھے کہ اسے آہٹ سنائی دی اور وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا، نوری ہاتھ میں ٹرے لیے ہوئے کھڑی تھی۔

''ارے، نوری ____'' نوری اسے دیکھتی رہی، اس کی آنکھیں اس کے احساس کی کہانی سنا رہی تھیں، ٹرے میں چائے کے برتن اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔''

''تجھے معلوم تھا کہ مَیں بھوکا ہوں؟'' سبحان نے سوال کیا اور نوری زور زور سے گردن ہلانے لگی۔''

''کیسے معلوم ہوا تجھے نوری؟'' سبحان کرب سے بولا، لیکن نوری نے اس بات کا کوئی

جواب نہیں دیا، وہ خاموشی سے سبحان کو دیکھتی رہی تھی، مجھ سے ڈرتی نہیں ہے تو، پہلے تو تیری حالت خراب ہو جاتی تھی میری شکل دیکھ کر۔'' نوری کی آنکھیں محبت برسانے لگیں، سبحان نے گردن جھٹکی اور بولا۔

''پتہ نہیں، پتہ نہیں اللہ کیا چاہتا ہے، لا مجھے دے دے میں ابھی کھالوں گا جا تو سو جا، آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں تیری، جا نوری جا، شاباش، اچھے بچے بات مانتے ہیں جا۔'' اس کا لہجہ بے حد نرم تھا، نوری کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے سبحان کو دیکھا اور پھر خاموشی سے واپس پلٹ گئی، سبحان اس مسکراہٹ پر غور کرنے لگا تھا، اس کے دل پر ایک عجیب سا اثر ہوا تھا، واقعی محبت ایک الگ چیز ہے، محبت ایک بالکل الگ چیز ہے، کس دل میں کس طرح بیدار ہو جاتی ہے، کون جانے، کون جانے۔

O

مسز شیرانی اپنی کوٹھی کے لان کے ایک مخصوص حصے میں بیٹھی ہوئی تھیں، چوکیدار سے کہہ دیا تھا کہ کوئی بھی آنے والا آئے تو اسے منع کر دیا جائے سوائے نبیل کے، نبیل کے بارے میں اس نے چوکیدار کو سمجھا دیا تھا، مثال کو اس نے وہاں سے ہٹا دیا تھا اور نبیل کا انتظار کر رہی تھی، ٹھیک پانچ بجے نبیل کی کار کوٹھی سے اندر داخل ہوئی اور وہ سنبھل گئی، بہت دور ایک کھڑکی سے مثال چھپ کر باہر کا منظر دیکھ رہی تھی، نبیل کار سے اُترنے کے بعد چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ مسز شیرانی کے پاس پہنچ گیا، مسز شیرانی نے پوری سنجیدگی سے اس کا استقبال کیا تھا، وہ سلام کر کے مسز شیرانی کے اشارے پر سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ مسز شیرانی نے کہا۔

''مثال نے تمھاری آمد کے بارے میں بتایا تھا۔''

''جی آنٹی، مَیں اپنی زندگی کی سب سے مشکل کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا ہوں، آنٹی، میں جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا، میری درخواست ہے کہ آپ میری کسی بات کو جھوٹ نہ سمجھیں، مَیں یہ بھی نہیں کہوں گا آپ سے کہ آپ میری بات کی تصدیق کر لیں، کہاں سے تصدیق کریں گی آپ، چنانچہ میں ہی جو کچھ کہوں اسے سچ مان لیں، میرے سچ کو پرکھنا آپ کا کام ہے۔'' مسز شیرانی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، پھر بولی۔

''ہاں بولو بولو۔''

''آنٹی مَیں باہر کے ملکوں میں رہا، لیکن نجانے کیوں میری فطرت میں کوئی ایسی بُرائی نہ پیدا ہو سکی جسے بُرائی کہا جاتا ہے اور جس کی کہانیاں عام طور سے منظرِ عام پر آتی رہتی ہیں، میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا گستاخی ہوگی، یوں سمجھ لیجیے آنٹی کہ میں نے اپنے کردار کا ہر صفحہ سنبھال کر رکھا ہے اور وہ بے داغ ہے، وطن واپس آ گیا، میرے والد صاحب ایک کامیاب بزنس مین ہیں اور آنٹی انتہائی معذرت کے ساتھ یہ الفاظ کہہ رہا ہوں کہ ایک کامیاب بزنس مین کا تصور بالکل الگ ہو جاتا ہے بس اتنا ہی کہوں گا، مجھے انہوں نے بڑے پیار سے خوش آمدید کہا اور اپنا سب کچھ میرے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا، اس کے ساتھ ہی آنٹی، انہوں نے دو کے چار اور چار کے آٹھ بنانے کے منصوبے میرے سامنے پیش کرنے شروع کر دیئے اور آنٹی اس میں آپ کا نام خصوصاً مجھے بتایا گیا اور کہا گیا کہ اگر کسی طرح مَیں آپ کی محبت حاصل کر لوں تو ہمارے بہت سے کام بن سکتے ہیں، نگینہ آرچی والا معاملہ آپ کے علم میں ہے، آنٹی وہ مجھے اکساتے رہے، ظاہر ہے میرے باپ ہیں منع تو نہیں کر سکتا تھا، لیکن کوئی غلط راستہ اختیار کر کے آپ کو کسی کام کے لیے مجبور کرنا میرے ضمیر کے خلاف تھا اور میں نے اپنے ضمیر کو زندہ رکھا، آنٹی، میں آپ سے اس کا صلہ نہیں مانگتا، لیکن میرے پپا مجھ سے خاصے بددل ہو گئے ہیں اور اس بات کے امکانات ہیں کہ آنے والے وقت میں مجھے ان کا سہارا حاصل نہ رہے کیونکہ جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں، اپنے بل پر کرنے جا رہا ہوں، آنٹی میں مثال سے شادی کرنا چاہتا ہوں، یوں سمجھ لیجیے میرے پاس کوئی سہارا نہیں ہے، میں اس سے ہر قیمت پر شادی کروں گا، آنٹی مجھے اپنا سہارا دے دیجیے گا، آنٹی اگر آپ ایسا نہیں بھی کریں گی تب بھی میں سمجھتا ہوں کہ میں مثال کی مدد سے اسے اپنی زندگی میں شامل کر لوں گا، آنٹی ہم لوگ یہ بہت سی باتیں کر چکے ہیں، ہو سکتا ہے ہمیں بہت ہی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑے، لیکن اگر آپ کا آشیرباد ہمیں مل جاتا ہے تو آنٹی ہماری مشکلیں بھی حل ہو جائیں گی، میں ایک محنتی آدمی ہوں، آنٹی آپ ہی میری مدد کریں گی، مجھے

کہیں ملازمت دلائیں گی، یا پھر کاروبار کرائیں گی، آنٹی مجھے اپنے پیروں پر کھڑا کرنے میں آپ ہی میری مددگار ثابت ہوں گی، یہ آپ کو کرنا چاہیے اور اگر آپ نہیں کریں گی، تب بھی آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہم بے کسی اور بے بسی کی زندگی گزاریں گے، لیکن آنٹی میں اتنا نرم چارہ نہیں ہوں کہ مجھے آسانی سے نقصان پہنچا دیا جائے، یہ نقصان نہ میرے پپا مجھے پہنچا سکتے ہیں اور نہ آنٹی آپ معافی چاہتا ہوں، آپ بڑی حیثیت کی حامل ہیں لیکن آنٹی یوں سمجھ لیجئے کہ میں اپنی زندگی داؤ پر لگا چکا ہوں، آپ غور کر لیجئے، مجھے بتایئے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔'' نبیل کا چہرہ شدت جوش سے تمتما رہا تھا اور مسز شیرانی آنکھیں بند کیے بیٹھی اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ نبیل نے کہا۔

''آنکھیں کھولئے آنٹی، آنکھیں کھول لیجئے پلیز، آنکھیں کھول لیجئے۔'' مسز شیرانی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر نرم لہجے میں بولیں۔

''آخری لفظ تم نے یہ کہا ہے کہ غور کر لیجئے آنٹی مجھے غور کرنے دو۔''

''جی آنٹی، جی پلیز، آپ غور کر سکتی ہیں۔'' مسز شیرانی نے دُور کھڑے ہوئے ایک ملازم کو اشارہ کیا اور بولیں۔

''چائے لے آؤ اور ہاں مثال کو بھیج دو، کہہ دو مما چائے پر بلا رہی ہیں۔ کچھ دیر کے بعد مثال آگئی۔ اس کا چہرہ تجسس سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے ایک نگاہ ماں کے چہرے پر ڈالی اور نبیل کو دیکھا۔ نبیل نروس تھا جب کہ مسز شیرانی پُرسکون نظر آرہی تھی۔

چائے آگئی، خاموشی سے پی گئی کوئی کچھ نہیں بولا تھا، عجب سنسنی خیز ماحول ہو رہا تھا، جیسے تیسے چائے ختم کی گئی۔ پھر نبیل نے فوراً اُٹھتے ہوئے کہا۔

''اجازت آنٹی؟''

''ہاں، ضرور ____ مثال تمھیں کوئی کام تو نہیں ہے، میرا مطلب ہے کہیں جانا تو نہیں ہے۔''

''نہیں مما ____! مثال نے کہا۔''

''نبیل کو ان کی کار تک چھوڑ دو اور میرے پاس آجاؤ، مجھے تم سے اہم باتیں کرنی

ہیں۔''

میں آتی ہوں مما ____! مثال نے کہا اور خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئی ____ مسز شیرانی ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھتی رہیں، پھر جونہی وہ کچھ فاصلے پر پہنچے انہوں نے اپنا موبائل فون نکال لیا اور اس پر ایک نمبر ڈائل کر کے بولیں۔

''ضرغام ____!

''یس میڈم ____''

''وہ میری کوٹھی سے باہر نکلنے والا ہے۔''

''بالکل میڈم۔''

''ختم کر دو ____ احتیاط سے۔''

''جی میڈم ____ جواب ملا اور مسز شیرانی نے فون بند کر دیا۔ دفعتاً انہیں اپنے عقب میں ایک نمایاں آہٹ سنائی دی اور وہ اچھل پڑی۔ عقب میں شوبینہ کی خوبصورت اونچی اور گھنی باڑھ تھی جس کی کچھ شاخیں ہل رہی تھیں۔ مسز شیرانی برق رفتاری سے اٹھیں اور باڑھ کی طرف بھاگیں باڑھ اتنی اونچی تھی کہ وہ دوسری طرف نہیں دیکھ سکتی تھیں چنانچہ وہ اس کٹاؤ کی طرف لپکیں جس سے گزر کر دوسری طرف جایا جا سکتا تھا، اس میں کچھ وقت صرف ہوا اور پھر جب وہ دوسری طرف پہنچیں تو وہاں کا ماحول بالکل سنسان تھا، دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا، لیکن وہ آہٹ ان کے کانوں کا وہم نہیں تھی، وہ اس طرف بڑھ گئیں جہاں ان کے خیال کے مطابق آہٹ ہوئی تھی یعنی باڑھ کے دوسری طرف جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھیں، اس کے عقب میں شوبینہ کی نرم کیاری میں جوتوں کے واضح نشانات موجود تھے اور اس کے بعد یہ نشانات باہر تک آئے تھے، لیکن پھر گھاس میں گم ہو گئے تھے، وہ ان نشانات کو جھک کر غور سے دیکھنے لگیں، یہ بات تو بالکل سمجھ میں نہیں آئی کہ نشانات کس کے جوتوں کے ہیں لیکن جو کوئی بھی تھا وہ ان کی باتیں سن رہا تھا، کیا اس نے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے ضرغام کو نبیل کو ختم کرنے کی ہدایت دی ہے، سنا ہے سو فیصدی سنا ہے، مگر کس نے، کون ہے وہ، ایک شدید اضطراب مسز شیرانی کے رگ و پے میں پیدا ہو گیا، وہ ایک لمحے تک سوچتی رہیں پھر وہاں سے

اپنی جگہ آ گئیں، نبیل کی کار باہر نکل گئی تھی، وہ مثال کو آتے ہوئے دیکھ رہی تھیں، مثال کا چہرہ ستا ہوا تھا ___ اور وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہی تھی، کچھ لمحوں کے بعد وہ مسز شیرانی کے پاس پہنچ گئی۔

''کہاں گئی تھیں آپ مما، میں نے وہاں سے دیکھا تھا آپ دوسری طرف گئی تھیں؟'' مسز شیرانی نے ایک لمحے کے لیے سوچا پھر بولیں۔

''ایک بڑی عجیب بات ہوئی ہے مثال۔''

''کیا مما؟''

''کوئی شوبینہ کی باڑھ کے پیچھے سے ہماری باتیں سن رہا تھا۔''

''کون مما؟'' مثال نے حیرانی سے کہا۔

''ادھر آؤ، آؤ ذرا میرے ساتھ۔'' مسز شیرانی نے کہا اور مثال کو ساتھ لیے ہوئے ایک بار پھر شوبینہ کی باڑھ کے پیچھے اس حصے تک پہنچ گئیں جہاں ان جوتوں کے نشانات موجود تھے۔

''دیکھو یہ جوتوں کے نشانات، جو کوئی بھی تھا اس جگہ کھڑا ہوا تھا، اور پھر غائب ہو گیا، بھلا یہاں کھڑے ہونے کی کیا تک تھی، کوئی ضرور ہماری باتیں سن رہا تھا، کیا تم جوتوں کے ان نشانات کو پہچان سکتی ہو؟'' مثال بھی حیرانی سے جھک گئی پھر بولی۔

''نہیں مما، میں نہیں پہچان سکتی، لیکن آپ کو یہ کیسے اندازہ ہوا کہ کوئی ہماری باتیں سن رہا تھا؟''

''جیسے ہی تم نبیل کو چھوڑنے گئیں، مجھے آہٹ سنائی دی، جیسے کوئی ہماری باتیں سن کر ہٹا ہو، باڑھ کے دوسری طرف دیکھا تو نہیں جا سکتا تھا، میں ادھر آئی تو مجھے صرف یہ جوتوں کے نشانات نظر آئے۔''

''ایسا کون ہو سکتا ہے؟''

''پتہ نہیں۔''

''مما، یہ وہم بھی ہو سکتا ہے۔''

''یہ جوتوں کے نشانات بھی وہم ہو سکتے ہیں۔''

''ہو سکتا ہے، بعض اوقات اس طرح کی باتیں ہو جاتی ہیں جن کا رابطہ ایک دوسرے سے نظر آتا ہے، مثلاً کوئی کبھی اس جگہ آیا ہو اور جوتوں کے یہ نشانات رہ گئے ہوں، پھر مما. آپ کو کچھ آہٹیں محسوس ہوئی ہوں اور جب آپ یہاں آئی ہوں تو جوتوں کے ان نشانات نے آپ کے اس شبہے کو مضبوط کر دیا ہو۔'' مسز شیرانی کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی، ایک لمحے تک وہ سوچتی رہیں، پھر بولیں۔

''آؤ۔'' اور اس کے بعد وہ پھر اسی جگہ آ گئیں ___ جہاں تھوڑی دیر پہلے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ''میرے لیے چائے نکالو'' مثال نے ماں کے لیے چائے انڈیلی اور پھر ایک پیالی اپنے لیے بھی لے لی، اس وقت ایسی ٹینشن تھی کہ وہ بھی دوبارہ چائے پینا چاہتی تھی، مسز شیرانی نے چائے کے کچھ گھونٹ لیے پھر بولیں۔

''ہاں کیا کہہ رہا تھا نبیل؟''

''آپ کی اس سے جو باتیں ہوئیں مما، وہ ان سے غیر مطمئن ہے۔''

''کیا کہتا ہے؟''

''اصل میں آفتاب احمد صاحب نے جو حرکتیں کی ہیں مما، اس کا خیال ہے اس کا ردعمل آپ پر اچھا نہیں ہے، مجھ سے بہت زیادہ کہہ رہا تھا کہ مثال جس طرح بھی بن پڑے مما کو سمجھا لو، وہ کہہ رہا تھا کہ مما اگر آپ اس کی ذرا بھی مدد نہیں کریں گی، تب بھی کم از کم اتنی صلاحیتیں اس کے اندر ضرور ہیں کہ وہ اپنی مناسب زندگی کو پا لے گا، وہ کہہ رہا تھا مما کہ اگر آپ اسے حکم دیں گی تو وہ آفتاب احمد صاحب سے سارے رابطے توڑ دے گا اور ویسے بھی آفتاب احمد صاحب نے اسے جو تجویز دی تھی اس نے اسے آفتاب احمد صاحب سے بہت دور کر دیا ہے، مما وہ بڑی شرمندگی سے کہتا ہے کہ اسے افسوس ہے کہ آفتاب احمد جیسی سوچ رکھنے والے آدمی اس کے باپ ہیں، مما آپ پلیز ہم دونوں کی بات مان لیجئے، مما، آپ نے زندگی بھر میری ہر خوشی پوری کی ہے، ہر خوشی پوری کی ہے آپ نے مما، یہ آخری خوشی ہے، مما میں نے کبھی آپ سے اتنی بے باکی سے بات نہیں کی، حالانکہ آپ نے مجھے دنیا بھ

کی آزادی دے رکھی ہے، میری مجبوری مجھے آپ سے یہ باتیں کرنے پر اکسا رہی ہے، مما، پلیز پلیز۔'' مسز شیرانی نے چائے کی تقریباً آدھی پیالی ایک ساتھ اپنے حلق میں انڈیل لی پھر آہستہ سے بولیں۔

''اس قدر دلبرداشتہ نہ ہو، مَیں جو فیصلہ کروں گی تمھارے حق میں ہی کروں گی، مطمئن رہو، جوتوں کے ان نشانات نے مجھے خاصا اُلجھا دیا ہے۔''

''مما پلیز، کوئی بھی ہو ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے، مما، آپ بس آپ آپ۔۔۔''

''ہاں ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔''

''تھینک یو مما، تھینک یو ویری مچ، مما یو آر گریٹ، یو آر گریٹ مما۔'' مثال کی آواز خوشی سے لرزنے لگی اور مسز شیرانی کے ہونٹوں پر ایک مصنوعی مسکراہٹ پھیل گئی۔

O

کبھی کبھی انسان سمجھ نہیں پاتا کہ اس کی بے کلی کا کیا سبب ہے، مسز شیرانی نے جب سے اپنا روپ بدلا تھا سکون اور اطمینان تو ان کی زندگی سے بہت دُور چلا گیا تھا، سوشل ورک کرتی تھیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے دولت کے انبار لگا لیے تھے، اتنا بینک بیلنس ہو گیا تھا ان کا کہ اب انہیں خود اس کے بارے میں یاد نہیں رہا تھا، حالانکہ زندگی میں مثال کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ انہوں نے یہ دولت مثال کے اعلیٰ مستقبل کے لیے جمع نہیں کی تھی، بلکہ یہ ایک جنون تھا جس کا تعلق ماضی کی کسی گرہ سے تھا، یہ تو ایک سچ ہے کہ ان کا ماضی بے حد بے کسی اور کسمپرسی کا شکار تھا۔ بہت کچھ کرتی تھیں، بظاہر اقدار کے غلاف میں لپٹی ہوئی، لیکن حقیقتاً انتہائی طوطا چشم، کسی کو خاطر میں نہ لانے والی، دولت دولت اور صرف دولت اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انہیں بہت کچھ دینے والے یہ نہیں کہتے تھے کہ انہوں نے مسز شیرانی کو رشوت دی ہے یا ان پر کوئی احسان کیا ہے، جب سے زندگی کے دوسرے رخ اپنائے تھے ابھی تک کامیابی اور کامرانی کے ساتھ اپنی ہر خواہش کی تکمیل کر رہی تھیں، کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی زندگی کو اپنی پسند کے مطابق گزارنے میں، بڑے بڑے اژدھوں کو شکست دی تھی، بڑے بڑے بھیڑیوں کے دانت

کھٹے کر دیئے تھے، وہ مسز شیرانی کے لیے طرح طرح کے منصوبے بناتے تھے، لیکن کامیابی ان کا مقدر نہیں تھی، بہت ہی کم ایسے مواقع آئے تھے جب کسی مسئلے میں انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہو، آفتاب احمد جیسے خوفناک انسانوں کو مسز شیرانی نے ناکوں چنے چبوا دیے تھے اور اب یہ الجھن بڑی عجیب و غریب الجھن تھی ان کے لیے، انہوں نے ضرغام کو حکم دے دیا تھا کہ نبیل کو ختم کر دے اور وہ جانتی تھیں کہ ضرغام بآسانی ایسا کر ڈالے گا، پھر اس کے بعد اس کے بعد کیا ہوگا، نبیل جس قدر بے باک ہو چکا تھا اور جس طرح اس منے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا کہ مثال کو ہر قیمت پر اس کی زندگی میں شامل ہونا ہی پڑے گا، اس بات نے مسز شیرانی کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا، مثال ان کے وجود کا ایک حصہ، ان کی آنکھوں کی روشنی، ان کے دل کی دھڑکن اور کوئی اور ان سے کہہ رہا ہے کہ وہ مثال کو اپنا لے گا اس پر قبضہ کر لے گا اور مثال، وہ بھی یہی کہتی ہے، مثال تو وہ خود ہے اور نبیل اجنبی، مثال کو تو ہر بات کے لیے معاف کیا جا سکتا ہے، نبیل کون ہوتا ہے معافی کا حق دار، ایسا کچھ کہنے والے کو زندگی سے ہاتھ دھونے ہی ہوں گے، اور جہاں تک بات رہ گئی مثال کی، تو بیوقوف نہیں ہے وہ، جب اسے نبیل کی موت کی اطلاع ملے گی ____ تو یہی سوچے گی کہ اس کی موت کی ذمے دار صرف مسز شیرانی ہیں، وہ لمحات میرے لیے واقعی کٹھن ہوں گے، بس انہی لمحات کو سنبھالنا ہے، بدقسمتی یہ ہے کہ یہ بڑا مشکل دور ہے، وہ وزارت کے لیے نامزد ہو چکی تھیں اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد پارلیمنٹ میں کارروائی ہونے والی تھی۔ خود انہوں نے سبحان کے ذریعہ اتنا کچھ کیا تھا کہ خود انھیں حیرت ہوئی تھی اگر ان کے بارے میں کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس قدر کرمنل ہیں تو وزارت تو وزارت، گرفتاری سے بچنا مشکل ہو جائے۔

آہ ان دنوں حالات خاصے مشکل ہو گئے ہیں، کچھ کردار واقعی مستقبل کے لیے بہت خطرناک ہو گئے ہیں۔ ایک ہی حل صفائی، پوری طرح صفائی، سبحان کا زندہ رہنا بھی خطرناک ہے، نہیں ____ مشکلات کو پالنا نہیں چاہیے ان کا حل نکال لینا چاہیے جیسا کہ وہ کرتی رہی ہیں۔ ضرغام، صرف ضرغام وہ چونک پڑیں ____ ضرغام نے انہیں کام ہو جانے کی اطلاع نہیں دی۔ انہوں نے موبائل اٹھایا اور وہی مخصوص نمبر ڈائل کرنے لگیں جس

پرضرغام ملتا تھا۔

''دوسری طرف سے فون آن ہوا تو انہوں نے مخصوص لہجے۔۔۔''

''ضرغام ____''

''لیس میڈم ____ جواب دو۔''

''تم نے کام ہو جانے کی اطلاع نہیں دی۔''

''کام ہوا نہیں میڈم۔''

''کیا مطلب ____ مسز شیرانی نے بھنویں سکوڑ کر کہا اور پھر اچانک انھیں پہلی بار احساس ہوا کہ ضرغام کی آواز بدلی ہوئی ہے۔ ایک لمحہ خاموش رہ کر انہوں نے کہا۔

''ضرغام ____''

''اپن بولتا ہے آنٹی ____ آپ کا خادم، آپ کا غلام ____ دوسری طرف سے آواز آئی اور مسز شیرانی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سر۔۔۔ بُری طرح چکرایا کہ زمین آسمان گھوم گئے ____ بمشکل تمام ان کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔''

''کون ____''

''سبحان آنٹی۔ اپن کا آواز نہیں پہچانا آپ۔''

''سبحان تم ____!''

''اپن ہی ہے آنٹی، آپ ہمارا آواز نہیں پہچانا؟''

''سبحان، یہ موبائل تمھارے پاس کہاں سے آیا۔ یہ تو کسی اور کے پاس ہوتا تھا؟''

''ہاں آنٹی، موبائل والا اپن کے قبضے میں ہے۔''

''کیا؟''

''ہاں آنٹی، آپ کا آدمی کافی خطرناک تھا، پر اپن کو بھی آپ جانتا ہے، جب اپن کے سامنے خطرہ آ جاتا ہے تو اپن اتنا کمزور نہیں رہتا، آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہے، سوری آنٹی، ہم نے آپ کا آدمی پکڑ لیا ہے، اسے وہ نہیں کرنے دیا جو وہ کرنا چاہتا تھا۔''

''سبحان، میری بات سنو، کیا تم مجھ سے بغاوت کر رہے ہو؟''

''بالکل نہیں آنٹی، بالکل نہیں، پن ایک بات دیکھو، ہم نے آپ کا ہر بات مانا، آپ نے جو کہا آنٹی، ہم نے اسے اپنے ایمان کی طرح سمجھا، آپ جانتا ہے کس لیے، آپ نے میرے کو بولا تھا کہ آپ میرے کو ماں بن کر دکھائے گا، میں نے آپ کو بولا تھا کہ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ میرے کو بیس ہزار روپیہ دے گا، پھر میں آپ کو بولا کہ میں بیس ہزار روپے آپ سے نہیں لے گا، آپ میرے کو ماں بن کر دکھاؤ، ماں جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا آنٹی، اپن جیت گیا آپ ماں ہی نہیں بن سکا، اب بولو میرے کو کتنا پیسہ دیں گا؟''

''پیسہ، تم بیوقوفوں کی سی باتیں کر رہے ہو، میں نے تو تمھیں اپنے دل میں جگہ دی ہے اپنے بیٹے کی جگہ رکھا ہے تمھیں، تم تھوڑے سے پیسوں کی بات کرتے ہو، بیس ہزار مانگے تھے نا تم نے مجھ سے تمھیں بیس لاکھ دوں گی، بیس کروڑ دوں گی، تمھیں اتنا تو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ دولت کی میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے، آؤ تو میرے پاس، مجھ سے بات کرو، وہ کہاں ہے، جس سے تم نے یہ موبائل حاصل کیا ہے۔'' جواب میں سبحان ہنس پڑا پھر بولا۔

''اپن کا بھی ایک فیملی ہے، وہ ہمارا فیملی کے قبضے میں ہے۔''

''تم میرے پاس آؤ تو سہی سبحان، کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہمارے درمیان پیدا ہو گئی ہے، میں، میں تمھاری ہر غلط فہمی دور کر دوں گی۔ میرے بچے میرے پاس آؤ۔''

''آتا ہے آتا ہے، ابھی تھوڑی دیر میں اپن آپ کے پاس پہنچتا ہے آنٹی، آپ بالکل فکر مت کرو آتا ہے ابھی۔''

''موبائل لیتے آنا۔''

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے لاتا ہے۔'' مسز شیرانی کا بس نہیں چل رہا تھا اپنا سر پھاڑ لے، خودکشی کر لے، ایک بہت بڑا خوف اس کے دل میں جاگزیں ہو گیا تھا، یہ کیا ہو گیا، یہ کیسے ہو گیا، ضرغام کا موبائل سبحان کے قبضے میں ہے، اس کے ذہن کی چرخی برق رفتاری سے کام کرنے لگی، جوتوں کے وہ نشانات، وہ آہٹ، اس کا مطلب ہے کہ سبحان نے اس کی ساری گفتگو سن لی، آہ یہی ہوا ہے، پھر سبحان نے نبیل کا پیچھا کیا، تو کیا نبیل بچ گیا، کیا ضرغام نے اس پر حملہ کیا تھا، کیا ضرغام واقعی سبحان کے قبضے میں آ گیا، ضرغام بہت چالاک آدمی تھا،

ایک زبردست قسم کا جرائم پیشہ جو بڑی مشکل سے اس کے قبضے میں آیا تھا، مسز شیرانی نے اُسے سزائے موت سے بچایا تھا، اسے موت کی سزا ہو چکی تھی، لیکن مسز شیرانی نے اسے جیل توڑ کر نکلوایا تھا، بڑی دولت خرچ کی تھی انہوں نے ضرغام کے سلسلے میں اور پھر ضرغام ان کا بے دام غلام بن گیا، اس قدر صاحب اختیار اور ذہین تھا کہ الہ دین کا چراغ بن گیا تھا مسز شیرانی کے لیے، بس ایک حکم ملتا تھا اسے اور وہ مصروف عمل ہو جاتا تھا، خود مسز شیرانی کو اس کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں تھیں، ضرغام نے ان سے کہا تھا۔

''آپ مجھے حکم دیا کریں، میرے پاس سارا انتظام ہے، میں ہر طرح سے آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔'' اور اس کے بعد ضرغام ہی کے بل پر مسز شیرانی نے اپنی ایک جیل بنائی تھی، ٹارچر سیل بنایا تھا، اس کے بہت سے قیدی اس ٹارچر سیل میں ہلاک ہو چکے تھے، بہت سے وہاں قید تھے، سب کی ذمے داری ضرغام پر ہی تھی، وہ بڑی خوش اسلوبی سے یہ ٹارچر سیل اور یہ جیل چلا رہا تھا، ایسے دشمن جن کے لیے کوئی اور ذریعہ نہیں رہ جاتا تھا اس ٹارچر سیل میں پہنچ جاتے تھے، پھر دو ہی باتیں ہوتی تھیں، یا تو ان کی باقی زندگی وہیں گزرتی تھی، یا پھر زیادہ خطرناک ہوتے تھے تو موت کے گھاٹ اُتر جاتے تھے، ضرغام ان کی ہر مشکل کا حل تھا، لیکن یہ سبحان کیا کہہ رہا ہے، یہ سب کیسے ہوا، دماغ میں شدید درد شروع ہو گیا، آنکھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا، ایک شدید اضطراب، ایک بے کلی، ان کے سارے وجود میں پیدا ہو گئی، رات ہو چکی تھی، مثال اپنے کمرے میں سونے چلی گئی تھی، وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں، پھر باہر برآمدے میں نکل آئیں، کافی دیر انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد انہوں نے گیٹ پر سبحان کو دیکھا، سفید پتلون، سفید قمیص میں ملبوس چلا آ رہا تھا، وہ اسے دیکھتی رہیں، کھرے کھرے بدن کا مالک، انتہائی خوبصورت اور اسمارٹ نوجوان، انہوں نے پہلے کبھی اس پر اس طرح غور نہیں کیا تھا، سبحان ان کے پاس پہنچ گیا، بڑا مطمئن اور مسرور نظر آ رہا تھا، مسکرا کر بولا۔

''ہیلو آنٹی۔'' مسز شیرانی کے منہ سے آواز نہ نکل سکی تو اس نے شانے اچکا کر کہا۔

''لگتا ہے آنٹی آپ میرے سے ناراض ہو۔''

''سبحان، یہ تم نے اپنی زبان کیوں بدل لی؟''

''تھوڑے دن کے لیے تبدیلی پیدا کیا تھا آنٹی، اپن کا زبان یہی ہے جن لوگوں میں اپن رہتا چلا آیا ہے، وہ ایسی ہی زبان بولتا ہے، اپن نے آپ کا زبان تھوڑے دن کے لیے اُدھار لے لیا تھا۔''

''آؤ۔ اِدھر کھلی جگہ بیٹھتے ہیں۔''

''ہاں آنٹی ماحول میں بڑا گھٹن ہے، اِدھر چلیں۔'' سبحان نے پھولوں کے ایک کنج کی جانب اشارہ کیا جہاں کچھ بینچیں پڑی ہوئی تھیں۔

''ہاں آؤ، آ جاؤ۔'' کچھ دیر کے بعد سبحان بینچ کے پاس جا پہنچا، مسز شیرانی بینچ پر بیٹھیں تو وہ ان کے سامنے گھاس پر بیٹھ گیا۔

''اِدھر آ جاؤ سبحان اس بینچ پر۔''

''نہیں آنٹی اپن کا جگہ اِدھر ہی ہے، اپن کو اِدھر ہی رہنے دو۔''

''سبحان اِدھر آ جاؤ۔''

''سوری آنٹی سوری۔''

''سبحان، مجھے تفصیل بتاؤ گے۔''

''کونسا تفصیل آنٹی؟''

''ضرغام تمھیں کہاں مل گیا؟''

''آنٹی، اپن اس ٹائم آپ کا بات سنا جب آپ چھوٹی بیگم جی کو بولتا پڑا تھا کہ سبحان سے چھٹکارا حاصل کر لو، آنٹی، اپن کو بہت دکھ ہوا، مَیں آپ کو بالکل سچ بولتا ہے، پہلے میں آپ سے مخلص نہیں تھا، میں سوچتا تھا کہ یہ بڑا لوگ بڑے بڑے قیمتی کتے پالتا ہے، سبحان کو بھی ایک کتے ہی کی طرح پالا گیا ہے، آپ کو سبحان کی اچھل کود بہت اچھی لگی تھی، آپ میرے کو اِدھر لے آیا، کہانی آپ نے ماں والی سنائی، آنٹی میں آپ کو اپنی کہانی بتا چکا ہوں، میرے لیے زندگی اور موت دونوں میں ماں عبادت کا درجہ، ایمان کا درجہ رکھتی ہے، میں نے اللہ کے بعد ماں کو اپنی سجدہ گاہ بنایا ہے، میں اس کے سلسلے میں کوئی سودے بازی نہیں کر سکتا آنٹی، آپ نے کہا کہ آپ میرے کو ماں بن کر دکھاؤ گی، آنٹی ماں بنا نہیں جاتا، ماں تو قدرت کی طرف سے ہر انسان کو دی جاتی ہے ایک عظیم تحفے کے طور پر۔ میں نے سوچا آنٹی

کہ چلو لائف میں تھوڑا سا چیلنج سہی تو میں آپ کے ساتھ آ گیا، اور ادھر آ کر مجھے بہت جلد ہی پتہ چل گیا آنٹی کہ میں وہی خوبصورت کتا ہوں آپ کے لیے، خونخوار، معصوم، کھیلنے والا اور کھلانے والا، پھر آپ کو دوسری طرح میری ضرورت پیش آئی، آنٹی کبھی آپ کا یہ کام نہیں کرتا میں، پن کیا کروں بس شکار ہو گیا، چھوٹی بیگم صاب کے اس لمس کو میں قیامت تک نہیں بھول سکتا جو انہوں نے مجھے دیا، قبرستان میں انہوں نے مجھے جذبات سے مغلوب ہو کر سینے سے لگایا تھا آنٹی، آپ کو کیا معلوم، آپ کچھ نہیں جانتے، آپ انسانیت سے بہت دور چلی گئی ہو آنٹی، آپ کو نہیں معلوم وہ لمس میرے لیے کیا تھا، بس آپ یہ سمجھ لو اپن اپنی زمین کا باشندہ ہے، اپن کا سوچنے کا انداز بالکل مختلف ہے، آنٹی میں مثال سے محبت کرنے لگا، بہت محبت، وہ میری آنکھوں کی روشنی بن گئی، پر اپن ایک جانتا تھا اور جانتا ہے، آسمان کے باشندے آسمان پر رہتے ہیں، اپن تو زمین کا پتھر ہے، اپن کو زمین پر ہی رہنا ہے، آپ کی اس دنیا کا آدمی نہیں ہے اپن کیا چنانچہ ہم نے اپنے آپ کو سمجھا لیا کہ سجان چکور کی طرح آسمان کا چکر مت لگاؤ، تھک جاؤ گے، گرو گے مر جاؤ گے، پر ایک بات آپ کو بولے آنٹی، اگر کسی کو پسند کیا جائے تو اس پر قبضہ بھی تو نہیں کیا جاتا، آپ کو تاج محل اچھا لگتا ہے کیا آپ تاج محل کو اپنے گھر میں لا سکتا ہے، اپن نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو سمجھا لیا، اور بس ____ ہاں اپن نے آپ کے لیے جو کچھ کیا ____ وہ آپ کے لیے نہیں کیا، چھوٹی بی بی کے لیے کیا ____ خدا کی قسم صرف ان کے لیے کیا۔

مسز شیرانی سرد نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھیں، پھر انہوں نے کہا۔

''ضرغام تمھیں کہاں سے مل گیا؟''

''وہ مل نہیں گیا۔ اپن نے اُسے تلاش کیا۔''

''کہاں ____؟''

''آپ نے اسے بولا کہ وہ نبیل کو ختم کر دے۔''

''تم نے وہ سن لیا تھا۔''

''ہاں۔''

''پھر ____؟''

''اپن نبیل صاحب کا پیچھا کیا اور اپن کسی ضرغام ورغام کو نہیں جانتا تھا، اپن اس آدمی کو دیکھا جس نے نبیل صاحب کے سامنے اپنا گاڑی رکھا اور پھر اس کو گریبان سے پکڑ کر نیچے کھینچا ____ اپن سب کچھ جان گیا تھا۔ بس اپن نے نبیل صاحب کو اس سے بچا لیا۔

''بچا لیا ____؟ نبیل زندہ ہے۔''

''ہاں آنٹی ____ ہمارا چھوٹی بی بی اس کو پسند کرتا ہے، ہم اُسے کیسے مرنے دیتا۔''

''تم نے اسے بچا لیا ____؟'' مسز شیرانی نے پرہیجان لہجے میں کہا۔

''بچانا تھا آنٹی، بچانا تھا نا ____''

''اسے معلوم ہو گیا کہ اس پر حملہ کس نے کر دیا ____'' مسز شیرانی نے سوال کیا۔

''سب کو سب کچھ معلوم ہو گیا۔''

''اوہ ____ مسز شیرانی نے سر پکڑ لیا۔ پھر بول ضرغام کہاں گیا۔ اس کا موبائل تمھارے پاس کہاں سے آ گیا۔''

''چوری نہیں کیا آنٹی۔ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اس سے چھینا پھر اسے اپنی برادری میں لے گیا۔''

''برادری ____؟''

''ہاں آنٹی ____ آپ میرے پر بھروسہ کرو میری برادری آپ کی برادری سے بہت اچھی ہے۔ حالانکہ لمبے عرصے سے مَیں ان لوگوں سے دور ہے، اپن جیسے ہی میں نے ان لوگ کو پکارا وہ سارے کا سارا میری مدد کو آ گیا، آنٹی بڑا فرق ہے آپ کی اور ہماری دنیا میں، آپ کے ہاں سب لوگ خودغرض اور مطلبی ہے، آپ لوگ بغیر مطلب کے کسی کے کام نہیں آتا، اپن آنٹی ہمارا فیملی، خدا قسم آدھی رات کو کسی کو آواز دے تو اس طرح دل کھول کر چلا آتا ہے کہ کوئی رکاوٹ ہی نہیں ہوتا، اپن تمھارا آدمی کو قبضے میں کر کے اپنی فیملی کے پاس پہنچا اور اس کو بولا کہ یہ ہمارا مجرم ہے، اس کو اپنے پاس رکھو بس کافی تھا، ان لوگ نے تمہارے آدمی کو کیڑے کی طرح پکڑ کر اپنے پاس رکھ لیا، آنٹی بڑا فرق ہے ہمارے اور تمھارے معاشرے میں، ہم لوگ سیدھے سچے مخلص ہوتے ہیں، دشمن ہیں تو صرف دشمن اور دوست ہیں تو صرف دوست۔''

"تقریر کر چکے؟" مسز شیرانی نے اچانک ہی لہجہ بدل لیا۔

"آنٹی، کوئی تقریر نہیں کیا ہم نے، آپ نے ہم سے بات پوچھی ہمیں بلایا، ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ کو ساری صورت حال بتا دی۔"

"اس دنیا کے بارے میں ابھی کچھ بھی نہیں جانتے ہو، سمجھے، کچھ بھی نہیں جانتے ہو سبحان اور جانتے بھی کیسے، تم جس ماحول میں پلے ہو وہاں صرف جذباتیت ہے، احمقانہ قسم کی دوستیاں ہیں، تم لوگ ایک کنوئیں کے مینڈک ہو اسی کے گرد چکراتے رہتے ہو، چھوٹی سی عمر ہے تمھاری سبحان، بہت چھوٹی سی عمر ہے، ابھی تو ایک لمبی زندگی پڑی ہے تمھارے سامنے، ایسے ہی ایثار کرتے رہو گے تو کتوں کی طرح گلیوں اور فٹ پاتھوں پر جینا پڑے گا، یہ دنیا سودوں کی دنیا ہے، مجھے دیکھو، اربوں روپیہ ہے میرے پاس اربوں روپیہ، یہ روپیہ مجھے ورثے میں نہیں ملا، میرے شوہر نے میرے لیے زمینیں اور جائیدادیں نہیں چھوڑیں، جب میں نے اس دنیا کو سمجھا تو پھر اس دنیا سے اپنا حصہ، اپنا حق وصول کیا اور اس کے لیے مجھے بڑے جوڑ توڑ کرنے پڑے، بڑی محنت کرنی پڑی، آؤ میں تمھیں اس دولت کا حصے دار بنا لوں، سودا کرو مجھ سے سبحان مجھ سے سودا کرو۔ تم ایثار کر رہے ہو بیوقوف آدمی، مثال میری بیٹی ہے، میں اس کے لیے اعلیٰ ترین مستقبل چاہتی ہوں، میں نے اس کے لیے حسین زندگی کے خواب دیکھے ہیں، کیا سمجھتے ہو تم مجھے، جانتے ہو میں وزیر بننے والی ہوں، میرے اردگرد کیا ہو گا تم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے، مگر میں تمھیں حقیقتوں میں وہ بنانا چاہتی ہوں جو تمھارے تصور میں بھی نہیں آئے گا، حلیہ بدلوں گی میں تمھارا، شاندار سوٹوں، اعلیٰ درجے کی گاڑیوں میں تم اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کے روح رواں ہو گے، وہ لوگ جو تمھیں بالکل قریب سے جانتے ہیں یہ کہنے کی جرأت نہیں کر پائیں گے کہ تم سبحان ہو، تم سبحان ہی رہو گے، لیکن تمھاری حیثیت تمھارا حلیہ اس طرح بدل جائے گا کہ معاشرہ تمھیں جھک جھک کر سلام کرے گا اور اس کے بعد تم سبحان اپنا مرکز حاصل کر لو گے، تم مثال کے شوہر بن جاؤ گے، ہاں میں تمھیں تمھاری محبت دوں گی، تم نوجوان ہو، خوبصورت ہو، تندرست و توانا، میرے داماد بن کر ایک وزیر کے داماد بن کر تم بہت بڑی حیثیت اختیار کر جاؤ گے، پھر مثال تمھاری بیوی ہو گی، کیا سمجھے؟"

"سمجھ رہا ہوں آنٹی سمجھ رہا ہوں۔ آپ نے تو مجھے جنت دکھا دی، ہیں، آنٹی آپ نے تو مجھے جنت دکھا دی، مثال، اگر میری زندگی میں شامل ہو جائے، میں آپ کا داماد بن جاؤں تو آنٹی یہ میرے لیے جنت سے کم نہیں ہو گی۔ پر کیا کرے دھت تیرے کی جاہل سالا جاہل ہی رہے گا زندگی بھر جہالت کی باتیں کرتا رہے گا آنٹی اپن یہ جانے بغیر کہ آپ سچ بولتے ہو یا جھوٹ، آپ کی یہ پیش کش مسترد کرتا ہے، اپن مثال سے محبت کرتا ہے، ایک ایسے خوبصورت پھول سے محبت کرتا ہے جس کے بارے میں ہم یہ جانتا ہے کہ کائنات میں ایسا دوسرا پھول نہیں ہے، آنٹی تمھارے کو ایک بات بولے۔ یہ دنیا سالا بڑی غلط جگہ ہے اور یہ جو انسان کے پنجر میں دل دھڑکتا ہے نا آنٹی، بس کیا بولے، شکوہ ہے ہمیں اپنے مالک سے کہ مالک پورے کا پورا انسان بنا دیتا، یہ دل نہ بناتا، سالا ہمیشہ الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے، پن ایک بات اپن جانتا ہے آنٹی، جس نے اپنے دل پر قابو پا لیا سمجھ لو دنیا اپنی مٹھی میں لے لی، آنٹی اپن بھی وہی شاہکار چاہتا ہے، آنٹی، مثال نبیل کو پیار کرتا ہے، ہر انسان کی اپنی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کو کوئی ایسا تحفہ پیش کرے جو محبوب کی پسند کا ہو، آنٹی اپن مثال کو نبیل دے گا، ہاں تقدیر نے ہمیں مالا مال کر دیا ہے، نبیل سالا، اپن کے پاس ہے اور اپن اس پر احسان کرنے کو مانگتا ہے، پر وہ احسان نہیں ہو گا، وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتا ہے اور وہ سالی نوری اس کو دیکھو وہ تو ہم سے بھی گئی گزری ہے، پر وہ ہم سے پیار کرنے لگی ہے، آنٹی، آپ کے پاس رہ کر ہم۔ دنیا کو بہت قریب سے جانا ہے، نبیل اور مثال ایک دوسرے کے لیے ہیں، آپ کی ساری خطا معاف، پن اپن کو ایک اور بات آپ کے بارے میں معلوم ہوئی ہے، آنٹی ادھر سے آپ ہماری نظروں سے گر گیا، خدا کی قسم ہم آپ کو مثال کی ماں کی حیثیت سے بہت بڑا مقام بہت بڑا درجہ دیتے، پر آپ یہ بات بتاؤ کہ آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ انسانوں کی تقدیر کا مالک بن جاؤ، آپ اپنی نجی جیل بناؤ اور اس جیل میں آپ انسانوں کو قید کر دو، محبتوں کو قید کر دو، زندگیوں کو قید کر دو، جسے چاہو اپنے ایک اشارے سے مروا دو، جسے چاہو زندگی سے محروم کر دو، ہاں آنٹی، وہی آپ کا کتا جب ہمارے قبضے میں آیا تو ہم نے اس کی کھال اُتارا، آپ کے بارے میں ایک ایک لفظ بتایا اس نے ہمیں، آپ کو خوشی ہو گی اس بات کی کہ ہماری فیملی نے آپ کے اس جہنم پر قبضہ کر لیا اور

اب آپ کا وہ جہنم ہمارے قبضے میں ہے، جن لوگ کو آپ نے برسوں سے قید کر رکھا تھا اب وہ سب آزاد ہیں آنٹی، آپ کا مکروہ چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے، ماں بننے کا دعویٰ کر رہی تھیں آپ، یہ جتنا آپ نے چکر چلا رکھا ہے، آپ ان لوگوں کی فلاح کے لیے کام کر رہی تھیں، نہیں آنٹی آپ میرے کو معاف کریں، کیا کہوں آپ کے بارے میں، کیا کہوں۔"

"تو تم وہاں تک جا پہنچے۔" مسز شیرانی سانپ کی طرح پھنکاری۔

"ہاں آنٹی، کبھی کبھی انسان میری جیسی مصیبت اپنے گلے لگا لیتا ہے۔"

"آہ کاش، آہ کاش ایک معمولی سی غلطی نہ کرتی میں، وہ غلطی نہیں جو میں تمھیں اپنے ساتھ لے کر آئی تھی، بلکہ یہ غلطی جو میں نے اس وقت کی ہے، کاش میں یہاں آتے وقت اپنا ریوالور ساتھ لے آتی۔"

"ریوالور مَیں آپ کو پیش کر سکتی ہوں مما، لیکن ایک شرط پر۔" عقب سے مثال کی آواز آئی اور مسز شیرانی کے پورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا، وہ پلٹ کر دیکھنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتی تھیں، مثال خود ہی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے سامنے آ گئی۔

"ریوالور مَیں آپ کو پیش کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پر، پہلی دو گولیاں آپ میرے دل میں اُتار دیں اور تیسری دماغ میں تاکہ میں سوچے سمجھے بغیر مر جاؤں، مما، مر تو مَیں چکی ہوں، ایک ایسی بدکردار ماں کی بیٹی کہلا کر زندہ رہنا اس سے بھی بڑی بے غیرتی ہے، آپ ایسی ہیں مما، ماں تو اولاد کا آئیڈیل ہوتی ہے، مما درجنوں بار مجھے شبہہ ہوا کہ آپ ایک مجرمانہ ذہن رکھتی ہیں، آپ مجرم ہیں مما، مگر آپ خونی ہیں قاتل ہیں، اتنی ظالم ہیں آپ یہ میں نے نہیں سوچا تھا اور میں آپ ہی کی بیٹی ہوں نا، کیا زندگی کے کسی دَور میں میرا بھی یہی روپ ہو سکتا تھا، آپ نے نبیل کو مروا دیا یا مروانے کی کوشش کی، اسے جس نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا مما، یہ تو بہت بڑا آدمی ہے، آپ مجھے کیا دیں گی اسے، اگر یہ مجھے قبول کرے تو میں زندگی بھر اس کے قدم چاٹنے کو تیار ہوں، بہت بڑا ہے، بہت بڑا ہے یہ مما اور آپ۔۔۔"

"بکواس مت کرو، میں میں میں ______" مسز شیرانی غصے سے کھڑی ہو گئی، لیکن اسی وقت کوٹھی کا گیٹ کھلا اور بہت سی گاڑیاں دھڑ دھڑاتی ہوئی اندر داخل ہو گئیں، مسز شیرانی کا بدن ساکت ہو گیا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے آنے والوں کو دیکھنے لگیں، پولیس کی وردی

میں بہت سے لوگ نظر آ رہے تھے، سب سے آگے ایک بھاری بھرکم شخص ایک اعلیٰ درجے کی وردی میں ملبوس تھا جو اسی طرف آ رہا تھا، یہ ایڈیشنل ڈی آئی جی سرکار بیگ تھا، سرکار بیگ آگے بڑھ آیا اس کے ساتھ ہی ایک اور ایسی شخصیت نظر آئی جسے دیکھ کر مسز شیرانی کا بدن کانپنے لگا، یہ آفتاب احمد تھا، جس کا چہرہ خون کی طرح سُرخ نظر آ رہا تھا۔

"میں میں افسوس ہے مجھے کہ مجھے تمھیں ہلاک کرنے کا موقع نہیں مل سکا سہیلہ شیرانی، تم نے میرے بیٹے کو زندگی سے محروم کرنے کی کوشش کی۔"

"مسٹر آفتاب احمد، آپ جذبات میں نہیں آئیں گے براہِ کرم پولیس کے اختیارات پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں، مسز شیرانی اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیں، آفتاب احمد کے بیٹے پر قاتلانہ حملہ اور اس کے ساتھ ہی ایک ایسا ٹارچر سیل چلانے کا الزام آپ پر عائد کیا جاتا ہے درجنوں ثبوتوں کے ساتھ، براہِ کرم ہاتھ آگے کیجیے، ہم آپ کا احترام کرتے، آپ کو ہتھکڑی نہ لگاتے لیکن آپ اتنی بڑی مجرم ہیں کہ آپ کو ہتھکڑی لگانا پڑے گی۔"

"آپ جانتے ہیں ڈی آئی جی صاحب، مَیں وزیر بننے والی ہوں۔"

"افسوس، اب اس کے بعد آپ وزیر کیا، کسی سرکاری دفتر کی چپراسی تک نہیں بن سکتیں۔"

"مَیں تمھیں سزائے موت دلواؤں گا سہیلہ شیرانی، سزائے موت دلواؤں گا میں تمھیں، میرا نام بھی آفتاب احمد ہے ڈی آئی جی صاحب آپ بہت بڑے سرکاری افسر ہیں، لیکن۔۔۔۔"

"ہاں ہاں ہاں جذبات پر قابو رکھیے، آپ کے غصے کا احترام کرتا ہوں۔" مسز شیرانی کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا دی گئی، مثال سامنے کھڑی ہوئی تھی، تمام نوکر باہر نکل آئے تھے، بڑی بھیانک رات تھی، بڑا پر ہول ماحول تھا، مثال اب بھی اپنی جگہ ساکت کھڑی ہوئی تھی، سبحان نے آہستہ سے کہا۔

"مَیں معافی چاہتا ہوں چھوٹی بی بی صاحب، مَیں نہیں چاہتا کہ میری موجودگی میں آپ۔"

’’ٹھہرو سجان، رک جاؤ، رک جاؤ پلیز۔۔۔‘‘ سجان رک گیا تو مثال آگے بڑھی اور اس کے قریب پہنچ گئی، اس نے کہا۔

’’تمھیں میرا وہ لمس متاثر کر گیا تھا سجان، آج پھر مَیں تمھیں اپنے سینے سے لگا رہی ہوں، ماں بننے کا دعویٰ نہیں کروں گی، لیکن ایک رشتہ بہن کا بھی ہوتا ہے، سجان میرے سر پر ہاتھ رکھو اور مجھے بہن کی حیثیت سے قبول کرلو۔‘‘ سجان نے اُسے دیکھا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

’’یہ نیا رشتہ، یہ نیا رشتہ ٹھیک ہے چھوٹی بی بی سرکار۔‘‘

’’چھوٹی بی بی سرکار نہیں چھوٹی بہن، نوری ادھر آؤ، ادھر آؤ پلیز۔‘‘ نوری آہستہ سے آگے بڑھی تو مثال نے کہا۔

’’سجان مَیں تمھیں نوری کا تحفہ دینا چاہتی ہوں، بہت اچھی ہے، یہ لڑکی، دیکھو اس کائنات میں کوئی کسی سے محبت کرلے تو اس محبت کا احترام کرنا چاہیے۔‘‘ سجان نے مسکرا کر نوری کو دیکھا اور اسے اپنے قریب کرلیا، پھر بولا۔

’’اپن ابھی نبیل صاحب کو فون کرتا ہے۔‘‘

’’اپن نہیں مَیں۔‘‘ مثال نے مسکرا کر کہا اور سجان ہنسنے لگا۔

یہ اس داستان کا اختتام ہے، لیکن ایسی بات نہیں، سارے کردار زندہ ہیں۔ آفتاب احمد، نبیل، مثال، سجان، نوری، میں، نوشی اور ہم سب اپنی اپنی داستانیں تخلیق کررہے ہیں۔ انوکھی، اچھوتی، دلچسپ، سنسنی خیز۔

فی الحال

خدا حافظ

☆☆☆